

عہدِ اسلامی کا ہندوستان

— — — ان — — —

سید ریاست علی ندوی

ناشکوہ۔ ادارۃ المصنفین، پٹنہ ۶

قیمت مجلد ہر (چھ روٹھ آنے)

طبع اول ۱۹۵۰ء

عنوان وانتساب

میں ان ناچیز اوراق کو ہدیہ اخلاص و عقیدت کے طور پر حضرت مخدوم معظم ڈاکٹر
فاضل سید اکرم امام صاحب منشی ابوالعلائی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۵۹ھ) کے تذکار گرامی
سے معنون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت اقدس علیہ الرحمۃ میرے والد ماجد جناب سید شارت علی صاحب عرفیت
بڑے مدظلہ کے حقیقی ماموں، راہ سلوک میں ان کے مرشد اور اقام سطور کے خسر تھے وہ خوش خفقہ
متقی دیندار اور اسلامی اخلاق و کردار کے عملی نمونہ تھے، ان کی صحبتوں میں ہندوستان
کے کچھ دور کی اس تہذیب کی جواب دہی جاری ہے، یاد تازہ ہوتی تھی، میں انہی کی نظر
توجہ اور شفقتوں کے سایہ میں انگریزی اسکول کی تعلیم سے علیحدہ ہو کر عربی درس گاہ
مذکورۃ العلماء لکھنؤ میں عربی و اسلامی علوم کی تحصیل کے لئے داخل کیا گیا۔ پھر انہی کی
ہدایت و مشورہ کے مطابق دارالمصنفین اعظم گڑھ کی رفاقت سے وابستہ ہوا۔ وہ
میرے قلم سے نکلی ہوئی سطروں کو بڑی شفقت اور شوق کی نگاہ سے پڑھتے تھے۔

دیرینہ تمنا تھی کہ اپنی ناچیز علمی خدمت گذاریوں میں سے کسی خدمت کو ان کی
یاد کی نذر کروں۔ مجھے خوشی ہے کہ ان سطروں کے ذریعہ وہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی جنتوں کے پھول برسائے اور اپنی مغفرتوں سے نوازے۔
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ مَغْفِرَةً وَاسِعَةً وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً
رَأَتْكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

سید ریاست علی ندوی

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ ۝

ہندوستان کی صحیح و مستند تاریخ کی تدوین ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکی ہے۔
ٹوپیٹھ دوسویسویں کی مسلسل کوششوں سے یہاں کی تاریخ کے صفحوں کو جان بوجھ
کر مرنے کیا گیا، کہ ایک طرف سُلمان اپنے اسلاف کے کارناموں کو دیکھ کر شرمیں، دوسری
طرف ان کے ہم وطنوں میں ان کے خلاف غم و غصہ اور عناد کے جذبات کی پروش
ہو۔ اور ملک کے مختلف گروہوں میں تعصب اور نفرت کی خلیج حائل ہو جائے۔
استعماریت کا یہ حربہ ایسا کامیاب رہا کہ رفتہ رفتہ اپنوں کی نگاہوں کے سامنے بھی
پردہ آگیا۔ خصوصاً انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں پڑھی پڑھائی جانے والی کتابیں
اسی انداز میں ترتیب پائیں۔

کچھ سے تقریباً چالیس برس پہلے ان غلطیوں کی اصلاح کی طرف پہلی مرتبہ علامہ
شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ کی زمانہ شناس نگاہ اُبھی۔ انہوں نے سلسلہ میں ندوۃ العلماء
میں "تصحیح تاریخ ہند" کے نام سے ایک مستقل شیعہ قائم کیا۔ حضرت الاستاذ مولانا سید
سلیمان ندوی مدظلہ اس کے سکرٹری مقرر ہوئے، اس شعبہ نے اپنے زمانہ کے انگریز
مؤرخین کی ان کتابوں پر توجہ کی، جو لڑا ب دروس میں داخل تھیں، نیز اپنے وقیع علمی
و تاریخی و تنقیدی کتابوں کے ذریعہ خدمات انجام دیئے۔

مولانا شبلی نعمانی کی ذات گرامی کے ساتھ جتنی خیرکلیں وابستہ تھیں، یا ان کے
جو علمی و تاریخی تصورات، و ذہنی انکار تھے، ان کی تکمیل کے لئے دارالمصنفین کی
تاسیس عمل میں آئی۔ اس مجلس نے جس طرح اسلامی علوم و آداب کی خدمت کی،

جدید علوم و نظریات کو اردو کا جامہ پہنایا، اسی طرح تاریخ ہند بھی اس کا موضوع رہا،
 آج تاریخ ہند کے صفحات میں بعض نظریے ایسے موجود ہیں، جو تمام تر اس مجلس کے متو
 کسی تحقیقی و تفتیش سے منظر عام پر آئے ہیں، مثلاً

انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں جو تاریخیں پڑھائی جاتی تھیں، ان میں مسلمانوں
 کے دور کو محمد بن قاسم کے اچانک حملہ کو دکھا کر غزوئی کے حملے سے شروع کیا جاتا تھا،
 حفرة الاستان مولانا سید سلیمان ندوی کی تاریخ ”عرب و ہند کے تعلقات“ کی اشاعت
 کے بعد پہلی مرتبہ ڈاکٹر تارا چند کی کتاب ”تاریخ اہل ہند“ میں مسلمانوں کے حملہ ہند
 کا باعث ان عرب کشتیوں کی بربادی کو قرار دیا گیا جو اہل ہند کے ہاتھوں بحر ہند میں غل
 میں آئی تھی نیز نظر مجموعہ ”ہندوستان پر مسلمانوں کے ابتدائی حملے اور ان کے اسباب“
 کے عنوان سے اس ابتدائی دور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسی طرح عالمگیر کے خلاف جو فرد جرم تھی اس میں اس کے عہد میں ”تاریخ نویسی کا قانوناً
 جرم“ ہونا بھی تھا۔ زیر نظر مجموعہ میں کیا عالمگیر کے عہد میں تاریخ نویسی قانوناً جرم تھی“ کے
 عنوان سے جو مقالہ ہے، ۱۹۳۲ء میں اس کے شائع ہونے کے بعد دوسری کتابوں میں
 عالمگیر کے فہرست جرائم میں سے اس کو خارج کیا گیا۔ اسی طرح ”مندروں کے انہدام“
 کا الزام ۱۸۵۷ء تک ہندوستان کے نامور مؤرخ سر جرد و ناٹھ سرکار نے عالمگیر کے سر
 رکھا، لیکن ان کے جواب میں ”عالمگیر کے عہد میں مندروں کا انہدام“ کے عنوان سے
 جو مقالہ شائع ہوا، اس کے بعد اہل علم نے عالمگیر کے اس الزام سے بری ہونے کی راہ
 قائم کی، یہ مقالہ اس مجموعہ میں موجود ہے۔ اس میں سر جرد و ناٹھ سرکار کے جواب میں
 دکھایا گیا تھا کہ عالمگیر نے مندروں کے منہدم کرنے کا عام حکم نہیں دیا تھا، بلکہ چند ایسے
 مندروں کو ہمار کیا گیا تھا جو حکومت کے خلاف سازشوں کا اڈہ بنے ہوئے تھے
 اور خصوصاً بے دینی پھیلانے کے لئے مرکز کا کام دیتے تھے۔ اس مقالہ کی اشاعت کے
 بعد آل انڈیا ہسٹری کانگریس کے اجلاس پٹنہ میں ڈاکٹر پرماتاسرن نے اپنے
 خطبہ صدارت میں اس دعویٰ سے رجوع کیا، اور ارشاد فرمایا:—

”دوسری یہ بات بھی علم میں آئی ہے کہ بعض اہل قلم کی طرف سے چند حقیقتیں بھی روشنی میں لائی گئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم مراکز جیسے پیارس کے مندر تھے، ہندوؤں کی طرف سے مفسدانہ سازشوں کے اڈوں کے طور پر استعمال کئے جانے تھے جن کے خلاف شہنشاہ نے اشتعال میں غلی اقدام کیا، اور اس کو اب اس کے نقصب کی شہادت میں پیش کیا جا رہا ہے،.....“

(۲۵۵ ص)

اس سلسلہ کے یہ سب طرے اس مجموعہ میں شامل ہیں، اور انہیں زندہ رکھنا اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ ابھی ہندوستان کی تاریخ اپنے تند دینی دور میں ہے ایسا نہ ہو کہ غفلت میں ارباب علم سے یہ حقیقت نظر انداز ہو جائے، اور سرحد وفاقہ سرکار کی گٹل فتائیاں نئے سرے سے تازہ ہو جائیں۔

دارالمصنفین کے زمانہ قیام میں راقم سطور کا بیشتر زمانہ اس کے ترجمان رسالہ معارف کی ترتیب و ادارت کی خدمت میں بسر ہوا۔ اس تعلق سے مقالات کی ترتیب و تسوید کا موقع نسبتاً زیادہ ہاتھ آیا، کچھ دن گزرے کہ اپنی شائع شدہ تحریروں پر نگاہ ڈالی تو ان میں بیشتر حصہ ایسا نظر آیا جنہیں ایک خاص ترتیب سے تصنیفات کی شکل میں منتقل کیا جاسکتا تھا، چنانچہ انہیں مختلف موضوعوں کے اعتبار سے الگ الگ مجموعہ میں اکٹھا کیا گیا، اس سلسلہ میں ایسے مقالات کو جن کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے ہندوستان کے اسلامی دور کی تاریخ سے وابستہ ہے ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ کے نام سے یکجا کیا گیا ہے۔ یہ مقالات ۱۹۳۶ء سے ۱۹۶۱ء تک کے رسالہ معارف میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے رہے ہیں۔ اس میں بائیس برس کی مدت میں بہت سے ایسے نئے مآخذ چھپ کر سامنے آئے جو ان مضامین کی تسوید کے وقت تک چھپے نہیں تھے۔ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں نہ اسکے تھے، اس لئے ان پر نظر ثانی کی ضرورت تھی، چنانچہ ان مآخذ سے فائدہ اٹھایا گیا، لیکن جب یہ مجموعہ اپنی ترتیب کے آخری مرحلہ پہنچا

تو اس کا حجم غیر معمولی نظر آیا، اس لئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا یہ پہلا حصہ ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اور دوسرے حصہ کو ”ہندوستان کے عہد اسلامی کے چند اکابر“ کے نام سے ملحدہ کر لیا گیا ہے جس میں اسلامی دور کے چند ممتاز ہستیوں کے سوانح قصہ وصال کے علمی خدمات روشنی میں لائے گئے ہیں۔

اس کے بعد یہ مناسب معلوم ہوا کہ ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ مجموعہ رمضان کے بجائے ایک مستقل تصنیف کی شکل میں شائع ہو، اس مناسب سے چند ضروری ابواب شروع میں بڑھائے گئے، اور یہ رمضان اس طرح مرتب کئے گئے کہ ہندوستان سے مسلمانوں کے تعلقات کے قیام سے ”ملوک سلاطین دہلی“ کے دور تک کی مسلسل تاریخ قلمبند ہو جائے اس کے بعد تعلق سلاطین کے دور سے متعلق دو مقالے ہیں، پھر متفرق تحقیقی مباحث پر مشتمل مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ان مضامین کو ایک دوسرے کے بعد اس ترتیب سے رکھا گیا کہ ناظرین کے مطالعہ کا ذہنی ربط قائم رہے۔ متفرق مضامین کو ایک لڑی میں پروئے اور ان میں تصنیفی ربطاتیں پیدا کر کے ہیں جو دشواریاں پیش آسکتی تھیں، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

مضامین و مباحث کی ترتیب میں کوشش کی گئی ہے کہ ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ رزم کے بجائے نرم کا، جنگ کے بجائے صلح کا، قوموں، ملتوں اور جماعتوں کے درمیان نفرت، عناد اور دشمنی کے بجائے محبت، شفقت، دوستی اور اتحاد کا آئینہ دار ہو، اس کے ساتھ واقعات کے بیان میں صحت اور سچائی کا رشتہ بھی ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ البتہ اس گوشہ کو خاص طور سے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو مختلف گروہوں میں لطفت و محبت اور امن و اشتراک کے ان خوشگوار تعلقات کو دکھا سکیں، جن کو پہلے جان بوجھ کر چھپانے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن طرز ادا ایسا رکھا گیا ہے کہ واقعاتی رنگ سے ملحدہ ہو کر محض ذاتی نظریات و رجحانات کا طرز اتسار نہ ہو جائے، اس لئے ایسے موقعوں پر جیکے انداز میں محض اشاروں ہی پر اکتفا کر کے

گذر جانا مناسب معلوم ہوا ہے۔

میں مستتر ہے کہ یہ مجموعہ ہمارے مخدوم محترم جناب آنریبل ڈاکٹر سید محمود زبیر ترقیات حکومت بہار کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، مخدوم موصوف کو منصب وزارت سے علیحدہ ان کی علمی زندگی میں ایک خاص منزلت حاصل ہے۔ آج سے چند سال پہلے رسالہ تدیم گیا کی ادارت کے زمانہ میں اس کے بہار نمبر ۱۹۱۷ء میں ان کے متعلق یہ صحیح طور پر لکھا گیا تھا کہ:-

”ڈاکٹر صاحب کو علم کا پاکیزہ ذاق عطا ہوا اور حقیقت اگر وہ سب سے بڑے پُر خاں وادی میں قدم نہ رکھتے تو ان کا صحیح مرتبہ کسی علمی خانقاہ میں ان کا زانو نشیں ہو جاتا تھا، خصوصاً ہندوستان کی تاریخ پر عائد نظر رکھتے ہیں.....“

ڈاکٹر صاحب کو تاریخ ہند سے جو لگاؤ ہے، اس تعلق سے انہوں نے اس مجموعہ کو دھسپی سے پر دھا، ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں بعض قابل قدر مشورے بھی عنایت فرمائے ہیں۔

کتاب کا نام ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ رکھا گیا ہے۔ راقم سطور ”اسلامی“ کے لفظ کے متعلق ۱۹۱۷ء میں اپنی کتاب ”تاریخ صدقلیہ جلد دوم کے دیباچہ میں ایک شبہ کا ازالہ کر چکا ہے کہ:-

”اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم و فنون سے مراد وہ تہذیب و تمدن و علوم و فنون ہیں۔ جو مسلمانوں میں رائج رہے۔ عام ازیں کہ نفس دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی ہوں یا نہ ہوں اس لئے دوسرے الفاظ میں انہیں ”مسلمانوں کی تہذیب و تمدن و علوم و فنون سے تعبیر کیا جاسکتا ہے“

در اصل اس زمانہ کو ”ہندوستان کے عہد وسطیٰ“ سے تعبیر کرنا چاہیے، لیکن موجودہ زمانہ میں وہ ”مسلم پیریڈ“ ہی سے موسوم ہے، اور ہمیں اسی کے متعلق پھیلائی

ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ اس لئے اسی نام سے موسوم کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ اسی سلسلہ میں ایک اور مسئلہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ کتاب کے صفحہ ۷۸ میں مذہب میں مسلمانوں کی حکومت کے متعلق یہ دکھا یا گیا ہے کہ:-

”در اصل یہاں مسلمانوں نے جس حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی، وہ مذہبی حکومت کے بجائے غیر مذہبی اور غیر حجاب دار سلطنت (سیکولر) تھی۔“

اس کا مدعا یہ ہے کہ حقیقی اسلامی نظام حکومت ایک نیا نظام ہے۔ ان حکومتوں کو جو دورِ وسطیٰ میں دُنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں قائم تھیں، انہیں مذہبی حکومت کہنا صحیح اسلامی نظام حکومت کی غلط ترجمانی کرنا ہے، جب وہ حکومتیں جو اپنے کو اسلامی کہتی تھیں، اور شرعی نظام حکومت کے ماتحت قائم تھیں، حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت کہے جانے کی مستحق نہیں تو ہندوستان کی ان حکومتوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قائم ہوئیں، اور جن کے قائم کرنے والوں نے بھی ان کے ”اسلامی“ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، انہیں ”مذہبی“ اور ”اسلامی“ کہنا کبھی طرح موزوں نہیں ہو سکتا۔

آخر میں مجھے حکومتِ یوپی کی علم نوازی کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے کہ اس نے اپنے-

G.O. No. A-6135/XV-2203/1948

G.O. No. A-6581/XV-2203/1948 کے مطابق

ڈیڑھ ہزار روپے ”عہدِ اسلامی کا ہندوستان“ کی طبع و اشاعت کے لئے عطا کئے، اس سلسلہ میں آنرری سبپور ناشر وزیرِ تعلیم یوپی، اور اپنے لائق دوست آنرری کیشو دیو مالویہ وزیرِ ترقیات اور خالص دوست شری الگورائے شاستری ام۔ ا۔ اے۔ سکریٹری یوپی پراؤنشل کانگریس کمیٹی کی کریفراٹیوں کا شکریہ ادا ہوں۔

کتاب کے لکھنے کے ایک برس میں جانے کے بعد راقم سطور کا تعلق حکومت

بہار کے شعبہ تعلیم سے وابستہ ہو گیا۔ اور ۲۳ نومبر ۱۹۴۹ء کو راقم سطور نے پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شش الہدیٰ کی حیثیت سے اپنے نئے منصب کی ذمہ داری قبول کر لی، اس طرح یوپی اور اس کے دارالحکومت لکھنؤ سے دور ہو گیا، میں اپنے کمر مفرما نواب سید التفات حسین صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہیں کی تمام تر توجہ سے اس کی طباعت کے مرحلے انجام پذیر ہو سکے۔ کتاب کے فرمے انہوں نے لکھنؤ سے پلٹے بھیج دیئے۔ اور اب فہرست، مقدمہ اور ان سطروں کو پلٹنے میں جھپو اکرن ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچا جا رہا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو حسن قبول عطا فرمائے۔

سید ریاست علی ندوی
مدرسہ اسلامیہ شش الہدیٰ پٹنہ ۷

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ
۵ جولائی ۱۹۵۰ء

فہرست مضامین

عہدہ لای کا ہندوستان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰	پارسی	۱	مقدمہ
۱۱	قدیم ہندوستان کے پچھلے عہد کی آزاد حکومتیں	۱	جناب انریبل ڈاکٹر سید محمود رضا
(۲۰ - ۱۱)		۲	۱۸۵۷ء، ۱۹۰۱ء، ۱۹۴۷ء، وزیر
۱۲	حکومت کشمیر	۳	ترقیات حکومت بہار - ۳
۱۳	سلطنت پنجاب	۴	ہندوستان کے عہد قدیم کا اجمالی نظارہ
۱۴	دہلی، ساہیو اور جمیر کی حکومتیں	(۱۰ - ۱)	ہند کے اصلی باشندے
۱۵	سلطنت قنوج	۱	ہندوستان میں آباد ہونیوالی قومیں
۱۶	سلطنت بندھیل کھنڈ	(۱۰ - ۱)	
۱۷	سلطنت بہار و بنگال	۱	ڈراوری
۱۸	سلطنت اڑیسہ	۲	آریا
۱۹	سلطنت آسام	۴	عرب
۲۰	سلطنت گجرات	۸	ترک
۲۱	سلطنت مالوہ	۱۱	تاجیک
۲۲	دکن کی حکومتیں	۱۲	چٹھان
(۳۱ - ۲۱)		۱۳	یتھوری منل
۲۳	خاندان اندھرا	۱۴	یورپین
		۱۵	ایک نکتہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴	چند دیگر علاقے	۱۸	دہلی کی خاندان
"	سندھ	۱۹	شاہان راجستھن
۳۵	کشمیر	۲۰	کپاٹی شاہاں چٹکیا
"	پنجاب و صوبہ حیدر	"	ہوسل خاندان
۳۶	دوآبہ	"	سلطنت خاندان یادو
"	ننگال و بہار		
۳۷	اسلامی نوآبادیوں کے باشندے		جنوبی ہند کی حکومتیں (۲۱-۲۷)
۳۹	عہد قدیم میں ہندو مسلمانوں کے میل جول کے خوشگوار واقعات	۲۱	تامک
	ہندوستان میں مسلمانوں کے ابتدائی حملے	"	تین سلطنتیں
اور ان کے اسباب (۲۳-۲۹)		"	سلطنت پانڈیا
۴۳	عہد ہند کے تعلقات قدیم عہد میں	۲۳	سلطنت چول
عہد اسلامی میں عربوں کے تجارتی		۲۴	سلطنت چیریا کرل
قناطے		۲۶	خاندان پلوکا عروج و زوال
۴۴	بڑی و بھری راستے		ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومتیں
	سندھ سے اسلامی حکومت کو		پہلے کی پراسن اسلامی نوآبادیاں (۲۸-۴۲)
"	پہلی شکایت	۳۰	انکا
"	عربوں کا پہلا جنگی بیڑا	"	مالدیپ
"	ہند پر عربوں کے ابتدائی حملے	۳۱	مالا بار
	سندھ سے اسلامی حکومتیں	۳۲	ٹراؤنگور
۴۵	کادوسر اشکوک	"	کارو منڈل
		"	گجرات و سبھی

صفحہ	مضون	صفحہ	مضون
۷۴	ہیاریوں کا عہد حکومت	۴۶	تغیر ہند کی دیکھ بھال کے لئے ایک { نئے عہدہ کا قیام
۷۵	خلافت بغداد سے تعلق	۴۷	ہندو سے اسلامی حکومت کو تیسری
۷۷	عرب و ہند کے تعلق میں اضافہ	۴۸	شکایت
۷۸	تفصیلات	۴۹	ہند پر حملہ آوری
۷۹	ہند کے چند دوسرے حکمرانوں	۵۰	محمد بن قاسم کی ہیم
۸۰	خانہ ان سومرہ	۵۱	ہند کے اسلامی حملوں کے قیدی
۸۱	نبو سارہ	۵۲	عرب جا کر اوچھڑے (۵۰-۶۳)
۸۲	اسماعیلی قراطمہ	۵۳	السندی
۸۳	نظام حکومت و تمدن و تہذیب	۵۴	ابو مسعر سندھی
۸۴	اہل علم و ادب	۵۵	ابو عبد اللہ محمد بن ابی مسعر
۸۵	زاد	۵۶	امام اوزہی
۸۶	شعرا	۵۷	حافظ ابو محمد زکریا بن سالم سندھی
۸۷	غزنوی سلطانین ہند ۳۳۲-۳۳۳	۵۸	ابو نصر فتح بن عبد اللہ سندھی
۸۸	۵۸۲ (۸۵-۱۰۱)	۵۹	ابو الوطاس سندھی
۸۹	۱۱۸۶	۶۰	ہند و ملتان کی عربی حکومتیں
۹۰	سبکتگین	۶۱	اوران کے اثرات (۴۴-۸۴)
۹۱	راجہ جے پال کا جارسا زخمہ	۶۲	دور ولایت
۹۲	اور مشرقی دور سے پہلی لڑائی	۶۳	ماہر فن و اعیان
۹۳	راجہ جے پال کی مدد خلافت	۶۴	فرمانروایان ہما رہ
۹۴	اور سبکتگین کا حملہ ہندوستان		
۹۵	غزنوی کو دہلی کا بھراؤ و قوت		
۹۶	تک ترش زری کا حق		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۳	سلطان عبدالرشید	۸۶	محمود
"	نوشکین حاکم پنجاب	"	محمود کی ترک تازیان
"	سلطان فرخ زاد	۸۷	محمود کے حملے ہندوستان پر
"	سلطان ابراہیم	"	ہندوؤں پر حملہ آوری کا
۹۴	سلطان مسعود بن ابراہیم	۸۸	حقیقی سبب
"	سلطان ابراہیم	۸۹	صوبہ پنجاب کا نیا نظم
"	محمد باہیم والی پنجاب	"	محمود کو ہندوستان سے ایک لابلہ
"	بہرام شاہ	"	محمود کی رواداری
"	قلعہ ناگور پر قبضہ	۹۰	سلطان محمد
۹۵	محمد باہیم کی بناوٹ در زوال	"	سلطان مسعود
"	حسین بن ابراہیم والی پنجاب	"	احمد نیا نشکین
"	غزنی کی بربادی	"	سپہ سالار ناتھ
"	خسرو شاہ	۹۱	سالار تلک
"	غزنی سلاطین کا امن ہندوستان	"	ہندوستان کا خزانہ
"	ملک خسرو	"	ہندوستان کو دیا
"	راجہ جموں کی دعوت	"	غزنی و ہندوستان کے امراء
"	شہاب الدین غوری کو	۹۲	کی پالیسی میں اختلاف
۹۶	آل یکتائین کا زوال	"	سلطان مودود
"	غزنوی سلطنت کے خاتمہ میں	"	ہندوستان میں وطن اور دہرم کو
"	ہندو مسلم حکمرانوں کا اشتراک	"	پچانے کا نیا جذبہ
"	غزنوی سلاطین کے دور میں	"	بگڑ کوٹ کی بازیافت اور
"	ہندوستان میں اسلام و غلو کی ترقی	"	ہندوستان میں جذبہ سرت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	ہندوستان میں مستحکم سلطنت	۹۸	شہزاد
۱۰۹	سکی بناؤ تاسیس	۹۹	علامہ محمد بن وقضاۃ
۱۱۰	وفات	۱۰۰	شدخ
"	جانشین	۱۰۱	متنازعہ ایمان
۱۱۱	سیرت و کردار		حضرت سالار مسعود غازی (۱۰۲-۱۰۶)
"	علامہ و شادخ		استفسار
	سُلطان شہاب الدین کے قاتل	۱۰۲	سالار مسعود کے سوانح حیات کے مآخذ
مقتل مرقد (۱۱۲-۱۲۹)	قاتل	۱۰۳	نسب نامہ
۱۱۴	شہید کرنے کا سبب	۱۰۴	پیدائش
۱۲۲	مرقد	"	سنین کے اقتضات پر ایک نظر
"	مقتولوں کی تعداد	"	اجمالی سوانح حیات
"	مقتل	۱۰۶	شہادت
	موضع و جگہ کے متعلق کچھ		سُلطان شہاب الدین غوری (۱۰۶-۱۱۲)
۱۲۴	مزید معلومات	۱۰۷	غوری سلطنت
۱۲۵	سلطان کا نام	"	محمد غوری کی پیدائش
	کیا سلطان کا مرقد غزنین		ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی
۱۲۶	نہیں ہے		یا نہی میں سلطان شہاب الدین کی
	حکومت سلاطین و ملی (۱۳۰-۱۸۴)		ہندوستان پر حملہ آوری کے مقاصد
۱۳۰	سلطان قطب الدین ایبک	۱۰۸	قرامطہ کی بیخ کنی
		"	نزدیکی سلطنت کو مٹانا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۳	سلطان ناصر الدین محمود	۱۳۳	ایک کا عہد حکومت
۱۵۶	سلطان غیاث الدین بلبن	۱۳۴	ایک کے دور کے ممتاز اکابر
۱۵۷	برنگال کی بنیاد	۱۳۵	صلواتِ امت
۱۵۹	منگولوں کا تعلق ہندوستان سے	۱۳۶	آرام شاہ
۱۶۰	وفات اور جانشینی	۱۳۷	شمس الدین التمش
۱۶۱	معز الدین کی قیادت	۱۳۸	اخلاق و عادات
۱۶۲	بغیر اخاں اور کی قیادت کی ملاقات	۱۳۹	التمش کا عہد حکومت
۱۶۳	ملک نظام الدین کا زوال	۱۴۰	خوارزم شہ
۱۶۴	نئے تاجدار کا سوال	۱۴۱	وزراء
۱۶۵	شمس الدین کی پورٹ	۱۴۲	شیخ الاسلام
۱۶۶	علم و فضل کی ترقی اور	۱۴۳	قضاۃ
۱۶۷	اکابر و اعیان	۱۴۴	علماء و فضلا
۱۶۸	قضاۃ و صدر جہاں	۱۴۵	شعراء
۱۶۹	ممتاز اہل علم	۱۴۶	مشائخ
۱۷۰	مشائخ	۱۴۷	سلطان رکن الدین فیروز شاہ
۱۷۱	مملوک سلاطین کا دور حکومت	۱۴۸	رضیہ کی جانشین کا پس منظر
۱۷۲	ہندوستان پر مسلمانوں کے	۱۴۹	رکن الدین کی تخت نشینی
۱۷۳	حکم آور ہونے کے محرکات	۱۵۰	سلطان رضیہ
۱۷۴	نامسلمانوں کو ان کی زندگی کے	۱۵۱	معز الدین بہرام شاہ
۱۷۵	عام شعبوں میں عمومی آزادی	۱۵۲	سلطان علاء الدین مسعود
۱۷۶	ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ختم	۱۵۳	بلبن کا اقتدار
		۱۵۴	علاء الدین مسعود کا عہد حکومت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۰	حدود واریجہ	۱۸۰	ہندوستان کی حفاظت
"	دریا	"	حکومت کا ڈھانچہ
"	آب و ہوا	۱۸۱	حکومت کے شعبے
"	پایہ تخت	"	فوج
۱۹۱	ملاہس، اسپتال اور خانقاہیں	"	کابینہ و عدالت
"	شاہی محل	۱۸۲	ڈاک کا نظم
۱۹۲	دولت آباد	"	سلاطین کا طرز بود و ماند
"	ہندوستان کے تین خطے	"	اسلام کی اشاعت
۱۹۳	ولایات ہند	۱۸۳	علوم کی ترقی
۱۹۵	حیوانات	"	ایک نئے کچھر کی تخلیق اور
۱۹۶	پیداوار صفت و حرفت	"	انسانی آبادی کے طبقات
"	سکے	۱۸۴	تجارتی ترقی
۱۹۷	پیمانہ	"	ہندوستان کی مرکزیت
"	نرخ	"	عالم اسلامی میں
۱۹۸	نرخ کی عام ارزانی		ہندوستان اٹھویں صدی
"	سلاطین		ہجری میں (۱۸۵-۲۰۶)
۱۹۹	سلطان محمد بن تغلق شاہ	۱۸۷	ہندوستان کا تعارف
"	شاہی فوج	"	اقليم سندھ
"	سلطان حالت جنگ میں	"	منصورہ پایہ تخت سندھ
۲۰۰	ملازمین بارگاہ سلطانی	"	سندھ کے شہر
"	عمال شاہی	۱۸۸	
۲۰۱	جاگیر اور تنخواہیں	۱۹۰	تعليم ہند

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۶	دربار میں جشن عید کی تدبیر	۲۰۲	شاہی دسترخوان
۱۱	دعوت طعام اور محفل رقص و سرود	۱۱	ہفتہ وار دربار
	پٹھان اور مغل کی صہیت	۲۰۳	سلسلہ رسل و رسائل
(۲۱۷ - ۲۲۰)		۲۰۴	شاہی سفر
۲۱۷	لفظ پٹھان کی وجہ تسمیہ	۱۱	شکار
۲۱۹	مغل کی وجہ تسمیہ		سلطان و عمال سلطانی کے
۱۱	مغل، ترک و تاتاری کی اصلیت	۱۱	معمولات یومیہ
۲۲۰	کیا نیوں کا قدیم وطن	۲۰۶	محمد بن تغلق شاہ کا عہد حکومت
	پٹھانوں کی تاریخ کے مآخذ		عیدین کے مراسم اسلامی
(۲۲۱ - ۲۲۵)		(۲۰۷ - ۲۱۶)	ہند میں
۲۲۱	پٹھان قوم کا مفہوم	۲۰۷	عیدین کے مصالح
۱۱	افغانی مؤرخین کی کتابیں		عیدین کے موقعوں پر تفریحی
۲۲۲	تاریخ شیر شاہی	۲۱۱	مشاغل اور ان سے چشم پوشی
۱۱	خزینۂ افغانہ	۱۱	اسلام میں عید منانے کا طریقہ
۲۲۳	تاریخ داؤدی	۲۱۲	عید منانے کی اصل غات
۱۱	افغان شاہاں		ہندوستان میں عید کے ہنوار
۱۱	غیر افغانی مؤرخین کی تصنیفات	۱۱	خلعت کی تقسیم
	یورپین مؤرخین کی تصنیفات	۱۱	عید کا شاہی جلوس
۲۲۴	افغانی سلاطین پر	۲۱۴	شہنشاہ ہندوستان عید گاہ میں
		۱۱	شہنشاہ کا قربانی کرنا
		۱۱	عید کا دربار

صفحہ	مضمون
۲۲۲	تتبع طلب امور
۲۲۳	مولانا شبلی مرحوم کا بیان
۲۲۴	عالمگیر کے ہاتھوں مندروں کے انہدام کی حقیقت
۲۲۵	شاہجہاں کے زمانہ میں ہندوؤں کی زیادتیوں
۲۲۶	عالمگیر کے عہد میں مسلمانوں میں گراہی پھیلانے والے مرکز
۲۲۷	سرحد و ناٹھ سرکاری تلبیسوں باغیوں اور دشمنوں کی عبادت گاہیں
۲۲۸	عالمگیر کے عہد میں مندروں کے انہدام کے واقعات
۲۲۹	پرانے مندروں کا وجود اور ان پر عالمگیر کے اوقات اسلامی حکومت کے حدود میں بت خانے
۲۳۰	عالمگیر کے عہد میں پرانے مندروں کا احترام
۲۳۱	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۲	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۵	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۶	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۷	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۸	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۹	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۰	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۱	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۲	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۵	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۶	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۷	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۸	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۴۹	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۰	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۱	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۲	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۵	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۶	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۷	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۸	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۵۹	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۰	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۱	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۲	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۵	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۶	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۷	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۸	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۶۹	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۰	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۱	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۲	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۵	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۶	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۷	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۸	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۷۹	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۰	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۱	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۲	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۵	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۶	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۷	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۸	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۸۹	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۰	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۱	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۲	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۵	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۶	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۷	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۸	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۹۹	مولانا شبلی کا شکوہ
۳۰۰	مولانا شبلی کا شکوہ

صفحہ	مضمون
۲۲۲	شیرشاہ پرچند اور گناہیں
۲۲۳	گیتا کا منظوم فارسی ترجمہ (۲۲۴ - ۲۲۸)
۲۲۴	فیضی کی تصنیفات میں منظوم ترجمہ کا ذکر
۲۲۵	فیضی کی طرف منظوم ترجمہ کا انتخاب
۲۲۶	گیتا کا ترجمہ فارسی نسخہ
۲۲۷	گیتا اور مہابھارت
۲۲۸	منظوم ترجمہ کا نسخہ
۲۲۹	کیا عالمگیر کے عہد میں تاریخ نویسی قانوناً مجرم تھی (۲۳۰ - ۲۳۹)
۲۳۰	خانی خاں
۲۳۱	منتخب البیاد کا عہد تصنیف
۲۳۲	تاریخ نویسی کا سرکاری حکم
۲۳۳	عالمگیر کا جرم
۲۳۴	عہد عالمگیری کی تاریخی تصنیفات
۲۳۵	عالمگیر کے عہد میں مندروں کا انہدام (۲۳۶ - ۲۵۸)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۱	زمین کی پیمائش	۲۵۵	عالمگیر کے قدیم محسن
"	دانہ بندی اور پٹائی	"	سرجدو نافذ سرکار کے دعویٰ
۲۶۲	ہر موقع میں تحصیل وصول کا عملہ	"	سے رجوع
"	پہلی بند و بست دہ سالہ	"	شاہزادگی کے زمانہ کے
	ہندوستان کے عہد اسلامی میں	۲۵۶	اہد امانت
زکوٰۃ کا نظام (۲۶۳-۲۶۸)		"	ہندو مسلم رشتہ اتحاد کا
۲۶۳	عہد وسطیٰ میں اسلامی حکومتوں	۲۵۷	ایک اصول موتی
"	کے مالی نظام کی ود عملی	"	حقیقت کی ایک کرن
۲۶۴	سندھ کی پہلی اسلامی حکومت		عہد مغلیہ کے مناصب ہفت ہزاری
"	کا مالی نظام		وغیرہ (۲۵۹-۲۶۰)
"	فیروز شاہی دور میں زکوٰۃ		مناسب کی ابتداء اور
"	کا نظام	۲۵۹	ان کا مدعا
"	فیروز شاہ کا اصلاحی قدم	"	مناصب کے قائم کرنے کا اصول
"	نامشروع محصولوں	۲۶۰	منصب داروں کی قسم
"	کی تحصیل کی ممانعت اور	"	تنخواہوں کے اعتبار سے
"	شرعی محصولوں کی وصولی		ہندوستان کے عہد اسلامی میں لگزار
۲۶۷	بیت المال کی مجموعی آمدنی		کی تشخیص اور تحصیل کا انتظام
"	وظائف		(۲۶۱-۲۶۲)
"	اکبری دور میں زمینوں کی تقسیم	۲۶۱	پیداوار کی جانچ
"	شرعی اصطلاحوں	"	سکوں کی شکل میں وصولی
"	کے مطابق		

صفحہ	مضمون
۲۷۷	تحصیل کی ابتداء
۲۷۸	ہمالیوں کے عہد میں تعلیمی ترقیاں
۲۷۸	عہد اکبر میں تعلیمی انقلاب
۲۸۰	جہانگیر کے دور میں تعلیمی ترقیاں
۲۸۱	شاہجہاں کے دور کی تعلیمی ترقیاں
۲۸۲	نوسلوں کی تعلیم کا انتظام
۲۸۴	عالمگیر کے عہد کی تعلیمی ترقیاں
۲۸۸	دور زوال
۲۸۸	بہادر شاہ کے دور کے
۲۸۸	چند مدارس
۲۹۱	تعلیمی انحطاط

۲۹۱	بنگال و بہار میں عہد نظامت
۲۹۱	دیوانی اور برطانوی اثر و اقتدار
۲۹۱	سکا آغا — (۲۹۳-۳۰۳)
۲۹۴	منلوں کے عہد میں بنگال کا الحاق
۲۹۴	بنگال کے صوبہ داروں کے دور
۲۹۴	صوبہ کی وسعت اور اس کا دارالسلطنت
۲۹۴	ناظم و دیوان یا گورنر
۲۹۴	اور وزیریاں

صفحہ	مضمون
۲۹۸	عالمگیر کے دور کا نظام
۲۹۸	ہندوستان کے عہد اسلامی کی تعلیمی زندگی (۲۹۹-۲۹۲)
۲۹۹	ہندوستان میں اسلامی تعلیم کی ابتداء
۲۹۹	ہندوستان میں اسلامی مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت
۲۹۹	ہندوستان میں مدرسوں کی تاسیس کا رواج
۲۹۹	فیروز شاہ کے عہد میں تعلیمی ترقیاں
۲۹۹	مدرسہ فیروز شاہی
۲۹۹	عہد فیروز شاہی کے دیگر مدارس
۲۹۹	غلاموں کی تعلیم کا انتظام
۲۹۹	لڑکیوں کے مکتب
۲۹۹	سلاطین بہمنی کے تعلیمی خدمات
۲۹۹	آٹھویں صدی ہجری کے
۲۹۹	چند ممتاز اساتذہ
۲۹۹	عہد خجی میں تعلیمی ترقیاں
۲۹۹	لوہیوں کے عہد کی تعلیمی ترقیاں
۲۹۹	ہندوؤں میں فارسی زبان کی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۴	حضرت مینا مشہدی		بنگال میں برطانوی اثرات
۳۰۵	قاضی سید منصور	۲۹۸	کی ابتداء
	حضرت سید علی ہدائی		بنگال کے ناظم و دیوان کے
	مصاہرہ تعلقات	۲۹۹	اختیارات کی
	حضرت مخدوم الملک بہاری		موردی نظامت
	آب گلہ میں		شجاع الدین
	قاضی سید احمد علی		سرفراز خان
۳۰۶	منشی سید ارشد علی	۳۰۰	علی وردی خاں
	قاضی سید اکرم امام		سراج الدولہ
	مرحوم		برطانوی اثر کی ترقی اور
	قاضی سید مظاہر امام		پائیداری
	علیہ الرحمہ		آب گلہ کا گورنریاں (۳۶-۳۴)
	روح مزار کا ایک		آب گلہ
۳۰۷	کتبہ	۳۰۴	

مقدمہ

— از —

جناب انریسل ڈاکٹر سیاح محمد صاحب ام لے، اپنی اپنی "ذیہ ترفیات" حکومت بہار

مولانا سید ریاست علی ندوی داراللمصنفین اعظم گڑھ کے مشہور و ممتاز

رفقار میں تھے، ارباب علم ان سے اچھی طرح واقف ہیں، اور بھی حال تک وہیں سے

البتہ تھے عہد اسلامی کا ہندوستان، ان کے مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں سے

بیشتر حصہ وقتاً فوقتاً معارف میں شائع بھی ہو چکے ہیں، اور اب ان کو تاریخی ترتیب

دے کر ہندوستان کے عہد متوسط کا آئینہ وار بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابتدا

میں تمہیدی طور پر ہندوستان کے عہد قدیم کا اجمالی ذکر بھی کیا گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی تاریخ کا متوسط عہد جو افغان اور عربوں

کا زمانہ ہے، جس کو عام طور پر اسلامی عہد کہا جاتا ہے، اب تک صحیح ترجمانی کا محتاج ہے

اگر یوں کے عہد حکومت میں جو تاریخیں اس دور کی مرتب کی گئیں، ان کی اصل غرض

وغایت مسلمان بادشاہوں کی سیماہ اور پھیلاؤ کی تصویریں دکھانا اور بادشاہوں کی خصوصیات اور

عام مسلمانوں سے عوامانہ نفرت پھیلانا تھا، اگرچہ کچھ اہل علم حضرات نے تصویر کاروں کو شرف

بھی دیکھنا شروع کر دیا تھا، چنانچہ مولانا شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے

بعض اہم تاریخی مغالطوں کو دور کرنے کی کوشش کی اور پھر علامہ سید سلیمان

صاحب نے اسی طرح مولانا سید ریاست علی ندوی نے بھی ایک سعادت مند

شاگرد کی حیثیت سے اسی ہیج سے ان مضامین میں "عہد اسلامی" کی صحیح ترجمانی کرنے

کی کوشش کی ہے۔

ہندوستان میں پہلے پہل جو پُر امن مسلم نوآبادیاں قائم ہوئیں ان کا ذکر اس

مجموعہ میں اگرچہ محل و مختصر ہے۔ مگر وہ ہمارے لئے نہایت ہی سبق آموز ہے۔ عام طور پر اس عہد کی تاریخوں میں اس کا محل ذکر بھی نہیں ملتا ہے۔ مسلمانوں نے کس قدر پُر امن طریقوں پر اس ملک کے تمام ساحلی علاقوں پر اپنی نوآبادیاں قائم کیں اور نہایت ہی اتحاد و امن کے ساتھ اس ملک کے قدیم باشندوں میں مل جل کر اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور اپنی تجارت کو فروغ دیتے رہے۔ اور مقامی حکمرانوں کو بھی اپنے برتر اخلاق کی وجہ سے اپنا گرویدہ بنائے رکھا ہے۔ یہ مباحث اس کتاب کے روشنی میں آتے ہیں میں نے اس کتاب کو اکثر مقامات سے پڑھا اور سرسری طور پر پوری کتاب پر نظر ڈالی، لائق موصفت کی محنت قابلِ تعریف ہے۔ لیکن کتاب کی ترتیب کسی قدر نظر ثانی کی محتاج تھی۔ مثلاً بعض تاریخی مباحث کو زیادہ طوالت دی گئی ہے، جیسے عالمگیر کا بناؤ ہندوؤں کے ساتھ اور ہتواروں کے برتنے کی تفصیل، ان مضامین پر پہلے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مولانا سید صاحب نے بھی ان کو آج سے اٹھارہ برس پہلے لکھا تھا۔ اس لئے اس وقت کے لحاظ سے موزوں تھے۔ تاہم اب ان مضامین کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان مضامین کے ذریعہ سے بہت سی غلط فہمیوں کے دور ہونے میں رفتہ رفتہ کیسی مدد ملی ہے۔

دوسری ضرورت اس امر کی نظر آتی ہے کہ نفسیاتی طور پر تمام عہد افغان کی تاریخ کی تشبیح و ترجمانی کی جائے۔ ایک عہد دوسرے عہد سے تاریخی اور نفسیاتی تسلسل رکھتا ہے۔ اور عہد بہ عہد کے ذہنی رجحانات کو نمایاں طور پر دکھانا اور حاکم و محکوم کی مزاحیہ کیفیتوں اور ملکی واقعات کو سامنے رکھ کر احکام کی توجیہ کو سامنے لانا، دور حاضر کے مورخ کے اہم فرائض میں سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس کہ اب تک دفاتر عالمگیر سے ایسا کتابچہ اپنی حکومت کی ابتدا کا جس کے عہد کی تاریخ پر مفصل فلسفیانہ نگاہ نہیں ڈالی گئی جس سے یہ نفسیاتی کلیہ قرار پاتا ہے کہ اپنا کے دین اور سردارانِ ملک ہند، مرہٹہ، سکھ، اور راجپوت خاتمے ملک کے مرکزی سیاسی اقتدار (خبر) شہنشاہِ ہند خود غرض نہ جذبات سے ضرب لگانا شروع کر دیا تھا۔ اس نتیجہ تھا کہ یہ انداز اور دولت مند آئے تھے۔

حقیقتاً معنوں میں ایک غیر ملک اور غیر قوم (انگریز) کی مدد میں چکر بند ہو گیا۔ یہی ہے

بظاہر ہم بھی ابھی کچھ قربانیاں نکل کر آزاد ہو سکے ہیں۔ خدا اس آزادی کو برقرار رکھنے کی توفیق دے۔
یہ مختصر اشارات محض اس لئے کئے گئے ہیں تاکہ نوجوان و صلہ مند، صاحب نظر و یقین قلم
نمائیں اور اس کی کو پورا کریں۔

مجھے امید ہے کہ مولانا ریاست علی صاحب کی تالیف ان کو اس قسم کے مطالعہ کی طرف
اور بھی زیادہ متوجہ ہونے کا موقع دیگی۔ موجودہ انقلابات کے پیش نظر ضرورت ہے کہ تاریخ ہند کے
اس باب کو مستقل طور پر ایک تالیف میں جمع کیا جائے تاکہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلیں
اس نقش قدم پر چلنا سیکھیں۔ ”ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی حیثیت“ کیا
تھی؟ اس کی صحیح ترجمانی کتاب کے صفحات ۱۶۹-۱۷۹ میں آپ پائیں گے۔ یہ نہایت صحیح ہے
کہ دراصل یہاں مسلمانوں نے جس سلطنت کی داغ بیل ڈالی تھی وہ مذہبی حکومت کے
بجائے غیر مذہبی اور غیر جانبدار (سکولر سٹیٹ) تھی۔ پروفیسر حبیب اللہ کی کتاب کا جو
اقتباس صفحہ ۱۷۹ میں درج کیا گیا ہے اس کو ہمیں غور سے پڑھنا چاہیے

”اسلامی حکومت“ کے غلط اطلاق نے، اس ملک میں مسلمانوں کے خلاف منافرت و
انتقام کے نہایت غلط جذبات پیدا کر دیئے ہیں جن کو مٹانا ہمارا فرض عین ہے۔ اور ضرورت
ہے کہ ایسے مضامین ملک کی اور زبانوں میں بہ کثرت شائع کئے جائیں۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ
طبقہ کو بھی اس دور کی تاریخ کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اب ضرورت ہے کہ ایسی تالیفیں خاص طور پر ہندی رسم الخط میں بھی شائع کر لائی جائیں
تاکہ ان کے مطالعہ سے اکثریت کے طبقات بھی متاثر ہو سکیں۔ مجھے امید ہے کہ مولانا ریاست علی
ہندی کی یہ تالیف شوق سے پڑھی جائے گی۔ اور حضرات ذوق اس کے مواد کو اپنے
تاریخی مضامین اور کتابوں کے لئے استعمال کریں گے۔ یہ ہر طرح پر ایک مفید اور کارآمد
تاریخی تالیف ہے۔ اور اس کو ہماری تاریخ اور ادب کی معیاری کتابوں کے سرمایہ
میں ایک بہتر اضافہ کہا جاسکتا ہے۔

خاکسار

سید محمود ۱۷ مئی ۱۹۵۷ء



ہندوستان کے عہدِ قدیم کا اجمالی نظارہ

”عہدِ اسلامی کا ہندوستان“ اسی وقت درخشاں نظر آئے گا، جب قدیم ہند کا بھی ایک مرقع ہماری نگاہوں کے سامنے آجائے۔

ہندوستان عہدِ قدیم سے تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہو، دریائے سندھ کی وادی اور جنوب پنجاب میں سلسلہ ۱۹۲۲ء میں جو آثارِ قدیمہ زمین کی تہ سے برآمد کئے گئے ہیں۔ ان سے ہندوستان کی قدیم تہذیب کا نشان بہت اونچا ہو گیا ہو۔

ہند کے اصل باشندے | ہند کے اصلی باشندے یہاں آریوں بلکہ ڈراوڑیوں کی آمد سے پہلے شمال و جنوب ہند کے ایک بڑے حصہ میں پھیلے ہوئے تھے وہ سیلون، سوماترا، اور اسٹریلیا کے اصل باشندوں کے ہم نسل تھے۔ اور ”دلیور“ انڈینوز کے نام سے یاد کئے گئے ہیں، ہندوستان کے ایک مورخ کا خیال ہے کہ شاید دلیور وہی ہیں۔ جو اب بھیل کہہ جاتے ہیں، اور ”مینور“ ”مینا“ کہلائے، تیسرے قبیلہ ناگ تھا، یہ پہاڑی باشندے آج بھی اسی نام سے آسام کی پہاڑیوں میں آباد ہیں، ان وحشی قبیلوں کی آبادی ڈھائی کروڑ کے قریب ہو۔ اور ان میں کا بڑا قبیلہ چھوٹا ناگ پور اور اڑیسہ میں ”سنتال“ کہا جاتا ہے، اور ان ہی لوگوں نے اب اپنا نام ”آدی باسی“ یعنی قدیم باشندے رکھ لیا ہے۔

ہندوستان میں آباد ہونے والی قومیں

ڈراوڑی | باہر سے آنے والی قوموں میں پہلا نام ”ڈراوڑیوں“ کا ہے،

یہ آریوں کے یہاں آنے سے چار ہزار برس پہلے تمام ہندوستان میں چھائے ہوئے تھے، آریوں کے بعد یہ شمالی ہند سے ہسٹ گئے اور جنوب ہند میں پناہ لی، مہنجودارو اور ہڑپا کے شاندار تمدن کے مالک، یہی ڈراوردی تھے، جس میں پانچ پانچ منزل کے عالی شان محل ہر آمد ہوئے ہیں، مبصرین نے ان کے زمانے کی تعیین ۳۲۵۰ سے ۲۸۰۰ ق م تک کی ہے، اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے، ڈراوردی قوم اس تمدن کے پیدا ہونے سے کئی ہزار برس پہلے ہندوستان میں آچکی تھی اور کم سے کم ایک ہزار برس میں تمدن کے یہ اعلیٰ مدارج اپنے عروج پر پہنچے ہوں گے جس میں ان کی دفن قطع، لباس زیور، بودوباش سب ہی میں تمدن کی لطیف نزاکتیں موجود ہیں۔

- آریا | ہندوستان کی سرزمین پر آکر آباد ہونے والی دوسری قوم آریا کہی جاتی ہے، انھوں نے ڈراوردیوں کو ہٹا کر اپنے قدم جمائے، ان کا قدیم تعلق "انڈو جرمن" نسل سے ہے، وسط ایشیا سے اس نسل کے مختلف قافلے مشرق و مغرب میں چلے، ہندوستان میں ان کے آنے کا صحیح زمانہ سنہ ۲۵۰۰ ق م سمجھا جاتا ہے اور ان کا آخری قافلہ ہندوستان میں تقریباً سنہ ۱۵۰۰ ق م میں آیا تھا۔

آریوں کا ابتدائی تمدن سادہ تھا، ان میں تمدن کی تکمیل جو کچھ ہوئی وہ ہندوستان ہی میں ہوئی، وہ ہندوستان میں مستقل تمدن کے بانی بنے، یہیں ان کی سیاسی تنظیم ہوئی وہ دوسری قوموں کو ہٹا کر یہاں آباد ہوئے، اس لیے ان کے رزمیہ کارنامے بہت روشن ہیں، پھر ان میں قبائلی تقسیم پیدا ہوئی، اور ذات پات کی تفریق قائم ہوئی۔ اور اس سے بہت سے مسائل پیدا ہوئے، ویدان کا مقدس صحیفہ قدادہ فاروقی عنک زمین، آسمان، سورج، چاند، آگ، پانی کے پرستار تھے، مہا بھارت اور رامائن ان کی قابل قدر رزمیہ داستانیں ہیں، پھر رگ وید، یجور وید، سادھو، اپنشد لکھی گئیں۔

آریوں کی قدیم سلطنت، (گندھارا، جہلم، گجرات، سندھ، مکران، بلوچستان، کشمیر، پنجاب، اودھ، اسی طرح مگدھ کا پانچ تخت اندر پرست (نزد دہلی) تھا، پنجابی کی مذہبیت اور دھرم، اسی طرح مگدھ

یامت سیس، سورین (پایہ تخت لاہور یعنی متھرا) اوتی (اوچین، موچین) دیسیا،
 نزد مظفر پور و متھلا، کوسل کی سلطنت بساوتی (نزد گورکھپور) یہاں کی قدیم ترین
 حکومتیں تھیں، پھر مگدھ (بہار) کی سلطنت کا دور آیا، سیس ناگ اور نندا خاندانوں
 کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ راجہ ہم بسا ناگ سیس کی پانچویں پشت میں تھا، دردھو مان
 ہما بیر خنتری پتر اسی راجہ کے ہم عصر تھے۔ یہ چھتری امیر زادے جین مت کے بانی
 تھے۔ مگدھ ہی میں انھوں نے وفات پائی، ان کی سادھو راج گیر کے قریب مرجع خلایق
 ہی، پھر اسی زمانہ میں ساکی مہی گوتم بودھ کیل دست (ضلع بستی یوپی) میں پیدا ہوئے
 اور مگدھ کی تیرتھ گاہ گیا جی میں پیل کے درخت کے نیچے گیان حاصل کیا، اور جیسا کہ مناتھ
 دت نے دلائل سے دکھایا ہے، وہ کرشن جی کی طرح پختہ موجد تھے۔

اس کے بعد موریہ خاندان کے عروج کا دور آیا اور مگدھ کی سطوت و سلطنت
 کا سایہ پورے ہندوستان پر چھا گیا، ان ہی کے زمانہ میں یورپ کی نئی قوم سکندر اعظم
 کے زیرِ علم ہندوستان میں آئی اور واپس چلی گئی، پھر ایرانیوں نے بھی یہاں کچھ فتوحات
 حاصل کئے۔ مگر وہ بھی قوم جہانہ سکے۔ مگدھ کی سلطنت (پایہ تخت راج گیر نزد بہار منہ)
 اور موریہ خاندان کے عروج کا دور آریائی ندرن کے شباب کا زمانہ تھا، جین اور بدھت
 کو اس دور میں بڑی ترقی ہوئی، چندر گپت اور اشوک جیسے جلیل القدر فرماں رواؤں
 کے نام کے سامنے، عقیدت سے نگاہ جھکتی ہے۔

چندر گپت ہی ہی ہس نے یونانی سلوکس کی ہٹا کر افغانستان تک قبضہ جمایا، چندر گپت
 کے برہمن ذریعہ جانک سے اصول حکمرانی پر "ارتھ شاستر" لکھی، جس کا نسخہ میور کے کتب خانہ
 سے برآمد ہوا، یونانی سفیر نکاس تھینز کا بیان ہے کہ چندر گپت کے شاہی محل آئرش وزیر کاش
 اور شان و شوکت میں سوس دھمیان کے شاہی محلات سے بڑھے ہوئے تھے، ستون و درواں
 پر سونے کا پانی چڑھا کر ان پر سونے چاندی کی ملیں چڑھائی گئی تھیں۔ اور ان کا مشاغل پر
 زخم سر اٹھایا رکھائے گئے تھے۔ پایہ تخت پٹلی پتر کی شہر پناہ میں ۶۳ دروازے

اور ۵۰ برج تھے تفصیل کی خندق کے لیے سون کا پانی لایا گیا تھا۔
 اشوک کے دور میں جتنی بڑی سلطنت ہوئی ہندوستان کے پورے زمانہ تاریخ میں
 اس سے بڑی سلطنت نہیں ہوئی تھی اس کی فتح کی یادگاروں کے کتبات دستیاب
 ہو چکے ہیں، وہ آخر میں بودھ مت کا پیرو ہو گیا۔ اور اس مشن کی تبلیغ کے لیے تبت
 فارس، چین، مصر، یونان میں مبلغ بھیجے، اشوک کے لاٹ شہرت رکھتے ہیں، اس
 کے کتبات چٹانوں پر اور غاروں میں جو ضلع گیانی سٹیشن سیلا کے قریب واقع ہیں، اسی
 طرح مختلف میناروں پر ہیں، اب تک ۳۴ کی تعداد میں برآمد ہو چکے ہیں۔ یہ کتبے جس
 علاقہ میں ہیں، وہ وہیں کی بولی اور پر اکرت میں ہیں جو اس حصہ ملک میں رائج تھی
 ہندوین یونین نے اشوکا ہی کے چھوٹے سایہ میں اپنا قومی نشان پایا
 موریا خاندان کے خاتمہ کے بعد ملک میں طوائف الملوک کی پھیلی، مختلف نسل کے،
 مختلف خاندان، ملک کے مختلف حصوں میں، مختلف ناموں سے برسرِ اقتدار آئے
 اور ان میں خانہ جنگیاں بھی ہوئیں۔ برہمنوں کو دوبارہ فروغ ہوا، سنگ کا نوا آئینہ
 ممتاز حکمران خاندان تھے، پھر اسی دور میں ہندوستان کی مغربی سرحد پر یونانی نسل
 کے شاہان باختر دکھڑیا، اور پار تھیکہ کو عروج حاصل ہوا، پھر سستھی اور یوچی اور
 کشان ترکمانی قبیلے آگے بڑھے، گندھاریس، کدسیس، اداجتن، بھو مکا اور راجہ
 کنشک نامی حکمران اور صوبہ دار گذرے ہیں۔ انھوں نے صدیوں تک حکمرانی کی، یہاں
 تک کہ باٹلی پتر (ٹپن) کے راجہ سمندر گپت نے ان کا خاتمہ کیا۔ اور گڑھ کی سلطنت
 نے اس نئے دور میں پورے ملک ہندوستان کی سیاست میں ایک اثر انداز حیثیت
 اختیار کر لی۔

۱۔ آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا، ص ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱

مگدھ سلطنت کو دوسرے دور میں گپت خاندان کے ہاتھوں فروغ حاصل ہوا، سندھ گپت، چندرگپت ثانی یا راجہ بکرماجیت نے اس سلطنت کو ہندوستان کی عظیم الشان سلطنت بنادیا، اس دور میں ہندوستان میں پودھ مت کو زوال اور برہمنی مت کو نیا عروج حاصل ہوا۔ قدیم زبان سنسکرت کے احیاء کی خدمت انجام پائی، تمدن میں نوک و نعل، نکلے، سنگ تراشی و نقاشی میں کمال پیدا ہوا، اجتنا کی نقاشی اسی دور کا نمونہ ہے، کہا جاتا ہے کہ مشہور شاعر کالی داس اسی بکرماجیت کے نورتن ہیں شامل تھا، یعنی سیاح فاریاں اسی کے زمانہ میں آیا تھا، جس کا سفرنامہ اس عہد کی قابل قدر تاریخ ہے۔

سکندر گپت اسی خاندان کا آخری تاجدار ہے، جو وسط ایشیائے آسنے والے ایک نئی قوم "ہوں" کے سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکا، اس کی سلطنت مگدھ میں محدود ہو کر رہ گئی اور پوری سلطنت پر ہونوں کا تسلط قائم ہو گیا، ۳۵۰ء میں مگدھ کی گدی پر پور گپت کا بیٹا نرم گپت بالادیت بیٹھا، اس نے گپت خاندان کا نام نئے سلسلے سے اونچا کیا اس نے ہونوں کو مالوہ کے راجہ جس دھرم کی مدد سے مالوہ میں شکست دیا، ۱۵۰ء میں ترکوں نے خرید مددیہ کی، کہ ہونوں کے صدر مقام پر ان کا تختہ الٹ دیا جس کے اثر سے ان کے ہندی مقبوضات بھی ان کے ہاتھ سے نکل گئے، اس قوم کے جو لوگ ہندوستان میں بچ رہے، وہ یہاں کی نسل اور آبادی میں گھل مل گئے۔ اسی لیے آریوں کو اکال الامم (قوموں کو کھانے والی قوم) کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے، نرم گپت کے دور کے علمی مرکز نانندانے شہرت دوم حاصل کی، یہ علمی ادارہ اسی کے ہاتھوں تعمیر پایا تھا جس کے آثار آج عقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

آگے چل کر ساتویں صدی کے آغاز میں قنایسہ کے حکمران خاندان کو عروج حاصل ہوا، راجہ ہرش دروہن ۶۰۰ء میں تخت نشین ہوا، اور اس نے پورے ہندوستان کو ایک چھتر کے نیچے لانے کی آرزو کی، ہرش کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، شمالی ہند میں مشرقی بنگال کے علاوہ وسیع علاقہ میں اس کا علم لہوانے لگا، پھر ساٹھ ہزار

جنگی اٹھی اور ایک لاکھ شہسواروں سے اس نے دکن کی چاکلیہ سلطنت کو زیر و برباد کر ڈالا
 چاہا۔ مگر چاکلیہ خاندان کے حکمران پلکسین پانی نے نواب احمد علی کے کنارے اس سیلاب کو روک دیا، لیکن
 انجرات اور مغربی مالوہ نے اس کے قدم چومے اور ۱۶۲۷ء میں گنجام (شمالی کلنگ) کو اس
 نے زیر نگین کیا، وہ جو دھرت کی طرف اٹل تھا گوشت خوری اور جانور کشی کی سختی سے ممانعت
 تھی اور خلات درزی میں موت تک کی سزا دی جاتی تھی، اس کو زہم کے ساتھ نرم میں بھی تیار
 حاصل تھا، وہ صرف، بخود کئی نظموں کا مصنف تھا، ”ناگاند“ ڈراما اسی کا لکھا ہوا ہے، جو
 ہند کے قدیم ناٹموں میں بہترین سمجھا جاتا ہے۔ چینی سیاح نے اس کی مدح سراہی کی ہے، اس
 عہد کی یقیناً تہذیب کو سنسکرت زبان میں، تیار حاصل ہے، مشہور چینی سیاح ہوین چنگ کی دور
 میں ہندوستان آیا تھا۔ اور اس دور کے قابل قدر تاریخی حالات اس کے سفر نامہ میں
 محفوظ ہیں۔

اسی دور میں ہندوؤں کی آخری مذہبی کتابیں مہا پران (۵ اعداد) آپ پران
 (۸ اعداد) تصنیف ہوئیں، مہا پرانوں میں ۴ لاکھ اشعار ہیں، پران دراصل کائنات کی
 فلسفیانہ مگر افسانہ آمیز تاریخیں ہیں، یہ حقیقت میں قدیم تصنیفیں و روایات کے مجموعے
 ہیں، لیکن ان کی حیثیت مہا بھارت وغیرہ رزمیہ نظموں سے فروتر ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ راجہ ہرش کے حکومت سے، موجودہ زمانہ کی طرح مشرق
 میں مشرقی بنگال اور مغرب میں پنجاب۔ سندھ اور بلوچستان خارج تھے یہ علاقے ہندو
 کی سرحد سے علیحدہ ہو چکے تھے۔

سندھ میں ایک مضبوط خود مختار سلطنت قائم تھی، بلوچستان بھی اس کے مقبوضات
 میں داخل تھا۔ سندھ کا یہ حکمران خاندان شودر ذات کا اور بدھ مت کا پیرو تھا۔ اس
 مختاندان کا مہاراس رائے وہ پہلا حکمران تھا جس کے زمانہ میں شتر سواروں کا ایک نیا قافلہ
 ہندوستان میں رہ جانے کے لیے مغرب سے آیا۔ اور اپنی زندگی عمل، اور عقیدے کے اقدار
 سے اپنے ساتھ لایا۔

عرب اور اردو دیوں اور آریوں کے بعد عربوں کا یہ اتافلہ تھا، جو ہندوستان کی سرزمین میں آیا، اور اپنی زندگی کے ناقابل فراموش نقوش یہاں کے چپہ چپہ پر قائم کئے یہ سامی نسل کے تھے، باہر سے آنے میں سامی دایرین دونوں نسلوں کا حال یکساں ہو آریوں کا آخری قافلہ ہندوستان میں تقریباً سنہ ۱۰۰۰ ق م میں آیا، اور عربوں کے یہاں آنے میں اس زمانہ کو علمیہ کر دیا جائے۔ جب وہ اسلام کے ظہور سے پہلے یہاں آئے تھے جس کا سلسلہ سنہ ۱۰۰۰ ق م تک پہنچتا ہو، تو بھی مسلمان عربوں کا پہلا قافلہ سنہ ۶۱۰ء میں یہاں آگیا تھا۔ اس طرح آریوں کے آخری اور مسلمانوں کے پہلے قافلہ کی آمد کے زمانہ میں صرف ایک ہزار برس سے کچھ اوپر کا فرق رہتا ہو، جو قوموں کی تاریخ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں، یہ بھی اشارہ کر دینا مناسب ہو کہ یہ فرق اس سے بھی کم ہو۔ جو ڈراور دیوں اور آریوں کے ہندوستان سے وابستہ ہونے کے درمیان میں پڑتا ہو۔

ہندوستان میں مسلمان دورا ہوں سے آئے۔ ایک سندھ کی راہ سے، دوسرے سرحد کے مغربی دروں کو پار کر کے پھر سندھ سے بری و بحری دونوں رستوں سے ان کی آمد و رفت کا سلسلہ قدیم سے قائم تھا، جب مسلمانوں نے پہلی مرتبہ اس ملک پر حملہ کیا تو دیکھا کہ گزرانہ سندھ میں شہر درخاندان کا تاجدار سہر اس رائے جو راجہ ہرش کا ہم عصر تھا۔ ان عربوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بیٹے ساہی نے عربوں کے مقابلہ کی تیاری کی اور وہ بھی جنگ میں کام آیا۔ اس کے بعد برہمنوں کا ایک خاندان برسر حکومت آگیا، اس کا مؤدب پچ راجہ ساہی کا وزیر تھا اور گدی کو خالی پا کر اس پر براجمان ہو گیا تھا، راجہ داسہر اس کا بیٹا تھا، جس کے زمانہ میں عربوں نے سندھ کی فتح کی تکمیل کی اور سنہ ۱۱۹۱ء میں محمود غزنوی کے ہاتھوں میں جانے سے پہلے تک یہاں عربوں کی منظم حکومت قائم رہی، سندھ کی اس عربی سلطنت نے اسلام کو ہندوستان میں سیاسی طاقت سے آہستہ کرنے کا تصور اپنے سامنے نہیں رکھا، لیکن ان کے دور کے تمدنی آثار و نشانات کی ناقابل محو یادگاریں قائم ہوئیں، سندھ کے ان اسلامی حلیوں اور سندھ کی اسلامی سلطنت کا اجمالی خاکہ زیر نظر مجبوراً ہم کے ایک مقالہ میں آج بھی جس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کی داغ بیل چھپنے کا حال آشکارا ہوگا

ہندوستان کے مغربی دروں سے آنے والی مسلم قوموں میں ترک قبائل ہی ترکوں کی ہندوستان سے بلا ارادہ دوستی کا ایک مظاہرہ اس وقت ہو چکا تھا، جب ۱۱۷۷ء میں انھوں نے ہونوں کے پابیتخت کو لے کر ہندوستان کے راجاؤں کی مدد کی تھی اور ہندوستانی مقبوضات پر ہندوستانی راجاؤں کاٹے سر سے قبضہ ہوا تھا، اس وقت تک اسلام کا ظہور نہیں ہوا تھا اسلام کے ظہور کے بعد ترکوں میں بھی اس کی اشاعت ہوئی۔

ترک آٹھویں صدی عیسوی میں وسط ایشیا میں ترکوں کے چند جاں باز قبائل اسلامی سلطنت کا علم بلند کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور جلد ہی وہ ایران، عراق اور افغانستان پر چھا گئے۔ پھر ان کے اقبال کا ستارہ بڑھتا ہوا ہندوستان کے افق تک پہنچا اور اس ملک کے مغربی حصہ کو دریائے رادی تک یہاں سے علحدہ کر کے غزنی کی مضبوط مرکز کا حکومت سے اس کا رشتہ جوڑ لیا۔

غزنویوں نے تقریباً دو سو برس تک پنجاب کو ہندوستان سے علحدہ کر لیا تھا۔ وہ کابل کی ہندو حکومت کا پہلے خاتمہ کر چکے تھے اور دودھادیوں کے لیے پنجاب کو اس طرح یہاں سے علحدہ کیا کہ گویا اس کا نام ہندوستان کے نقشہ سے نکل گیا۔

سندھ کے عربوں کو شودروں اور برہمنوں کی حکومتوں سے سابقہ پڑا تھا۔ لیکن شمالی ہند کے فاتح ترکوں کو راجپوت حکومت سے واسطہ پڑا۔ جن کی محکم حکومت کی سلطنت شمالی ہند پر چھائی ہوئی تھی، اور ان کا ہمدردی کے کارناموں سے ہندوستان کی نفسا گونج رہی تھی۔ اس لیے ترکوں اور راجپوتوں دونوں کو اپنی تلواروں بھروسہ تھا اور اسی کے سہارے وہ ایک دوسرے سے میدان کو صاف کرنے کا تہیہ کر کے لڑنے کے لیے جنگ میں اُترے تھے۔ تلوار دونوں کو پیاری تھی اور دونوں اس پر اعتماد کرتے تھے، دونوں کے اپنی اپنی جگہ کھیلے کارنامے تھے اور دونوں ہی کے بل بوتے پر آخری فیصلہ کرنا جانتے تھے اور ان ہی دونوں ہمدردیوں کے کارناموں سے ہندوستان کے عہدِ بلائی کا ابتدائی دور مسموم ہو

مناجیک | غوری خاندان جس نے ہندوستان میں آگے چل کر اپنی حکومت قائم کی

”تاجیک“ عرب و ایران کی مخلوط نسل سے تھے، یہ تاریخ میں اپنے آبائی انتساب سے آل شنب بھی کہے جاتے ہیں، یہ قبیلہ خراسان سے اٹھا۔ اور گرد و نواح پر بھپایا ہندوستان سے اس کا تعلق اس وقت پیدا ہوا، جب یہ اسلام قبول کر چکا تھا، اور عرب عام میں غوری کہا جاتا ہے۔

پٹھان | ان کے بعد لودھیوں پٹھانوں کی آمد ہوئی یہ بھی اسلام لانے کے بعد ہی ہندوستان میں وارد ہوئے ان کی نسل و اصلیت پر اس مجموعہ میں متقل ایک تحریر موجود ہے۔ اس لیے یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

تیموری مغل | پھر ہندوستان سے تیموریوں کا تعلق پیدا ہوا، ان کی اصل کے متعلق بھی ایک تحریر اس مجموعہ میں موجود ہے۔ مغلوں کا ہندوستان سے گہرا تعلق قائم رہا اور ہندوستانی کلچر کی تخلیق میں ان کا اہم حصہ رہا، اور اس دور میں ہندوستان نے ایک شاندار علمی و تمدنی منزل طے کی اور ہندوستانی زندگی کے مختلف شعبے ترقی کر کے نئے رنگ و روپ میں نکھر آئے۔

یورپین | اس کے بعد ہندوستان میں یورپین کے قدم پہنچے ان میں سے انگریزوں نے ان کی سلطنت کے چراغ کو گل کر کے انہی غیر ملکی سلطنت کا بیٹا رہندوستان میں اونچا کیا اور ہندوستان دو سو سال میں یورپ کے نئے تہذیب و تمدن سے آشنا ہوا۔ انگریزوں نے ہندوستان سے کبھی اپنا وطنی تعلق قائم نہیں کیا۔ اس غیر ملکی سلطنت کا خاتمہ مہاتما گاندھی کی اہنسا اور ستیہ گرہ کی تحریک کی رہنمائی میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے مضبوط ہاتھوں سے ہوا اور انڈین یونین کی کاسٹی ٹیوٹ اسمبلی نے ہندوستان کے لیے آزاد سیکولر جمہوری اسٹیٹ پر مشتمل آئین مرتب کر دیا ہے اس طرح ہندوستان پہلی مرتبہ جمہوری نظام حکومت سے روشناس ہوا

ایک نکتہ | ہمیں ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کے پڑھنے میں ایک نکتہ بھی فراموش نہ کرنا چاہیے، ترک، تاجیک، پٹھان، اور مغل اسلام قبول کرنے کے بعد جلد ہی ہندوستان میں آئے، اسلام کی تعلیمات کے اثرات تعلیم و صحبت سے ایک قوم

دوسری قوم میں منتقل ہوتے ہیں، اس وقت تک ان قوموں کے دورِ دشت کی عادتیں پوری طرح بدلی نہ تھیں کہ اسلام کا پرچم ان کے ہاتھوں میں آگیا اور جو کچھ ان کے ہاتھوں سے انجام پایا، خواہ اسلام کے مزاج، منشاء اور احکام کے مطابق رہا ہو یا نہ رہا ہو۔ ہندوستان میں وہ اسلام کے دہن سے دہستہ سمجھا گیا، اور اسی آئینہ کو دیکھ کر اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی گئی حالانکہ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

پارسی | ۸ دیں صدی عیسوی میں زردشتی مذہب کے ماننے والے عرب حملہ آوروں کے غلبہ کے بعد خراسان سے جلا وطن ہو کر ۳۵۷ء میں احاطہ ممبئی کے ضلع تھانہ کے مقام سنجان میں آئے اور آج تک پارسی کے نام سے موجود اور یہاں کے باشندے ہیں۔



قدیم ہند کے پچھلے عہد کی آزاد حکومتیں

ہندوستان کے اسلامی عہد کو روشناس کرنے سے پہلے مناسب ہو کہ قدیم ہند کے پچھلے عہد کی ان آزاد حکومتوں پر ایک اجمالی نظر ڈال لی جائے، جو راجہ ہرش کی متحدہ حکومت کے دور میں، اس کے حدود حکومت سے باہر قائم تھیں، یا اس کی حکومت کے خاتمہ کے بعد لامرکزیت یا طوائف الملوکی کے طور پر ملک کے مختلف حصوں اور گوشوں میں قائم ہو گئی تھیں کہ ہندوستان کی اسلامی حکومتوں نے ان ہی علیحدہ علیحدہ خود مختار حکومتوں کو ختم کر کے ان کے عظمت کھنڈروں پر اپنی سطوت کا پرچم نصب کیا اس زمانے میں ہندوستان کے یہ مختلف علاقے گویا اپنی اپنی جگہ ایک مستقل ملک تھے، جن کا تصور ہم اس زمانے میں مختلف صوبوں کی شکل میں کیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر علاقہ میں الگ الگ حکومتیں قائم تھیں اور ان کے حدود مختلف حکومتوں کی طاقت اور کمزوری کے اثر سے گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور کبھی برسرِ عروج شاہی خاندان کئی کئی علاقوں کو زیرِ نگین کر کے اپنے حدودِ حکومت میں ملا لیتے تھے، مناسب ہو کہ ان سلطنتوں کا جائزہ علاقہ داری لیا جائے۔ ان میں سے سندھ کی آخری قدیم سلطنت کا تذکرہ تو ادھر پر کر چکا اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں اس کے علاوہ حسب ذیل مختلف علاقے کشمیر، قنوج، بندیل کھنڈ، بہار و بنگال، اڑیسہ و مشرقی بنگال، آسام، پنجاب، دہلی، ساہیو، اجمیر، گجرات اور مالوہ گویا شمالی ہند میں سلطنت کے اہم مرکز تھے اسی طرح دکن کے مختلف علاقوں میں مختلف برسرِ حکومت خاندان چالکیہ کی مختلف شاخیں، واپلی، شرٹھرٹ، کلینی، پھر خاندان پھول اور خاندان یادو گذرے ہیں، اسی طرح جنوبی ہند میں سرزمین تاملک میں کئی سلطنتوں پانڈیا، چول اور جیر کا گوارہ رہا، نیز کچھ جنوبی ہند میں خاندان پلو کو بھی عروج حاصل ہوا۔

ذیل میں مذکورہ صدر علاقوں اور خاندانوں کی سلطنتوں کا ایک سرسری جائزہ

لے لینا ہے:-

حکومت کشمیر | راجہ ہرش کے زمانہ میں منہ کے علاوہ پنجاب اور کشمیر میں بھی آزاد و خود مختار حکومتیں قائم تھیں۔ کشمیر کی سلطنت کے حدود میں کابل و گندھارا و قندھارہ یعنی شمالی مغربی پنجاب کا پہاڑی علاقہ بھی داخل تھا راجہ ہرش کا ہم عصر راجہ در بھدر دھن یہاں کا حکمران تھا، اسی خاندان کا حکمران اللادت تھا جس نے ۱۱۷۰ قریب قنوج کے راجہ کو شکست دی، اس کے عہد کی یادگار مار تاندر یعنی سوونج مندر (۱۱۷۰ء) اسلام آباد سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر آج بھی موجود ہے۔ اور فن تعمیر کی امتیازی خصوصیت رکھتا ہے، اسی خاندان کے راجہ سنگ رام ۱۱۷۰ء - ۱۱۸۰ء کے زمانہ میں سلطان محمود غزنوی نے کشمیر پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی، مگر اس سلطنت کی خود مختاری بڑھ کر رہی، یہاں تک کہ ۱۱۹۰ء میں ایک مقامی سلطان خاندان نے اس ملک پر قبضہ کر لیا، سلطان زین العابدین وغیرہ اسی خاندان میں گزرے ہیں بالآخر ۱۱۹۰ء میں اکبر نے اس کو مرکزی حکومت سے وابستہ کر لیا۔

سلطنت پنجاب | دسویں صدی میں یہاں ایک عظیم الشان سلطنت قائم تھی جس کے حدود حکومت میں دریائے سندھ کی وادی کا بالائی حصہ اور سندھ کے شمال میں پنجاب کا بڑا علاقہ جو مغرب کی طرف کوہستان تک اور مشرق کی طرف دریائے بکر اتک پھیلا ہوا تھا، شامل تھا، راجہ بچے پال یہاں کا حکمران تھا، غزنی کے امیر بگتگین سے اسی کی ادیش ہوئی، پھر سلطان محمود نے اس کو شکست دی، جس سے عنبرت کے جوش میں آ کر اس نے خودکشی کر لی، اس کا جانشین اس کا بیٹا ان پال ہوا بھٹنا اچو اب ریاست پٹیالہ میں ہے اس کا پایہ تخت تھا، غزنویوں نے اس سلطنت کا خاتمہ کیا،

دہلی، سانجھ، جمہور کی حکومتیں | شہر دہلی کی بنیاد ۱۹۲۰ء میں مہاجرات کے فہر اندر پرست کے قریب ڈالی گئی تھی، اس حکومت کا خاتمہ تنویر خاندان کے راج پوتوں نے کیا تھا، جن میں راجہ اننگا پال نے دلی کو برٹش تسلط سے دے دی، دوسری

طرف چوہان نسل کے راجپوتوں کی حکمرانی راجپوتانہ کے علاقہ سانجھ میں تھی جس میں اجیر کا علاقہ بھی شامل تھا، بارھویں صدی میں اس خاندان کے راجہ ویسل دیو نے تنوادرل کے ہاتھ سے دلی کو بھی فتح کر لیا، ویسل دیو کا بھتیجا یا نواسہ پرمتی یا پرتھوی راج یارائے پتھورا برسرِ اقتدار آیا، اس نے مہویا کے چندیل کے راجہ پرسالی کو شکست دی اسی زمانہ میں غوریوں کے حملے شروع ہوئے اور اس نے مشترکہ ہندو انولج کے سپہ سالار کی حیثیت اختیار کر لی، اس کی سلطنت کا خاتمہ شہاب الدین غوری کے ہاتھوں سے ہوا۔

سلطنت تنویر | تنویر قدیم ہند کی پرانی آبادی ہے، مہابھارت میں اس مقام کا جہاں یہ آباد ہے۔ دو جگہ ذکر آیا ہے، بطلیموس کے جغرافیہ (تقسیم ۱۲۰ء) میں بھی ”گنگورا“ اور ”کنوزگا“ کے نام سے اس کا تذکرہ ملتا ہے، پھر کنیا کچ یا کان کچ کے نام سے اس نے شہرت پائی، مورخین کے درمیان اس کی قدیمت کا احساس موجود تھا چچ نامہ میں ہے،

”راے ہر چند گت و جواب داد کہ این ولایت قریب یک ہزار ہشتاد سال

است کہ در ضبط و تصرف ماست۔“

لیکن اس کی سیاسی نشوونما کا دور چھٹی صدی عیسوی سے شروع ہوا، یہاں تک کہ ہرش کے زمانہ (سنتھ ۶۰۰ء) میں یہ شہر دار السلطنت بنایا گیا اور اس کی ترقی کی وجہ سے اس علاقے کے دوسرے پر رونق شہر بے رونق اور گنہام ہو گئے، اور اسی زمانہ سے تنویر کو مرکزی اہمیت حاصل ہوئی۔

عرب اور عام مورخین نے تنویر کی فتح کو پورے ہندوستان کی فتح سمجھا، ہرش کے بعد اس کے وزیر ارہن نے تنویر کی فتح کو دوسرے درجے کا دور کیا جس کے زمانہ میں بھو بھوتی شاعر گزرا ہے، جس کے ”مہا بھر جت“ ”اتھرام جرت“ اور ”تالی مادھو“ مشہور ڈرامے ہیں۔ دوسرا خلیفہ شاعر داک جی ہے جس نے اپنی رزمیہ منظوم ”گودوہا“ پر اکرت زبان میں لکھی۔ اور اس میں جس دھرم کے بنگالے کے فتوحات کو بیان کیا ہے، اس کے بعد اس حکمران کے دو جانشین آٹھویں صدی تک گزرے، مگر حکومت

کمزور ہو چکی تھی، کشمیر اور بنگال کے راجاؤں نے دبا دیا، پھر راجپوتانہ کے راجہ ناگ بھٹ نے اس پر ۱۶۷۵ء میں قبضہ کر لیا۔

ناگ بھٹ گوجرؤں کی قوم کا بادشاہ تھا، اس گروہ کا ایک قبیلہ ”پرہیار“ کہا جاتا تھا، جو راجپوتانہ کے وسطی علاقے میں قابض تھے، ناگ بھٹ قنوج کی فتح کے بعد راجپوتانہ کے ریگستان کو چھوڑ کر یہاں چلا آیا، اور سلطان محمود کے حملوں کے وقت اسی کی اولاد یہاں حکمران تھی، ناگ بھٹ کے بعد اس کا بیٹا رام دیو، پھر اس کا جانشین راجہ مہر بھوج (۱۶۷۵ء-۱۶۸۵ء) گدی پر آیا۔ راجہ بھوج نے بڑا نام پیدا کیا، اور اپنی مملکت کو وسیع کیا، اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مہندر پال تخت نشین ہوا، اس کو پراکرت بھاشا سے دلچسپی تھی، اس زبان کے مشہور دکنی شاعر راجہ سکھ کی شاگردی اختیار کی تھی، اس کے بعد مہندر کے اڑکے بھوج دوم پھر اس کا لڑکا مہی پال (۱۶۸۵ء-۱۶۹۰ء) حکمران ہوا۔ مہی پال کے زمانہ میں قنوج کا شیرازہ بکھرنے لگا، ریشٹر کوٹ خاندان کے دکنی راجہ اندر (ثالث) نے اس کو شکست دی، بدیل کھنڈ کے چندیلوں نے بھی اپنے حملوں سے کمزور کر دیا، اس کے بعد دوپال (۱۶۹۰ء-۱۶۹۹ء) تخت نشین ہوا پھر دیباپال (۱۶۹۵ء-۱۶۹۹ء) برسر حکومت آیا۔ اس کے بعد راجہ بیجے پال تخت نشین ہوا۔ اس کے باوجود راجہ بیجے پال غزنی کی سلطنت سے ۱۶۹۹ء میں نبرد آزمائی کے لیے بڑھا تو قنوج کا راجہ بیجے پال بھی اس کی فوج میں شریک تھا۔ پھر اسی کا بیٹا را کے بیجے پال یا راجا پال اس کا جانشین ہوا جس نے سلطان محمود کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اسی جرم کی سزائیں مہاپوں کے ہاتھوں قتل کیا گیا تھا۔

قنوج میں گوجرؤں کے جانشین گڈوال یا گرداڑ ہوئے، راجہ چندر دیو (۱۶۹۰ء-۱۶۹۵ء) میں یہاں کا حکمران تھا، اس کے چل کر راجہ گوہند چندر (۱۶۹۵ء-۱۷۰۰ء) نے بڑی ترقی کی، اسی کا پوتا بیجے چند یا جیا چند تھا۔ جس کی پھولی راج سے دشمنی تھی اور دلی پر مسلمانوں کے قابض ہونے کے بعد اس نے اپنی سلطنت کو بچانے کی بڑی تیاریاں کیں لیکن جنداؤر ضلع ایدہ کے میدان میں اس کی عظیم الشان فوج کو شہاب الدین کے ہاتھوں شکست ہوئی

شہاب الدین بنارس تک بڑھتا چلا گیا، راجہ خود مارا گیا، اور سلطنت قنوج مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی، اس خاندان کے بہت سے راجپوت سردار یہاں سے نکل کر راجپوتانہ کے بیابان میں پناہ گزیں ہوئے، وہاں انھوں نے جو دھپور کی سلطنت قائم کی، جو اب تک موجود ہے، مگر یہاں پہنچ کر ان کا اصلی نام بدل گیا، اور وہ ”راٹھور“ کہے جانے لگے اور اسی نام سے اب تک یاد کئے جاتے ہیں۔

سلطنت بندیل کھنڈ اجما اور نربداندی کے درمیان کا علاقہ بندیل کھنڈ کہا جاتا ہے، ہندوستان میں طوائف الملوک کی شروع ہونے کے بعد نویں صدی میں یہاں گوجریا پر بہار سرداروں کی حکومت قائم ہوئی، ان ہی میں کے ایک سردار نانک چند چندیل سے چھتر پور کے قریب ایک ریاست قائم کی، چندیل خاندان کی حکمرانی یہاں مستقل طور پر قائم ہوئی ۹۱۶ء میں انھوں نے قلعہ کاننجر پر قبضہ کیا، سہوا، کھجوراہو، اور کاننجر میں ان کی بہترین یادگاریں ہیں۔ کھجوراہو کا مندر راجہ دھنک کا تعمیر کرایا ہوا تھا، جب پنجاب کے راجہ جے پال نے امیر سیکتنگین کے سفیروں کو قید کیا، اور اس نے قنوج کشی کی، تو جو راجے، جے پال کی مدد کے لیے اپنی فوج لے کر گئے ان میں راجہ دھنگ بھی تھا، اس کے بعد اس کے جانشین سلطان محمود کے خلاف صف آرا ہوئے، یہاں تک کہ مسلمانوں نے اس کے ایک ایک قلعہ پر قبضہ کیا اور اس ریاست کا خاتمہ ہو گیا۔

سلطنت بہار و بنگال ملک میں طوائف الملوک کی پھیلنے کے بعد آٹھویں صدی عیسوی میں مغربی بنگال و بہار میں پالی خاندان برسر حکومت آیا۔ راجہ گوپال بن خاندن کابانی اور بودھ دھمت کا پیرو تھا، اس نے اوند پور میں بودھ دھمت کی خانقاہ قائم کی یہی مقام اس کی راج دھانی تھا۔ اسی بودھ خانقاہ دہار کی مناسبت سے اس کا نام تبدیل ہوا، اور اب بہار کہا جاتا ہے، یہی قصبہ آگے چل کر حضرت محمد شاہ شہنشاہ الدین

ملہ کوئی میں ۸۰۱ اور تاریخ ہندوستانی قدیم تاریخ آئندھ ص ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹۴۳ ۱

کی یہاں حکمرانی ہوگئی، اسی خاندان کے ایک راجہ کمارپال نے اس علاقے کو بارہویں صدی میں اپنے وزیر دیدیادیو کے سپرد کر دیا، پھر ۱۳ویں صدی کے اوائل ۱۲۸۰ء میں شان قوم کے ایک قبیلہ آہوم نے یہاں قبضہ جملیا۔ اور یہاں کا یہی شاہی خاندان انگریزوں کی فتح ۱۸۴۵ء تک یہاں حکمران رہا۔

ہندوستان کا یہی صد یہ ان علاقوں میں سے ہے جس پر اسلامی سلطنت کا
سکہ رواں نہیں ہوا، محمد بن بختیار خلجی فاتح بنگال و بہار ۶۱۰ھ میں دریائے گڑیا
کے کنارے کنارے اس علاقہ میں بڑھا اور دارجلنگ کے شمال تک کوہستان کو قطع
کرنے میں کامیاب ہو گیا، مگر یہاں مزید کامیابی کی راہ نہ دیکھ کر واپسی کا فیصلہ کیا، کامرپ
والوں نے واپسی کے وقت دریا کے سنگی پل کو جو دہلی کا تہا راستہ تھا، توڑ دیا، پورا
اسلامی لشکر برباد ہو گیا۔ صرف سب سالارا اپنے سوسپاہیوں کے ساتھ بدقت تیسرے بار
کر سکا۔ اس کے بعد بھی اس علاقہ پر بعض اوقات ناکام اسلامی حملے ہوئے یہاں تک کہ
۸۱۶ھ میں اس پر برمیوں نے قبضہ کیا، اور ۸۲۲ھ میں انگریزوں نے اس کو ان
کے ہاتھوں سے لے لیا

سلطنت گجرات | ادھر ہندوستان کے شمال مغرب حصوں میں سے گجرات میں بارہویں صدی میں یہاں کے چالوکیہ خاندان کے ہاتھوں، جن میں سدھ راج اور کماراچ متنازعہ، اس علاقہ کو بڑی ترقی حاصل ہوئی، پھر اس صدی کے آخر میں چالوکیہ کے جانشین بھگیہ خاندان والے بنے، اسی خاندان کے راجہ دیو دھولی سے شہاب الدین غوری کی معرکہ آرائی ہوئی

سلطنت مالوہ | مالوہ کا علاقہ دریائے سندھ کے شمال کی وہ سرزمین ہے، جو قدیم زمانہ میں اونٹنی یا سلطنت اوجین کے نام سے مشہور تھی، یہاں پر پراخاندان حکمران تھے انویں صدی کے اوائل میں اپندریاکرشن راج نے اس خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی، تقریباً

۱۔ قدیم تاریخ ہند اسکھ ص ۵۵۶ تا ص ۶۰
ہنر علی آف انڈیا اردو ص ۱۵۶ تا ۱۷۷

چار سو برس اس خاندان کی حکومت قائم رہی، اور اس کے ہاتھوں سنسکرت زبان و ادب کی امتیازی خدمتیں انجام پائیں، اس کا ساتھ اس حکمران راجہ رنج سنسکرت کا بہترین شاعر اور شعراء اور اہل علم کا قدردان تھا، دھنجیا اور دھنگ اس دور کے بہترین شاعر گزرے ہیں اس کا بھتیجا راجہ بھوج مشائخہ میں پایہ تخت دھارا میں تخت نشین ہوا۔ محمود سے اس کی معرکہ آرائی ہوئی، وہ علم و ادب کا پرستار اور بہترین مصنف تھا، بھوجپور کی عظیم الشان جھیل جو بھوپال کے جنوب مشرق میں ہے، ہزاروں میں بند باندھ کر ڈھائی سو مربع میل میں تیار کرائی۔ پندرھویں صدی تک یہ جھیل قائم رہی مشائخہ میں گجرات اور جدی کے متحدہ حملوں سے اس خاندان کی حکومت میں کمزوری آئی، تیرہویں صدی میں قبیلہ تمر نے ان کی چائینی حاصل کی، پھر چوہان راجاؤں نے اس پر قبضہ کیا، اور سلطانوں کے قبضہ میں اس سرزمین کے وسیع علاقہ کے چلے جانے کے باوجود کہیں نہ کہیں چوہان راجاؤں کے اثرات قائم رہے، یہاں تک کہ ۱۵۱۶ء میں اکبر نے اس خاندان کے نام و نشان کو مٹایا۔ اور مالوہ مرکزی حکومت سے ملحق ہو گیا۔

دکن کی حکومتیں | دکن کا اطلاق دریائے نرپدا کے جنوب کے اس حصہ ملک پر کیا جاتا ہے جس میں بیشتر تلنگی بولنے والے لوگ آباد ہیں اور یہی ہیں مہاراشٹر بھی شامل کر لیا جاتا ہے خاندان اندھرا | اس حصہ ملک پر ساڑھے چار سو برس یعنی ۲۲۵ء تک اندھرا خاندان کی حکومت رہی، کنو خاندان کے بھی یہی جانشین رہے یہ دکنی علاقہ شمالی ہند سے عہد قدیم میں اس سے بیشتر زبانوں میں جدا رہا، شمالی ہند کی مشہور قدیم حکومتوں کے بیشتر حکمران یہاں تک نہیں پہنچ سکے، صرف موریہ خاندان ہی ایسا تھا جس کو انھوں نے اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم کیا تھا، اشوک کے بعد یہ جلد ہی اقتدار غلی کے بھی مالک بن گئے تھے۔ بچن سری اس خاندان کا آخری حکمران تھا

دنا چلیا خاندان | چھٹی صدی عیسوی میں دکن نے چلیا خاندان کے ہاتھوں عروج

حاصل کیا، اس خاندان کی حکومت کی بنیاد پلکین اول نے ۷۵۰ء میں ضلع سجاپور کے مقام قنچی میں ڈالی، اس کے لڑکوں کیرتی ورس اور نیگیس نے مشرق و مغرب میں حکومت کے حدود بڑھائے پھر پلکین دوم ۷۷۰ء میں حکمران ہوا، اس نے اپنی فوجی طاقت سے راجہ ہرش کے حملہ کو روکا، دوسری طرف ۷۷۶ء میں اس کے تعلقات ایران کے خسرو دوم سے وابستہ ہوئے، جتنا کے غارنبر میں ایرانی سفیر کے ہندو بادشاہ کے سامنے اپنے وکالت نامہ کے پیش کرنے کا منظر دکھایا گیا ہے، اختیا کی نقاشیاں اس خاندان کی لازوال یادگار ہیں، ۷۷۲ء میں پلو خاندان کے راجہ نرسہوورن نے اس کے جدید پایہ تخت ناسک میں اس کا خانہ کیا، مگر وہ چند سال سے زیادہ جنوبی ہند پر قبضہ نہ رکھ سکے، پلکین کے لڑکے بکرماجیت اول نے ۷۵۵ء میں اپنی حکومت نئے سرے سے قائم کر لی اور بکرماجیت دوم نے ۷۷۰ء میں پلو خاندان کے قدیم دارالحکومت پر بھی قبضہ کر لیا، وناپی شاہان چلیکھ کا زمانہ ۷۵۵ء سے ۷۷۰ء تک رہا اور اس دور میں ۹ حکمران گزرے۔

شاہان ریشٹر کوٹ | اس کے بعد اسی آٹھویں صدی میں چلیکیا خاندان کی ایک دوسری شاخ ریشٹر کوٹ کو ۷۵۳ء میں عروج ہوا اس نے وناپی چلیکیوں کی حکومت ختم کی، وناپی لڑکا اس خاندان کی حکومت کا بانی تھا، پھر کرشن اول (۷۶۱ء) گوہند دوم، دھرو گوہند سوم (۷۸۵ء) اور گوہند (۷۹۳ء) اور گوہند (۸۱۵ء) گزرے، آخر الذکر پایہ تخت کو ناسک سے مانیا کھیت لے گیا، جس کو عرب مورخین ماکھیر کہتے ہیں، اور آج کل سلطانہ نظام میں ماکھیر کے نام سے موجود ہے، اس خاندان کا آخری راجہ گاہ دوم تھا۔ ان کا دور حکومت ۷۵۳ء سے ۸۱۵ء تک رہا، جس میں ۱۴ افراد رواجہ گزرے،

اس زمانہ میں عربوں کی حکومت سندھ میں قائم ہو چکی تھی، ریشٹر کوٹ ایک طرف گوجروں سے لڑائیاں کرتے رہے، اور دوسری طرف مسلمانوں سے خوش گوار تعلقات قائم رکھے، اس کی وجہ سے مسلمان سوداگر اور سیاح ہندوستان کے مغربی حصہ میں آتے جاتے رہے، سیلیاں تاجر نے بلہرا کو یعنی دلہو جو اس خاندان کے راجاؤں کا لقب تھا، ہندوستان کا سب سے بڑا بادشاہ سمجھا ہے، کرشنا اول کے عہد کے مندر الورا، کیلاس تعمیر کی بہترین

یادگار ہیں، اس زمانہ میں ان سلطنتوں میں جو لڑائیاں ہوئیں، ان میں برہمن اور بودھ مذہب کی عصیتیں زیادہ تھیں، اور اس کی وجہ سے وحشیانہ اور خونخوارانہ حرکتیں بھی سرزد ہوئیں۔

کلپانی شاہان چلکیا | ریشٹر کو رٹ کے بعد چلکیا ہی کا تیسرا خاندان راجہ تیل کی سرکردگی میں برسرِ اقتدار آیا، ایک دور ایسا بھی آیا، جب چول خاندان کے حکمران نے اس خاندان کی مملکت کو روند ڈالا، مگر مختلف سیاسی عروج و زوال کے ساتھ اس خاندان کے حکمرانوں کی حکومت بارہویں صدی تک قائم رہی، اسی دور میں چلکیا خاندان کی ایک اور شاخ کلپان میں برسرِ اقتدار آئی، اور ۹۱۷ء اس حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا،

یہی زمانہ ہندوستان میں بودھ اور جین مذہبوں کے زوال و انحطاط کا ہے۔ اسی زمانہ میں ایک نیا فرقہ ۶۷۷ء میں لنگائیت پیدا ہوا۔ جو برہمنوں سے چند امور میں بنیادی اختلاف رکھتا تھا۔ لیکن۔ شمالی ہند کی طرح جنوبی ہند میں بھی برہمن مت کو کوٹنے سے عروج ہو چکا تھا۔

ہوئل خاندان | ہوئل خاندان کی حکمرانی کا زمانہ ۹۷۳ء سے ۱۰۱۷ء تک رہا۔ اس میں گیارہ فرمانروا گذرے۔ بارہویں اور تیسری صدی کے دوران میں ہوئل خاندان نے میور میں بھی اقتدار حاصل کیا، ان میں راجہ بتی دیور ۱۰۱۷ء سے ۱۰۱۸ء تک نام پیدا کہ وہ جین مت کا پیرو ہو گیا تھا، چول خاندان نے جینی مندروں کو جو برباد کیا تھا اس نے ان کی دہشت گردانی اور مذہب کی ترقی ہوئی، مگر آگے چل کر اسی کے زمانہ میں مشہور مصنف رامنچ کی تحریک کو مقبولیت ہوئی، یہ راجہ بھی ان کا پیرو ہو گیا، اور برہمن مت کو نئے سرے سے اقتدار حاصل ہوا، اور اس نے اپنا نام دشنو دروہن رکھ لیا۔ اسی سلطنت کا خاتمہ ۱۱۷۷ء میں ملک کا فور کے ہاتھوں سے ہوا۔ اور ۱۱۷۷ء میں اس کا پایہ تخت بھی برباد ہو گیا۔

سلطنت خاندان یادوا۔ اسی زمانہ میں دیوگری (دولت آباد) میں یادو خاندان

کو عروج ہوا، اس میں راجہ بھٹم اور راجہ سنگھن (۱۲۱۷ء) امتیاز رکھتے ہیں، ۱۲۹۴ء میں علاء الدین خلجی نے اس پر حملہ کیا راجہ رام چند نے چھ سو سن موتی، دو سو چوہرا دے کر اپنی جان بچائی، ۱۳۱۷ء میں ملک کانور نے اس پر دوبارہ حملہ کیا اور اس نے حملہ آوروں کی کامل اطاعت قبول کر لی، یہ دکن کا آخری ہندو خود مختار حکمران تھا ۱۳۱۷ء میں اس کے داماد ہیربال نے سر اٹھایا، مگر گرفتار کر کے مار ڈالا گیا، اور اسی پر سلطنت یا دو کا خاتمہ ہوا۔

یادو خاندان کی حکمرانی کے دور میں سنسکرت کے مشہور مصنف ہادوتھ نے ادب کی نمایاں خدمت انجام دی، ہندوؤں کے قانون پر بھی اس کی تصنیفات ہیں، اس کی تصنیفات سے یادو خاندان کی یا تو زاہد ہو۔

جنوبی ہند کی حکومتیں | دکن کی سطح مرتفع کے بعد سے اس کی تاریکی کا علاقہ جنوبی ہند کہا جاتا ہے اس میں وہ ساحلی جھٹے بھی ہیں جو جدید اصطلاح میں مغربی و مشرقی گھاٹ کہے جاتے ہیں، اس وسیع علاقہ میں احاطہ مدیس کے ضلع وزنگیا پٹم و گنگام، میو و کوچن اور ڈونکورو کی ریاستیں شامل ہیں۔

تاملک | یہ حصہ دراصل تامل قوم اور اس زبان کے بولنے والوں سے آباد ہے، اور اسی وجہ سے قدیم زمانہ میں یہ تاملک یعنی تامل قوم کا ملک، کہا جاتا تھا، تاملک کی شمالی حد شہر مدیس سے ذرہ اوپر مشرقی ساحل پر پل کٹ تھی اور مغربی ساحل میں بنگور کے قریب محالک پھر یہ علاقہ شمال مشرقی میں شہر تلورنگ اور شمال مغرب میں منگلور سے جنوب دریائے چندرگڑی تک وسیع ہو گیا۔

تین سلطنتیں | جنوبی ہند کے متعلق قدیم روایات و آثار سے جو کچھ تاریخی مواد فراہم ہو سکا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تامل سرزمین میں صرف تین ہی سلطنتیں پانڈیا، چول، اور چیرا کرل قائم تھیں۔

سلطنت پانڈیا | سلطنت پانڈیا شمال و جنوب میں دلا رول کرتی تھی اس کی تاریخی

تنگ اور شرق و مغرب میں ساحل کار و منڈل سے درہ اچھنکو دل تنگ جو ٹراونکور میں دہلا
 کارہستہ ہی۔ وسیع تھی، اس طرح اس میں مدر اور تادی کے ضلع اور ترچنا پٹی کے کچھ
 حصے شامل تھے، کبھی ٹراونکور کے جنوبی حصے بھی آ جاتے تھے، یہ سلطنت پانچ ریاستوں میں
 تقسیم تھی، اور موجودہ اصطلاح کے لحاظ سے ان میں دفاق قائم تھا، ان دفاقی ریاستوں کے
 سردار "پانچ پانڈیا" کہے جاتے تھے، قدیم زمانہ میں اس سلطنت کا صدر مقام ضلع مدر کے
 مشرقی ساحل پر ایک جنوبی شہر مندر تھا، پھر ایک دوسرا مقام کورکئی پائی تخت بنا، یہاں
 جنوبی ہند کا تمدن بہت بھولا بھلا۔ اب ضلع تناولی میں دریائے تارا پر نی کے کنارے
 یہ شہر ایک معمولی سا گائوں ہو کر رہ گیا ہے، کبھی بہ ایم بندرگاہ اور موٹیوں کی تجارت کا
 مرکز تھا۔ ساتویں صدی تک اس کی تجارتی اہمیت قائم رہی، لیکن پہلی صدی عیسوی میں
 سلطنت کا مستقر مدر ہو گیا تھا اور اس کا تجارتی کاروبار ایک نئے بندرگاہ کایل کی طرف
 منتقل ہو گیا جو صدیوں تک ایشیا کی سب سے بڑی منڈی رہا مگر قدرتی تبدیلیوں سے آگے
 چل کر پرتگالیوں نے ایک دوسرا بندرگاہ تنی کورن بنایا، کایل میں اب مسلمان اور دیسی عیسائی
 مایہ گیروں کی آبادی باقی رہ گئی ہے۔

سلطنت پانڈیا کے تعلقات رومہ الکبریٰ سے بھی قائم تھے، مستشرق م میں شاہ ٹیڈیان
 کا پیفیرسٹس سیرز کے پاس پہنچا تھا، تیسری صدی عیسوی تک ان دونوں حکومتوں میں تجارتی تعلقات
 قائم رہے۔

تامل ادبیات میں جن سلاطین پانڈیا کا ذکر آیا ہے۔ ان میں دوسری صدی کے پندم حلیہ
 کو اتیانہ جمل ہے۔ مدر میں علوم کی ایک اہم درس گاہ منگم قائم تھی جس نے تامل زبان کا بہترین
 ادب پیدا کیا اور یہ ترولو کی تصنیف "کرل" پہلی صدی عیسوی سے کچھ پہلے کی یادگار ہے، سیون
 سو تک ۶۴۰ء میں جنوبی ہند میں گیا تھا، مگر سلطنت پانڈیا کے حدود میں نہ جاسکا۔ کچھ ہنسائی
 تاہم درج کی ہیں، دسویں صدی عیسوی میں سلطنت پانڈیا نے آٹھویں صدی تک کی زمانہ کے بعد سلطنت چول
 عروج کے بعد اس کے قتل کو تسلیم کر لیا، اور یہ ایک باج گزار ریاست بن گئی۔ اس کے آگے کے زمانہ
 میں سلطنت سے ۶۴۰ء تک، شاید پانڈیا کے نام سے ہی

سلطنت چول | سلطنت چول کے حدود مشرق میں ساحل کارو منڈول کے ساتھ لور سے پد کوئی تک اور مغرب میں کوگ تک قائم تھے۔ ان حدود میں زمانہ حال کی تقسیم کے لحاظ سے مشرق میں ضلع مدراس اور انڈین یونین کے چند ضلع اور سیور کا ایک بڑا حصہ آگیا تھا۔ اس کا پایہ تخت اُریور یعنی قدیم تر چنای تھا، اس سے پہلے منور نام کی کوئی آبادی مستقر تھی، اتنا زبان اس سلطنت کی بھی ملتی زبان تھی، پہلی دوسری صدی عیسوی میں چول کے تجارتی بندرگاہ ساحل کارو منڈول بنے ہوئے تھے اور تجارتی بیڑے دم دیوان، مہر ملایا کے مجمع اکبر اثر وغیرہ سے آمدورفت رکھتے تھے ان کا ایک اہم بندرگاہ دیبا کے کا دیری کے دہانہ پر کا در پیم تھا، راجہ کرکال نے اس بندرگاہ کو آباد کیا تھا، دوسری صدی عیسوی میں سلطنت چیرے اس کے اقتدار کو نقصان پہنچایا، مزید شمال پلوخاندان کے ہاتھوں آیا، یہاں تک کہ اسی موزال ذکر خاندان کے ۴۰۰ء میں خاتمہ کے بعد چول سلطنت نے نئی زندگی پائی، نویں صدی میں وجیالیا نے نئی زندگی ڈالی، پرال تک اول ۹۰۰ء میں تخت نشین ہوا، اُس نے سلطنت پانڈیا کے دار السلطنت مدراکو فتح کیا۔ پھر لنکا پر فوج کشی کی۔ پھر ۹۵۵ء میں راجہ دیو اعظم نے اس سلطنت کو جنوب کی سب سے بڑی سلطنت بنادیا۔ اس کے حدود میں احاطہ مدراس کا پورا علاقہ اور لنکا اور سیور کا بڑا حصہ شامل تھا۔ ۱۱۰۰ء میں اس کا بیٹا راجہ راجندر تخت نشین ہوا، اس کا جنگی میرا اعظم تھا چند جزائر پر بھی اس نے قبضہ کیا۔ اب اس سلطنت کا مستقر بنجور تھا، یہاں کا اعظم اتان مندر اسی کا تعمیر کرایا ہوا ہے جس میں تھیبیسوس سنہ جلوس کی فتوحات کی نقودیں بھی کندہ ہیں اس میں مذہبی رواداری تھی، اس نے پنگ پیم کے بندرگاہ پر برہمنوں کو بودھ مت کا مندر تعمیر کرنے کی اجازت دی، ۱۱۰۰ء تک یہ مندر قائم تھا، مگر پارویوں نے اس کو برباد کر کے اس کے بلے سے کلیسا تعمیر کرائے، ۱۱۰۸ء کے بعد اس سلطنت کے جنگی بیڑے نے خلیج بنگال کو عبور کر کے پیگو کے قدیم پایہ تخت کدرم کو فتح کیا اور چند اور بندھوں پر بھی قبضہ جمایا اور سلطنت پیگو سلطنت چول کا ایک حصہ بن گئی۔ یہ فتوحات ۱۱۵۰ء سے ۱۲۰۰ء کے اندر ہوئے پھر جزائر نکوبار اور انڈمان قبضہ میں آئے۔

نزد کوہر کے نام سے کوچین سے ۲۸ میل مشرق، شمال مشرق میں موجود ہے، پھر اس کا پانچویں
نزد بمبئی کلم بنا، پھر سرزمین کونگو بھی اسی سلطنت کے حارود میں آگئی۔ اسی سلطنت کی سیاسی تاریخ
دوسری صدی عیسوی سے آگے دریافت نہ ہو سکی ہے۔ قدیم حکمرانوں میں راجہ چین کتوں کا حال
معلوم ہو سکا ہے۔ پھر ٹراڈنگور کے راجاؤں کا حال ۱۲۵ء تک معلوم ہو سکا ہے، پھر ٹراڈنگور
کے راجاؤں کا حال ۱۲۵ء تک معلوم ہو سکا اور اس کے بعد دو صدیوں کے راجاؤں کا تقریباً
مکمل فہرست تیار ہو سکی ہے۔

تاہم معنی تامل کی ان تین سلطنتوں کی سرزمین کا تمدن، تہذیب، مذہب اور رہن بہن
شمالی ہند سے مختلف تھا۔ اس کا اندازہ تامل زبان کی ان قدیم نظموں سے ہوتا ہے جو پہلی
سے تیسری صدی عیسوی تک میں لکھی گئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی علاقے سے آئے
ہوئے لوگوں نے جو مدر اور وغیرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ شمالی ہند کے تمدن، معاشرت، اور
تہذیب، ہندو رسوم اور ذات پات کی تقسیم کو رواج دینا چاہا۔ مگر ان کی سخت مخالفت
کی گئی، اسی طرح ان کا مذہب ”دیو پرستی“ تھا، مگر آگے چل کر رفتہ رفتہ شمالی ہند کے اثرات
یہاں پہنچے، ان کی ”دیوینی کونٹی“ نے شیوہی کی ہستری درگا کی جگہ حاصل کر لی۔ برہمنی ہند
کے ساتھ جن اور بودھ مت آگے چل کر روشناس ہوئے، جنین مذہب کا اثر سب سے
پہلے مہیور میں داخل ہوا، جہاں شمالی ہند کے نقطہ سے پریشان ہو کر لوگ جذبے تھے۔ یہیں ان
کے مذہبی پیشوا بھدر باہو نے جنین مت کے اتباع میں اپنے کو پرت رکھ کر ہلاک کیا، جنوبی
ہند کے جنینی اس کو پیشوا مانتے ہیں، سنہ ۱۱ء میں یہاں مذہب میور میں سب سے زیادہ فروغ
تھا، اسی طرح بودھ مت یہاں ہمارا جہد شوک کے مہلتوں کے ہاتھوں پہچا، چند صدیوں میں
اس کو فروغ حاصل ہوا، مگر وہ حکمران مذہب کی حیثیت کبھی یہاں اختیار نہ کر سکا، ساتویں صدی
عیسوی سے اس کو زوال آیا اور جنین اور برہمنی مت نے اس کی جگہ لے لی، پھر برہمنی مذہب
کہ یہاں اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ شمالی ہند سے زیادہ ذات پات کی پابندیاں پھیل گئیں
ورنہ قدیم تامل قوم میں اونچ نیچ ذاتوں میں کوئی تمیز نہ تھی ان میں انسانوں کی پانچ مجلسیں
یا قسمیں تھیں، عوام الناس، مذہبی پیشوا، منجم، طبیب اور دندوا، سلطنت لیکن ان میں

اسی دور میں کانچا میں آیا، اس عہد کی قدیم یادگار مال پورم کے سات مندر ہیں جو آج کل دھرم راج رتھ کسے جاتے ہیں، پلو خاندان کے آخری راجہ دوسری بڑی سلطنتوں کے باج گزار بن گئے، تیرھویں صدی تک ان کی حکمرانی رہی، یوں پھوٹے امر استرھویں صدی تک پائے گئے ہیں اس کے بعد پلو کا امتیازی نام ختم ہو گیا۔ اور وہ کلر، پٹی اور دلال اتوں میں ضم ہو گئے۔

پد کوتی کی باج گزار ریاست کا راجہ جو کلر قبیلہ کا مسلم سردار ہے۔ اب تک اپنے کدہ راجہ پلو کہتا ہے، اور اسی قدیم شاہی خاندان کی اولاد میں سے ہونے کا دعویدار ہے، اور جو زمین ان کے اس دعوے کی تاریخی اور معاشرتی عادات و خصائل کی بنیاد پر تصدیق و تائید کرتے ہیں، اس طرح اگرچہ "اسلامی فتوحات کا سیلاب" اس خاندان کا خاتمہ نہ کر سکا، لیکن اسلام کے روحانی اثرات سے وہ بے نیاز نہ رہ سکا۔ جس کی حکومت صرف جسم اور ملک پر نہیں دل، دماغ، ضمیر اور عقیدہ پر چھا جاتی ہے

۱۔ تہذیب و تاریخ ہند، حصہ ۶۸۲ و ۷۱۲-۷۲۲، ہندو قدیم مرقع تیار کرنے میں آسمند کا منجم قدیم تاریخ ہند، تاریخ ہند، منشی اور اسکندر ہسٹر کا آئی انڈیا خاص طور پر سامنے رہی،

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت سے پہلے

— پر کی —

پُر امن اسلامی نوآبادیاں

ہندوستان میں اسلام کے روحانی فتوحات کے اثرات کے مظاہر یہاں مسلمانوں کے مکی فتوحات سے زیادہ روشن اور نتیجہ خیز رہے ہیں۔ اگرچہ قایم ہند کی سیاسیات اور سلطنتوں کے عروج و زوال اور مختلف قریب حکومتوں کے خاتمہ کے ضمن میں ہندوستان سے مسلمانوں کی دستگیری کا ذکر جیسا کہ اوپر گزرا تاریخ میں کشور کشاؤں کے لباس میں آتا ہو لیکن دراصل ہندوستان میں مسلمانوں کے داخلہ کا تعلق ان کشور کشاؤں سے نہ تھا، بلکہ ان کے فاتحانہ داخلہ سے بہت پہلے اسلام کا پیام اس دیار میں پہنچ چکا تھا اور اپنے غیر فانی نقوش وہ قائم کر چکا تھا، جس طرح آریوں کے مختلف قافلے ہندوستان میں مختلف ہتھیوں پر آتے رہے، اسی طرح عربوں اور ترکوں کے قافلے بھی جو اسلام قبول کر چکے تھے، سرزمین ہند میں آئے اور یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے رہ بس گئے ہیں مسلمانوں کی یہ پر امن آبادیاں شمالی و جنوبی ہند و دونوں میں قائم ہوئیں اور ان کے مستند تذکرے تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، اگرچہ وہ اتنے روشن نہیں، کہ مغربی مصنفین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہندوستانی مورخین کی نگاہ میں آسکے ہوں، چنانچہ جنوبی ہند کی تاریخ کے محقق مسٹر سندھام پلے جوڑا ونگور کے باشندے ہیں۔ اپنے حلقہ ملک کے متعلق لکھتے ہیں :-

”یہاں اسلامی فتوحات کے سبب لاپ کا بہت کم اثر پڑا ہے۔ اس لیے سیدھے

ایسا ہو کہ ہندوستان بھر میں یہیں کئی بیرونی اثر نے کام نہیں کیا اور یہیں ہندوستان
کو دی حیثیت میں دیکھا جاسکتا ہو، ... جہاں ہندوستان کے قدیم ترین اقوام کے
فرد سب - قوانین، رسوم، اور ادب و ادوار کے زندہ جاوید نمونے موجود ہیں۔

حالات کہ یہی علاقہ جو لائق محقق کے خیالی میں "بیرونی اثرات" سے محفوظ رہا، عربوں
کے اثر سے سب سے پہلے متاثر ہوا۔ یوں تو "عرب و ہند کے تعلقات" کا سراغ عہد قدیم
سے لگایا گیا ہے اور اس موضوع پر محققانہ مستقل تصنیف چھپ چکی ہے، اور عہد قدیم میں
ان دونوں کے تجارتی، علمی اور مذہبی تعلقات کا تفصیلی مرتع ہماری نگاہوں کے سامنے
آچکا ہے، لیکن عرب میں ظہور اسلام کے بعد جو دور آیا۔ اس کے مذہبی و اخلاقی انقلاب - کے
اثرات بھی ان ہی واسطوں سے جلد سے جلد بیان پہنچ گئے اور اس کا زمانہ درہ خیر سے
آنے والے کشور کشادوں سے صدیوں پہلے گزرا ہے، تیسری صدی ہجری (دوئیں صدی
عیسوی) کے ایسے عرب سیاحوں اور تاجروں کے سفر نامے اور جغرافیہ کی کتابیں ہندوستان
کے تعلق موجود ہیں، جو ہندوستان میں آتے جاتے رہے، سلیمان تاجر (۲۳۶ھ)
ابن خرداد بہ (۲۵۰ھ) ابو زید حسن سیرانی (۲۶۲ھ) بزرگ بن شہریار -
(۲۸۳ھ) ابو دلف معرب بن مہمل (۳۳۱ھ) مسعودی (۳۴۳ھ) صنفی (۳۷۲ھ)
ابن حوقل (۳۳۱ھ) بشاری مقدسی (۳۶۵ھ) البیرونی (۳۷۴ھ) اور ابن بطوطہ
(۷۴۹ھ) کے قلم کی ایسی دستاویزی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں، جن کے معلومات
و مباحث و بیانات ہندوستان کے چینی سیاحوں سے زیادہ اہم اور کارآمد ہیں، لیکن
یورپ کے مورخین نے ہندوستان کی تاریخ کی ترتیب میں ان پر نگاہ نہیں ڈالی، اس
لیے ابھی تک وہ ایسے روشناس نہیں کہ ان کے معلومات سے ہندوستان کی تاریخ کی
کی کڑیاں صحیح طور پر ملائی جاسکیں۔

عرب تاجروں اور جغرافیہ نویسوں کی ان اہم تصنیفات میں ہندوستان کی تاریخ
کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ زمانہ حال میں ہندوستان کے مسلمانوں نے ان پر

توجہ کی ہو، اور توقع ہو کہ ان کے ہاتھوں سے تائیں ہند کی نئی کڑیاں جڑ جائیں گی، ان عرب محققین کی تصنیفات میں ہندوستان کی ان پرانی آبادیوں کا ذکر تفصیل سے آیا ہو، جو اسلامی حملوں سے پہلے یہاں قائم ہو چکی تھیں، اور اپنے مذہب، روحانی اور اخلاقی اثرات سے یہاں کے باشندوں کو متاثر کرتی رہیں اور اس زمانہ کے برہمنی، بودھی اور جینی راجاؤں نے ان کا اور ان کے معتقدات کا احترام کیا، اور ان سے نئی باتیں سیکھیں اور ہندو الموں کو سکھائیں۔

لنکا | ہندوستان میں پہلے آبادیوں کا آغاز جزیرہ سرندیب (لنکا) سے ہوا۔ جہاں مسلمان درویش قدم آدم کی زیارت کے لیے پہلی مرتبہ آئے، یہ ساتویں صدی کے آغاز میں منسلکہ کا وقت ہو، یہاں بڑوں کی آمد و رفت اسلام کے پہلے سے قائم تھی، اس لیے اسلام کے طور کے ساتھ ہی ان ہی عربوں کی زبانی سراندیب کے راجہ اور حکام کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا، اور فرشتہ کا بیان تو یہ ہو کہ اس بودھ مت کے پیرو راجہ نے ہی وقت اسلام قبول کر لیا، بہر حال اس کا میلان مسلمانوں کی طرف غیر معمولی رہا۔ راجہ نے تھا اور عجائب الہند کے مصنف کے بقول اس نے تحقیق حال کے لیے عرب میں اپنے سفیر بھی بھیجے تھے جن میں سے ایک واپس آ سکا، اور اس نے یہاں صحیح حالات بیان کئے، بلاشبہ (۲۹۹ء) کا بیان ہو کہ یہاں کے حکمران نے ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو پہلی صدی ہجری میں عراق روانہ کیا۔ راجہ کے باپ اس جزیرہ میں تجارت کرتے تھے اور بے والی ویشا جھوڑ کر گئے تھے، یہ لنکا میں مسلمانوں کی پہلی نو آبادی تھی۔

مالدیپ | مسلمانوں کا دوسرا مرکز جزیرہ مالدیپ تھا۔ یہاں بہت پہلے سے اسلامی نو آبادی قائم ہوئی، اس پر کبھی فوج کشی نہیں کی گئی۔ مگر آٹھویں صدی ہجری میں اس جزیرہ کے سارے رہنے والے خواہ عرب ہوں، یا دیسی باشندے مسلمان تھے جو شیخ ابو البرکات کے ہاتھ پر یہاں کے آخری راجہ شنو رازہ کے اسلام قبول کرنے پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کا مسلم راجہ نے یہاں کی مسجد پر یہ کتبہ کندہ کرایا،

ٹراونکور | اسی طرح خاص ٹراونکور کے شہر کولم میں مسلمانوں کا ایک محلہ آباد تھا جس میں ان کی جامع مسجد بھی تھی۔

کارونڈل | جنوبی ہند میں مسلمانوں کی چوتھی نوآبادی کارونڈل (ممبر، میں قائم ہوئی، یہاں مسلمانوں نے دوسری نوآبادیوں کے خلاف اور مملکت میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ ساتویں صدی ہجری میں یہاں کا دیوان سند پانڈے راجہ بن بیٹھا، اور ملک تقی الدین بن عبدالرحمن طیبی اس راجہ کا دزیرو مشیر خاص مقرر ہوا۔ تقی الدین کے بھائی، جمال الدین ابراہیم سے ۱۲۷۰ء عربی گھوڑے ہر سفر میں لاکر دینے کا معاہدہ قائم تھا، سند پانڈے کی وفات کے بعد سیسلطنت اس کے مشیروں اور نائبوں میں بٹ گئی اور جمال الدین وزارت کی سند پر آگیا، مارکو پولو اس کے بعد یہاں آیا۔ اس نے گھوڑوں کے یہاں لانے کا ذکر کیا ہے۔ جنوبی ہند پر علاؤ الدین خلجی کا حملہ اس کے بعد ہوا، اس موقع پر یہ بات بھلائی نہ جانے لگی، کہ خلجی کی ترکی فوجوں کے مقابلہ میں راجہ کی جو فوج لڑی اس میں عراتی و عرب مسلمان بھی تھے اس طرح سمندر کی راہ سے آنے والے مسلمانوں نے درہ خیبر سے آنے والے ترکی مسلمانوں کا پہلی مرتبہ ہند کی سرزمین پر ہندو راجا کی طرف سے ”ہندو حکومت“ کی حمایت میں تلوار چلائی، خسرو نے خزانہ مفتوح میں ان مسلمان مددگاروں کو بڑا بھلا کہا ہے۔ مگر وہ عرب مسلمان اس حقیقت سے آگاہ تھے، کہ یہ کوئی مذہبی لڑائی نہیں تھی، یہ کنور کشائی کی جنگ تھی، اور اس کو خالص ملکی حیثیت حاصل تھی، معاہدہ کے رو سے وہ باندھے تھے، کہ یہاں کی حکومت کی طرف سے حملہ آوروں کا مقابلہ کریں، چاہے وہ جن نسل اور عقیدہ کے لوگ ہو۔

گجرات و بمبئی | عربوں کا پانچواں مرکز گجرات، کا ٹھیکہ دار، کچھ اور کوکن کا علاقہ تھا، جہاں ولہر رائے یا عربوں کے محبوب راجہ بھرا کی حکومت تھی۔ سلیمان تاجر کے بیان کے مطابق یہاں کے راجاؤں سے مسلمان سوداگروں کے بڑے اچھے تعلقات قائم تھے،

یہاں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہوئیں۔ اسی طرح طاقن دکنی دکن،
 کے حکمران بھی ان کے دوست تھے البتہ اگر گوجر حکمران سے اچھے تعلقات
 نہ تھے، بزرگ بن شہریار نے یہاں کی بہت سی مسلم نوآبادیوں کا ذکر کیا ہے۔
 محمد بن مسلم سیرانی میں سال تک تھا نہ لمبی، میں مقیم رہا، چیمور میں بھی لوگ آباد تھے
 گوا کے راجہ کا مشیر ایک مسلمان موسیٰ نامی تھا۔ گجرات میں مسلمانوں کے مقدمات
 کے فیصلہ کے لیے ایک مستقل مسلمان قاضی حکومت کی طرف سے رہتا تھا، اس کو اصطلاح
 میں "ہنرندہ" کہتے تھے، مسلمانوں کے سارے مقدمات اسی کی عدالت میں جاتے تھے
 چیمور میں راجہ کی طرف سے عباس بن بابا ہنر مند مقرر تھا، مسعودی ۳۰۴ھ میں
 چیمور آیا، وہ کہتا ہے، اس راجہ کی حکومت میں اسلام معزز اور محفوظ ہے مسلمانوں
 کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں کے راجاؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ
 چالیس چالیس پچاس پچاس برس اپنے اسی عدل و انصاف کی بدولت حکومت
 کرتے ہیں۔ جو وہ مسلمانوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں، مسعودی نے چیمور میں مسلمانوں کی
 آبادی دس ہزار لکھی ہے، جن میں سے بیشتر بیا سہرہ کے جاتے تھے، یہ عربی ہند
 فوجوں کی ملی ہوئی نسل سے تھے اور ان کا مولد ہندوستان تھا۔ ان کے علاوہ سیران
 عمان، بصرہ، اور بغداد وغیرہ کے لوگ آباد تھے، بیا سہرہ میں سے موسیٰ بن اسحق
 جیسے معزز سوداگر اور سعد بن زکریا ہنر مند چیمور وغیرہ تھے، اسی طرح تھا نہ زرد لمبی،
 میں کثیر ہندو آبادی کے ساتھ مسلمانوں کی نوآبادی بھی قائم تھی، اسی طرح کھمبایت
 میں مسلمانوں کی آبادی اور مسجدیں اسلامی حملہ کے پہلے سے قائم تھیں۔ جن میں امام و
 خطیب مقرر تھے۔ ابن حوقل نے کھمبایت سے چیمور تک کے وسیع علاقہ میں کثیر ہندو
 آبادی کے ساتھ منتشر اسلامی آبادیوں کا ذکر کیا اور ان میں جامع مسجدوں اور پھیران میں

سیدان تاجرین ۲۹۱ تا ۲۹۲ ھ بحارکب الهند ۱۶، ۱۵۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ابن حوقل ص ۲۳۳ ھ

بحارکب الهند ۱۴۲ ھ مروج الذهب ج ۱ ص ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱

کشمیر، کشمیر کے متعلق عام شہرت ہو کہ اس کو بادشاہوں کی تہذیبوں نے نہیں درویشوں کی تاشیروں نے فتح کیا، ساتویں صدی میں اسلام کا پیام ہمایہ ممالک چین و تبت میں پہنچ چکا تھا۔ کشمیر کی مشہور تاریخ راج تریگی کے بیان کے مطابق نویں صدی عیسوی میں مسلمان تاجر یہاں موجود تھے اور سری نگر کے تین میل پر ایک موضع میں مسلم نو آبادی کا ذکر دسویں صدی میں آیا ہے اور راجہ ہریش دیو کی فوج میں مسلمان انسر موجود تھے جب محمود کے حملہ کے بعد ۱۰۲۵ء میں مسعود نے اس پر حملہ کیا۔ تو قلعہ بند اہل شہر میں مسلمان تاجر بھی موجود تھے۔ کشمیر کے ان درویشوں میں جن سے اسلام کا پیام کشمیر میں گھر گھر پہنچا، حضرت بیل شاہ کا نام پہلے آتا ہے جو بارہ سو مریدوں کے ساتھ ۱۲۹۵ء میں کشمیر کی وادی میں داخل ہوئے۔ اور ان کے اثر سے ۳۲۵ء میں یہاں کے راجہ رتخو نے اسلام قبول کر لیا اور پھر لوگ جو جو مسلمان ہونے لگے، پھر شہاب الدین کے زمانہ میں حضرت سید حسین سمنانی اور قطب الدین کے دور میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر میں تشریف لائے تو اس تیزی سے اسلام پھیلا کہ کہا جاتا ہے کہ پورے کشمیر میں صرف گیارہ خاندان ایسے باقی رہ گئے جو اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے۔

پنجاب و صوبہ سرحد | یوں تو سندھ اور ملتان کے اثر سے پنجاب میں اسلام کی روشنی ساتویں صدی عیسوی ہی میں پہنچ چکی تھی اور تاجروں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی، پھر نویں صدی میں اسپوان کے راجہ جو موجودہ پنجاب و صوبہ سرحد میں ہے کسی مقام پر دہلی سے سو فرسخ پر واقع تھا، اسے اسلام قبول کرنے کا دتہ پیش آیا اس کا لڑکا کچاریوں کی دعاؤں اور پیشین گوئیوں کے خلاف زندہ نہ رہ سکا تھا۔ اس صدی سے وہ ہندو مت سے برگشتہ ہوا اور مسلمان مبلغین کو بلا کر اسلام

لے، اسلامی نو آبادیوں کی تحقیق کے سلسلہ میں عرب و ہند کے تعلقات صفحہ ۲۵ تا ۳۰۱ سائے رہا جو

راج تریگی ص ۶۳، ۶۲۵ و ۶۲۶ درنگارستان کشمیر ص ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴

جن بزرگوں نے انھیں مسلمان کیا انھوں نے ان کا لقب اختیار کر لیا.....
 (ص ۲۰۰)..... ہندوستان کے ان مسلمان فاتحوں کے دل میں کئی
 ایسا خیال جس کو دوسروں کی آخرت کی بھلائی چاہنے کا خیال کہتے ہیں
 موجود نہ تھا، جو مذہب کے ہر سچے داعی کے دل میں ہوتا ہو.....
 غلبی بھلق اور سوری بادشاہ لڑائیوں میں عموماً ایسے مصروف رہے
 کہ اسلام کو ترقی دینے کی ان کو مہلت نہ ہوئی، لوگوں کو مسلمان کرنے کی
 جگہ ملکوں سے خراج وصول کرنے کا ان کو زیادہ خیال رہا (ص ۲۰۲، ۲۰۴)
 پھر وہ مختلف ملکوں کا حال دیکھ کر بنگال کے متعلق کہتے ہیں۔

”بنگالی نو مسلموں کی کثرت ایسے شہروں میں نہیں ہو، جو کبھی زمانہ
 میں اسلامی سلطنت کا پایہ تخت رہے تھے بلکہ ان کی جس قدر کثرت ہو
 وہ دیہات میں یا ایسے اضلاع میں ہو جہاں..... پنج قوموں کے
 ہندو، برادری سے خارج ہو کر وہاں کثرت سے آباد ہیں“

یہ صرف بنگال پر موقوف نہیں، اسی نقطہ نظر سے پورے ہندوستان کی
 آبادی پر نگاہ ڈالی جائے، تو حقیقت زیادہ روشن نظر آئے گی، ہندوستان میں بنگال،
 کشمیر اور سندھ، اسلامی دارالسلطنت کی سطوت سے دور رہے، مگر وہاں آج بھی ان
 کی غالب اکثریت موجود ہے، ان کے برخلاف آگرہ، دلی، اور اودھ مسلمان سلطانین اور ان
 کی تہذیب و تمدن کے مرکز تھے۔ مگر یہاں مسلمانوں کی آبادی ۱۵ فی صدی سے آگے نہیں بڑھی

۱۵۰۰ء دعوت اسلام ص ۲۶۹ تا ص ۲۹۵ یہ حقیقت یہ ہو کہ یہ نظریہ اس سے صحیح نہیں ہے کہ سلطان جہاں کو
 شمشیر کے قبضہ پر فخر کر کے جہاں سے تلووار کے سالیے میں پناہ گزین رہے، ہندوستان کے ان علاقوں میں جو مرکز سے
 دور رہے، مسلمانوں کی آبادی کا تناسب دیکھ کر ہندوستان میں تو خیر مسلمان کشور کا تناسب بھی بہت سے ایسے مقامات بھی
 رہا جہاں مسلمانوں کی تلووار کبھی نہیں چمکی، مگر وہاں کے باشندے ان کی آغوش میں آئے، جیسے مسلمانوں کے کبھی چڑھائی
 نہیں کی مگر وہاں آج بھی سے زیادہ آبادی مسلمان ہے، اس واقعہ کے بہت سے مقامات ہیں جہاں مسلمان سپاہیوں کی
 تلووار نہیں چمکی مگر وہاں مسلمانوں کی بڑی آبادیاں قائم ہیں جہاں مسلمانوں نے کبھی فوج کشتی نہیں کی مگر تین
 چار ہزار مسلمان وہاں مسلمان جینیوں کے ساتھ امن کی زندگی گزار رہے ہیں انہوں نے کبھی کسی مسلمان ناچارہ کے
 نہ یہ جین نہیں آئے۔ مگر وہاں آج بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔

کے قصبے اور اصول شاستر یعنی فن سیاست کی معیاری کتابیں عربی میں منتقل کی گئیں
 کیمیا، منطق، منتر، کرتب، جادو، کہانی، افسانے اور اخلاق و حکمت کی بے شمار کتابیں
 عربی میں ترجمہ کر لی گئیں، ان کتابوں میں سے بہت سی کتابوں کے اصل سنسکرت نسخے
 آج ناپید ہیں، ان علوم سے فائدہ اٹھانے کے لیے اہل علم نے ہند کا سفر کیا، منوخی و
 بیرونی وغیرہ کی تصنیفات اس کی زندہ یادگار ہیں، یہاں اسلامی ملکوں کے متعدد عرب وغیر
 عرب سیاح ہندستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے آتے جاتے رہے
 اور ان کو اسلامی آبادیاں ملتی رہیں اور انھوں نے یہاں کوئی غیر معمولی اہمیت محسوس
 نہیں کی۔

ہندو مسلمانوں کی ملی جلی آبادیوں سے ان دونوں کو ایک دوسرے کے مذہبوں سے
 شناسائی ہوئی اور دونوں میں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کے احترام کا جذبہ پیدا
 ہوا، ہندو بڑی رواداری سے مسلمانوں کا احترام رکھتے تھے اور ان کو اپنی آبادی کا ایک
 حصہ سمجھتے تھے اور جیسا کہ اوپر گذرا لوگ ہندو راجاؤں کی عملداری میں آزادی سے اپنے
 مذہبی فرائض ادا کرتے تھے، باہمی سیل جلی سے دونوں میں ایک دوسرے کے مذہبوں کی
 تحقیقات کا شوق بھی پیدا ہوا، ہندو مذہب کی تحقیقات کی روداد کا خلاصہ ابن ندیم
 کی الفہرست میں موجود ہے اور عرب ستیا جوں نے ہندو مذہب کے متعلق بیش قیمت چشم بید
 حالات بیان کئے ہیں، مسلمان مصنفین نے ہندوؤں کے نظریوں کو مسلمانوں کے فرقوں سے
 تطبیق دینے کی کوشش کی تھی، سچہ میں ہند کا ایک ادب شناس راجہ اکیا موجود تھا
 جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت کرتا تھا، مسلمان اور ہندو عالموں میں مذہب
 کی تحقیق کے لیے مناظرے بھی جاری رہے، اور ان کی روداد بھی قلم بند کی گئی ہے،
 سچہ میں ایک ہندو راجہ کے حکم سے قرآن پاک کا پہلا ترجمہ ہندی زبان میں کیا گیا۔

ہمارے صوفیہ کرام میں وحدۃ الوجود کا مسئلہ ہندو مذہب سے ہی سے آیا، اسی
 طرح تصوف میں شتوتہ و مہارست کے بہت سے طریقے پان افسانے وغیرہ ہندو لوگ
 ویدانت ہی سے ماخوذ ہیں، حسین بن منصور رملہ کا عقیدہ حلول ہندستان کا

[illegible]

نئے سب سے مرمت کی جائے مسلمانوں نے اس عدل و انصاف کی تہدیک کی، راجہ کے اس احسان کو یاد رکھا، مسجد کی مرمت کے بعد اس خلعت و انعام کو اس مسجد کے ایک حجرے میں محفوظ رکھا، ایک مسلمان سپہ سالار محمد عونی یہاں ۱۶۶۵ء میں آیا تو یہ "تبرکات" بھی مسجد میں محفوظ رکھے تھے۔

یہ ہے آئینہ ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کے میل جول کا اس زمانہ کا جب کہ بھٹکون فخر یہاں نہیں آئے تھے، کیا اس شیشہ میں کہیں بال آیا، لیکن اگر ہم مسلمانوں کو ان کے فاتحانہ لباس میں بھی دیکھنا چاہیں تو معلوم ہو سکتا ہو کہ وہ نہ صرف واقعی بت شکن نہ تھے، بلکہ انھوں نے بتوں کی حفاظت بھی اپنے دین کا ایک حکم دیکھ، انچا سلطنت کا ایک فرض سمجھ کر کیا، اور ہندوستان کے عہد اسلامی کی تاریخ ایسی مثالوں سے خالی نہیں ہو۔

(جنوری ۱۹۴۹ء)

ہندستان پر مسلمانوں کے ابتدائی حملے

— (اور) —

اُن کے اسباب

عرب اور ہند کے تعلقات کا سراغ پچھلے زمانے میں سنہ ۲۰۰ ق م تک
 پہل سکا ہو، جب فیقیوں کے تجارتی قافلے بحر عرب سے بحر ہند میں آتے تھے پھر تنق
 میں یمن کی قوم سبا کے گہرے تعلقات جنوبی ہند کے شہروں سے پیدا ہوئے
 یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں سنسکرت کے بعض الفاظ مثلاً فلفل، کافور، زعفران
 صندل، نارہیل، قمر نفل اور جانفل وغیرہ عہد قدیم میں داخل ہوئے اور آج
 وہ عربی زبان کے الفاظ سمجھے جاتے ہیں، اسی طرح عمود ہندی، تمر ہندی
 قسط ہندی اور ہند عربی تلواریں ہندستان کی نسبت ظاہر ہوتی ہو رہی ہیں
 بھی معلوم ہے کہ ان دوروں ملکوں میں علمی تعلقات بھی قائم تھے سنہ ۲۰۰ ق م تک
 ہندستان میں لکھنے کا عام رواج نہ تھا، عرب تاجروں ہی کے ذریعہ آرامی
 رسم الخط ہندستان پہنچا۔ چنانچہ مورخ اور اندھرا خانہ ان کے کتبات ان ہی
 حروف میں تھے، ساتویں صدی ق م میں یہاں لوگ عربی زبان سے واقف تھے
 پانڈیوں کو جب جلانے کا تہیہ کیا جا رہا تھا تو عربی زبان ہی میں ان کو اس راز سے
 آگاہ کیا گیا اور یہ ہشتر نے عربی زبان ہی میں ان کو جواب دیا۔

اسلامی عہد میں ان دونوں ملکوں کے یہ تعلقات زیادہ استوار ہو گئے
 عربوں کے تجارتی قافلوں کا سندھ اور ہندستان میں غیر قدامت کیا جاتا تھا یہاں تک
 کہ عربوں کے سندھ پہنچنے سے پہلے ان کی پوزیشن نہ آبادیاں یہاں قائم ہو گئی تھیں

لے تفصیل کے لیے دیکھیے "عرب و ہند کے تعلقات"

جہاں کی آمد و رفت بری و بخیر دوڑوں رستوں سے تھی۔ لوگ سندھ سے بلوچستان
وہاں سے ایران پھر بابل، پھر شام پہنچے تھے۔ ان رستوں سے تعلقات کے قائم رہنے
کی بہت سی تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔ اسلامی عہد میں یہ رستہ پہلے سے زیادہ
چلنے لگانا کیونکہ سندھ و عرب و ایران کی سرحدیں اسلامی سطوت کا پرچم اسلام کے
آغاز کے چند ہی دنوں میں ہمارے لگا تھا۔ عرب و ایران میں کچھ دیر سیر تفرقات بھی
تھے اسلام کے آغاز میں سربھ کے قبیلے جاٹ اور سید کے لوگوں نے ایرانیوں کی طرف
سے عربوں کا تباہ کیا تھا، لہذا ان میں ان قوموں کا شریک ہونے کی وجہ سے سندھ
گو یا دشمن ملکوں کا بہت بڑا دشمن بن گیا تھا۔ اس پر سندھ سے اسلامی حکومت کو پہلی
شکایت یہی تھی کہ یہ ایرانیوں کے ساتھ جو کہ اسلامی لشکر کے خلاف، نصف آرا
ہوئے چنانچہ ان کی یکجہ دلی کرشمہ والے بخیر قافلے اور جنگی بیڑے ہندستان
کے ساحل پر پہنچا کر انہیں لگے اور سچا بچا مختلف جنگوں پر انہیں لڑ کر چھاپے
مارے گئے۔ اس معاملہ میں عربوں کا پہلا بیڑہ بڑا عمدہ فارسی تھا۔ پہلے ہی حکم
بنو ابی العاصی تھی کی سرکردگی میں بحیرہ عمان سے، ابی عثمان بن ابی العاص کے
حکم سے تھا۔ (خلافتِ مہدی) میں آیا اور اسے شہر کو نشانہ بنایا، اسی طرح حضرت
عمرؓ ہی کے عہد میں عربی بیڑے ساحلِ عمان سے ٹکر لے، پھر بھروسہ پر اس
کے بعد سندھ کی بندرگاہ وکیل دھکھڑ پر آیا۔ اس میں سے ایک نام منیر بن ابی ہاشم
کی سرکردگی میں آئی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے ان غلامی کی دستبرداری خود قبول نہیں
فرمائی بلکہ انہیں پابندی کی کاغذ اردہ بنایا۔ اس کے بعد وہاں پر مقامی حالات
کے لحاظ سے خود قبضہ کر کے سندھ و عمان کا رکن بن گیا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ
کے عہد میں ایک نام جو نہ مہدی ہندستان پہنچے تھے، تاکہ وہ یہاں کے متعلق پوری وقفیت
حاصل کر لیں۔ عبد بن عمرؓ نے حملہ آور ہی۔ یہ ان کا نہیں کیا، اس کے بعد ۳۹ھ
میں حارث بن عمرؓ کی عہد کی، محمد بن ابی ہاشم بن عبد الکریم بن عمرؓ اور رشید
بن عمرؓ نے اس کا نام لیا۔ انہوں نے اس پر قبضہ کیا اور انہیں وہاں پر قبضہ جایا۔

اس کے بعد سندھ سے اسلامی حکومت کو دوسری براہ راست شکایت
 یہ پیدا ہوئی کہ حکومت سندھ نے ایسے مختلف باغیوں کو اپنے دہن میں پناہ دی
 جو مسلمانوں کے خیالی میں دین اور اسلامی حکومت کی نظر میں امن و امان کے لیے
 خطرہ بن چکے تھے ان میں سے محمد بن حارث علانی، معاویہ بن حارث علانی اور
 حمیم بن سامہ سامی کے نام خاص طور پر لیے جاسکتے ہیں۔ حجاج بن یوسف ثقفی
 اور عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کی باہم جنگ آزمائی اس عہد کی تاریخ اسلام
 کا مشہور واقعہ ہے، یہ لوگ ابن اشعث کے ساتھ ہو کر حجاج کے خلاف لڑے
 تھے، اور ابن اشعث کی شکست کے بعد فرار ہو کر علان چلے گئے اور وہاں سے
 سندھ آئے، اور سندھ کے راجہ دہر سے پناہ مانگی اور اس نے ان بہادر
 عربوں کو اپنی پناہ میں لے لیا اس اثنا میں مکران کے مسلمان حاکم سعید
 بن اسلم بن زرعہ نے کسی جرم میں قبیلہ علان کے بعض لوگوں کو قتل کر لیا، اور اس
 کے انتقام میں ان دونوں بھائیوں محمد و معاویہ نے بائج سوسپاہیوں کا دستہ
 لے کر مکران پر حملہ کیا، سعید کلابی مارا گیا، اور ان لوگوں نے مکران پر قبضہ کر لیا، مکران
 مرکزی حکومت کا ایک صوبہ تھا۔ ان علاقوں کی اس یورش کی ذمہ داری سے
 قدرتی طور پر راجہ دہر سبک دوش نہیں سمجھا جاسکتا تھا، حجاج اشعثی نے اس حادثہ
 کی خبر سنتے ہی مجاہد بن مسعر نجفی کو ہندستان کی سرحد کا گورنر بنا کر بھیجا۔ اس
 نے مکران پر فوج کشی کر کے اس پر دوبارہ قبضہ کیا، محمد و معاویہ علانی اپنے
 آدمیوں کے ساتھ پھر سندھ چلے آئے اور سندھ میں مسندہ کے ایک مقام اور
 میں قیام پذیر ہو گئے۔

لے زبنتہ الخواطر ص ۱۱ (ذکر محمد بن حارث علانی، ص ۱۱۴ (معاویہ علانی، ص ۱۲۰، (سالی) محمد بن قاسم
 کا حملہ اور کی کے چند جب راجہ دہر قتل کیا گیا، تو یہ لوگ فرار ہو کر برہان آباد آئے، اور دہر کے
 بیٹے جے سہتہ کی حمایت میں آئے، جب جے سنگھ سندھ سے فرار ہو کر کشمیر روانہ ہوا تو یہ لوگ
 بھی اس کے ساتھ جے سہتہ، اور صاحب تختہ الکرام کی روایت ہو کہ آخر میں محمد بن قاسم سے ان لوگوں
 نے امان طلبائی اور اس نے فراخ دلی سے معاف کر دیا۔

اب "تغر الہند" یعنی ہندستان کی سرحد کی دیکھ بھال کرنے اور مورچہ
جمائے رکھنے کے لیے ایک مستقل دالی نام زد ہونے لگا۔ چنانچہ حب مجاہد بن
مسعر تہمی نے مکران میں وفات پائی تو اس عہدے پر محمد ہارون نمری مامور
کیا گیا اور پانچ برس تک اس خدمت پر مامور رہا، یہاں تک کہ محمد بن قاسم
ثقفی کے مشہور حملہ سندھ کا واقعہ پیش آیا اور حجاج ثقفی کی ہدایت کے مطابق
محمد ہارون نمری، محمد بن قاسم ثقفی کی مدد کے لیے اپنی فوج کے ساتھ اس شکر
میں شریک ہو گیا اور فتوحات کے بعد کسی مقام کی ولایت پر سر فرما کر گیا۔

اس صورت حال سے ان دونوں ملکوں کے تعلقات روز بروز خراب
ہوتے جا رہے تھے، آخر میں عرب غورنوں کے جہاز کے لوٹ لینے کا واقعہ پیش آیا اور
یہ سبب اسباب تھا جس کی وجہ سے ان دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہوئے
اور اس قضیہ کو مستقل طور پر پتلو اور ہما کے ذریعہ سے طے کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔
اس آخری واقعہ کی صورت حال یہ تھی کہ

اس زمانہ تک اسلامی حکومت کا دائرہ اثر ایشیا، یورپ اور افریقہ میں
دور دور پہنچ چکا تھا اور مختلف ممالک کے سفیر و اراکین میں آجائے تھے
اسی سلسلہ میں مالدیپ کے راجہ نے ایک سفارت چند تحائف کے ساتھ خلیفہ ولید
بن عبد الملک کے پاس دمشق روانہ کی، نیز اسی سفارت کے ساتھ چند ایسے عرب تاجروں
کی عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں جو لنکا میں انتقال کر گئے تھے، اس جہاز کو سندھ پہل
نے بندر گاہ دیبل کے پاس لوٹ لیا۔ اسلامی حکومت کی طرف سے سندھ کے
راجہ واہر کو اس کی طرف توجہ دلائی گئی کہ نہ صرف عرب خود اپنی کو واپس کر دیا جائے
بلکہ راجہ واہر نے جو اب دیبل پہنچ کر یہ بھری فزاقوں کا کام ہی جو اس کی دسترس سے
باہر ہیں۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے راجہ واہر کے جواب کو حلیہ جو بی پر محمول کیا
چنانچہ عرب غورنوں کے جہاز کو لوٹ لینے کے انتقام میں حکومت سندھ

کے خلاف ابتدائی مہم سرحدی افسر عبید اللہ بن نہاں کی سرکردگی میں دیبل بھیجی گئی، عبید اللہ جنگ میں کام آیا تو ایک دوسرے افسر دیبل بن خلفہ بجلی کو بھیجا گیا وہ بھی گھوڑے سے گر کر مر گیا، دیبل کی قبر دیبل دھڑھ میں بنی،

اس کا کام مہم کے بعد بڑی تیاریوں کے ساتھ محمد بن قاسم کی مشہور مہم شیراز کے راستے سے بھیجی گئی، ۹۳ھ میں حجبہ کے دن وہ دیبل (ٹھٹھ) پہنچا، بھری ملک بھی آگئی، دیبل فتح ہو گیا۔ پھر سلاؤں کے قدم آگے بڑھتے گئے، اور تین سال کے اندر سندھ کا پورا علاقہ زیر نگیں ہو گیا اور ایک مستقل گورنر کے ذریعہ سندھ پر حکومت کی جانے لگی۔

محمد بن قاسم کا شمار اس عہد کے ممتاز سپہ سالاروں میں کیا جاتا ہے، اس نے ایک مختصر زمانہ میں سندھ و ملتان کی حکومتوں کا تختہ الٹ دیا، ادا جہ داسر جنگ میں کام آیا، اس کا قاتل قاسم بن ثعلبہ طائی تھا، محمد بن قاسم کے دوسرے مشہور سرداروں میں داؤد بن نصر عمانی جس کو ملتان کا عامل بنایا گیا، رعوہ بن عمیر اور محمد بن مصعب ثقفی جو ہراول دستوں کے سالار تھے، نہ ابد بن عمیر جو ملتان کی فتح میں شریک تھا۔ اور عبدالرحمان بن عباس ہاشمی جو ممتاز سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا تھا، اسی طرح مصعب بن زبیر ہمدانی قریشی، حطیظی، حوکان بکری، بنانہ بن خنظلہ اور حرم بن زحر جعفی وغیرہ تھے جن میں سے اکثر سپہ سالاروں کا سندھ خواب گاہ بنا۔

محمد بن قاسم کے ساتھ اس کی قسمت نے فیرنگی دکھائی، وہ بعض سیاسی حالات کے بدلنے سے گرفتار کر کے سندھ سے دارالخلافہ لے جایا گیا، لیکن وہ اپنی سیرت و کردار کا ایسا

۱۔ اسد الغابہ، فتوح البلدان، بلاذری، ذکر فتوح، اسد، ص ۳۳۲، ۳۳۶، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶

غیر فانی نقشِ سندھ میں چھوڑ گیا، کہ جو مسلمان عرب یہاں مقیم تھے، انھوں نے اپنے مرثیوں میں خون کے آنسو بہائے، اور ان سے زیادہ ماتم ہندستان کے باشندوں نے کیا، اور اس کی فیاضی، سیرِ خشنی، رواداری اور حسنِ اخلاق کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے اس کی سورتی بنائی اور عقیدت ہے اس کے آگے سر نیاز جھکایا۔ بلاذری لکھتا ہے۔

ہندستان کے باشندوں نے محمد پر آنسو بہائے اور کیرج (کورج یا جے پور) میں اس کی سورتی بنا کر رکھی،

خلیفہ سیدان بن عبد الملک نے سندھ کی ولایت پر محمد بن قاسم ثقفی کے بجائے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو والی بنا کر بھیجا، مگر اس نے سرزمینِ ہند پر قدم رکھتے ہی ۸۰ ویں دن وفات پائی۔ اور محمد بن قاسم کی گھر ختاری اور نئے والی کی موت سے ملک میں استری پیدا ہو گئی، خلیفہ سیدان نے حبیب بن مہلب کو یہاں کا والی بنا کر بھیجا اور ملک میں بغاوتوں اور اطاعتوں کے واقعات کے پیش آنے کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور ولایت میں بھی مختلف زمانوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہا اور اس کی وجہ سے نئے حالات پیش آتے گئے چنانچہ ۹۶ھ سے ۳۹۶ھ تک سندھ کبھی دارِ سکھانت و شوق پھر بغداد کا صوبہ والی عراق کی نگرانی میں رہا اور کبھی یہاں آئے ہوئے والیوں نے اپنی خود سیر حکومت قائم کر لی، اس زمانہ میں اس مفتوحہ علاقہ کو چار پانچ بڑے ضلعوں میں تقسیم کر کے حکومت کی جاتی تھی۔ اور کبھی یہاں مختلف خاندان ہزاری بنو ساسہ، بنو مہنہ، حکمرانی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۱۹ھ میں سلطان محمود غزنوی نے اس پر قبضہ کر لیا، اور یہ پورا علاقہ غزنوی سلطنت کا جزو بن گیا، لیکن سندھ زیادہ دنوں تک غزنوی سلطنت کا صوبہ نہ رہ سکا، محمود کی وفات کے چند سال کے بعد ہی وہ پنجاب کے غزنوی گورنر کے تسلط سے آزاد ہو گیا۔ قرامطہ نے بالائی سندھ میں باقی آزاد حکومت قائم کر لی۔ جن میں ملتان اور اوچھ وغیرہ اہم شہر تھے

۳۹۶ھ تا ۱۱۹۶ھ تک غزنوی سلطنت کا صوبہ

شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا

اسی طرح زیریں سندھ میں جس کا پایہ تخت دیبل تھا۔ محمود کی وفات کے بعد ہی ایک مقامی قبیلہ سومرا کی سلطنت قائم ہو گئی جو ۱۲۴۲ء سے ۱۲۵۲ء کے بعد چند سال تک کسی نہ کسی طرح قائم رہی، یہ عرب نو مسلم ہندوستانی نسل کا مخلوط قبیلہ تھا، محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو پھر ایک دوسرے قبیلہ سمہ کی حکمرانی شروع ہوئی، اور آخر تک سلاطین دہلی سے مختصر دائرے میں ہی بندوبست رہا، احام نظام الدین (۱۲۵۲ء - ۱۲۹۰ء) اس خاندان کا ممتاز حکمران گذرا، ۱۲۹۰ء میں ہی اس کا خاتمہ ہوا، اور چنگیزی خاندان کے شاہ بیگ ارغون پھر اس کا بیٹا شاہ حسین ارغون حکمران ہوا، ۱۲۹۶ء میں اس کا انتقال ہوا تو اسی قبیلہ کے دوسرے سردار جن کا لقب ترخان تھا حکمرانی کرتے رہے، یہاں تک کہ سندھ کی خود مختاری کا خاتمہ ۱۳۹۱ء میں ہوا اور یہ مستقل طور پر سلطنت مغلیہ کا ایک صوبہ بن گیا۔

(دفروری ۱۹۴۹ء)

۱۔ مہناج ص ۱۲۷۔ فرشتہ ج ۱ ص ۵۶، ۱۵۶ فرشتہ ج ۲ ص ۳۱۶، ۳۲۰، ایٹ ص ۱۹۱، پچ نامہ ص (۲۲۷) دلاہری، فیروز شاہی ص ۱۹۹، ۲۴۷، انسائیکلو پیڈیا ج ۲۵ ص ۱۴۳، ایٹ ص ۴۹۶

سندھ کے اسلامی حملوں کے قیدی

— (جو) پتہ —

عرب سپاہیوں کو ابھرے

سندھ کے اسلامی حملوں میں جو ابتدائے میں پرکھے گئے بہت سے سندھی قیدی بھی گرفتار کر کے عرب لے جائے گئے۔ اور اس زمانے کے دستور جنگ کے مطابق غلام بنائے گئے۔ لیکن عرب، یونانیوں، اور رومیوں کے برخلاف غلاموں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک سے پیش آتے تھے، وہ آزاد ہو کر ان کے قبیلہ کے افراد بن جاتے تھے اور انھیں اپنی ہر قسم کی شخصی ترقی حاصل کرنے کا کامل اختیار حاصل تھا۔ چنانچہ ان سندھی قیدیوں نے آزاد ہو کر ملک عرب میں توطن پتہ بنا کر لیا اور وہ علمی و سیاسی و ملکی مرتبہ حاصل کیے جو خود فاتح قوم کو حاصل تھے۔ بلکہ وہ انھوں نے یا ان کی اولاد نے علوم و فنون میں (ایسا کمال) حاصل کیا کہ بڑے بڑے علماء و ائمہ ان کی سند درس سے فیض یاب ہو کر اٹھے، ذیل میں چند ایسے ہی سندھی غلاموں اور ان کی اولاد کا تذکرہ کرنا ہے، جو سندھ کے اسلامی حملوں میں گرفتار کر کے عرب لے جائے گئے تھے۔

السندی اعراب میں سندھ کو سندھ یا کہتے ہیں، اسمانی لکھتا ہے کہ ہلذیج النسبة الى السند و هي من بلاد الهند یہ نسبت سندھ کی طرف ہے جو ہندوستان کے شہروں میں سے ہے۔

نواب کو یہ انتساب دینا بھایا کہ خوں نے اپنے بچوں کے نام بھی السندی رکھے، جیسے السندی بن شاہد یا شیخ ابو بکر صفرائی کے جدِ اعلیٰ کا نام السندی تھا۔ اسی طرح بعض لوگوں کا لقب دالسندی قرار پایا، جیسے ابن عبدوسہ رازی السندی کے لقب سے مشہور ہوئے پھر بعد میں ان کی اولاد اپنے جدِ اعلیٰ کی نسبت

سے بھی اسندی کہلائی۔

اس لیے عربی تاریخوں اور رجال کی کتابوں میں جن لوگوں کے نام اسندی کے ہنسا سے نظر آئیں، ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سندھ ہی کے رہنے والے ہوں۔ اس لیے ذیل میں صرف ان ہی چند اشخاص کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے سندھ کی نظر منسوب ہونے کی تصریح مل چکی ہے اور جن کے کچھ نہ کچھ علمی ادبی تعلیمی کارنامے ہیں۔

— ابو معشر سندھی —

ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن دوسری صدی ہجری میں حدیث کے مشہور راویوں میں ہیں، اپنے وطن سندھ کے انتساب سے اسندی اور عباسی قیام کے لحاظ سے مدنی کہے گئے۔

یہ کسی جنگ میں گرفتار کر کے حجاز لے جائے گئے۔ اور وہاں فروخت کئے گئے یہاں تک کہ ام موسیٰ بنت منصور نے انھیں خرید لیا، پھر بنو ہاشم کی میراث میں آئے کچھ دنوں کے بعد نسیم آزاد ہوئے، اور بنو مخزوم کی ایک عورت کے مکان میں بنے اور پھر مقرر زخم ادا کرنے کے بعد آزاد ہو گئے۔

یہ جس خاندان میں رہی، اس میں علوم و فنون کی تحصیل کرتے رہی، ان کے آثاروں نے ان کی تحصیل علم میں مدد دی، یہاں تک کہ ممتاز علماء میں گنے گئے، اور ایسا علمی مرتبہ حاصل کیا کہ لوگوں کو ان کے عرب ہونے کا دھوکا ہوا اور خود ان کی حیات میں لوگوں میں ان کے عرب و غیر عرب ہونے کی بحث چھیڑ گئی، چنانچہ بعض لوگوں نے انھیں یہی بتایا، لیکن جب انھوں نے سنا تو فوراً اس کی تردید کی اور کہا۔

”بنو ہاشم کے غلاموں میں ہونا میرے نزدیک زیادہ محبوب (اور لائق فخر) ہے“

اس سے کہ میرا نسب بنو خطلہ میں ہو“

اس کے بعد خطیب بغدادی نے ان کے صاحبزادے محمد بن ابی معشر کا یہ قول

نقل کیا ہے۔

”ابونعیم نے کہا کہ ہم سے فضل بن ہارون بغدادی بیان کرتے تھے، کہ میں نے محمد بن ابومعشر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد سندھی تھے؟“

ابومعشر نے بھی نے علم حدیث، مغازی اور فقہ میں کمال حاصل کیا خود صاف مغازی میں استاد شمار کئے گئے،

ان کے شیوخ حدیث میں محمد بن کعب بن قریظ، سعید بن ابی سعید مقبری، ابوبکر بن ابی موسیٰ، ہشام بن عروہ، موسیٰ بن بشیر، نافع ابن منکدر اور محمد بن قیس وغیرہ ہیں جامع ترمذی میں ان کی روایت موجود ہے۔ ان روایتوں میں ان کے شیخ کا نام سعید آیا ہے۔ گمان تھا کہ وہ سعید بن مسیب ہیں، چنانچہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اسی بنار پر سعید بن مسیب کو بھی ان کے شیوخ حدیث میں شمار کیا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے سعید بن مسیب سے روایت کرنے کی تردید کی ہے اور جامع ترمذی میں ان کے شیخ کا جو نام سعید آیا ہے اسے سعید مقبری قرار دیا ہے۔

ان کے تلامذہ میں بھی جلیل القدر علماء و ائمہ کے نام آتے ہیں، چنانچہ محمد بن ابی معشر، عبدالرزاق، ابونعیم، محمد بن یحیٰ، رشید بن ابی مزاحم، لیث بن سعد، عبداللہ بن اوس، ہشیم، ابن ہدی، ابوصخر، ہاشم بن قاسم، وکیع، ہوزہ بن خلیفہ، عثمان بن عمرو، محمد بن سوا، محمد بن عکرم، قتیبہ، ابوصخر، سعید بن منصور، عاصم بن علی، ابوربیع زہرازی اور غنم حدیث و فقہ کے مشہور اہام سفیان ثوری ان کے تلامذہ میں ہیں۔

ائمہ فہم نے ان کے علمی مرتبہ کا جتنا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ یہ ائمہ کسی قدر کمزور ہو گیا تھا، اس لیے محتاط محدثین نے ان کی روایتیں قبول نہ کیں، احتیاط کی بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ صورت حلال آخر عمر میں پیدا ہوئی تھی۔
علامہ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں۔

”وہ اپنے حافظہ کی کم زوری کے باوجود علم کے مخزن تھے۔“

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں :-
 ”من منازای میں بصیرت رکھتے تھے، سچے تھے لیکن سلسلہ ہندا یاد نہ رکھ سکتے تھے۔“

خطیب بغدادی کا بیان ہے،

”من منازای کے بڑے واقف کاروں میں سے تھے۔“

ابو مشر سندھی کے اس عالم و فاضل کے باوجود ان کا تلفظ درست نہیں ہوا تھا اور ان کے تلفظ سے ان کے قدیم وطن کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔
 ابو نعیم کہتے ہیں :-

”ابو مشر سندھی تھے، اور ان کے عربی الفاظ کا تلفظ صحیح نہ تھا وہ درنا

محمد بن قعب کہتے اور قعب سے مراد کعب ہوتی تھی؟

یہ جلیل المقدّر سندھی عالم اپنے حافظہ کی کم زوری کی وجہ سے جرح کا نشانہ بھی بنا۔ امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں اسی باعث ان کی روایت نہیں لی۔ ابو داؤد اور نسائی نے بھی ان کی تضعیف کی، لیکن بقول علامہ ذہبی امام نہائی اپنی سنن میں ان کی روایت سے حجت لائے ہیں اور امام ترمذی نے ان کی سندیں درج کی ہیں، مگر تصریح کر دی ہے کہ بعض اہل علم نے ان کے حافظہ پر کلام کیا ہے، امام احمد بن حنبل ان کی حدیثیں لکھ لیتے تھے مگر ضعف اسناد کی وجہ سے ان کی روایت نہ کرتے تھے، اسی طرح یحییٰ بن معین اور دیگر دوسرے ائمہ فن میں سے بعض نے ان کے اسناد ہی کے لحاظ سے ان کی حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔

ان کی تکذیب میں بجز ایک غیر معروف روایت کے اور کسی کا قول موجود نہیں۔ وہ روایت ابو جبر و نصربن طریف کی ہے۔ مگر دوسرے اہل علم نے یہ روایت بیان کر کے اس کی تردید کر دی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے ان کی روایت کو ضعیف نہ کیا، باوجود

ان کی روایتیں قبول کر لیتے تھے۔ کیوں کہ انھیں یقین تھا کہ ان کا حافظہ متن حدیث کی یادداشت میں کمزور نہیں، صرف سلسلہ اسناد میں غلطیاں ہو جاتی تھیں، مگر اس میں بھی وہ جان بوجھ کر غلط بیانی نہ فرماتے تھے، جو سند روایت کرتے، اسے صحیح اور حق جان کر بیان کرتے چنانچہ ابن عدی کہتا ہے:-

”ان سے ثقافت نے روایت کی ہو اور ان کے ضعیف ہونے کے باوجود ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی تھیں۔“

خلیلی کا بیان ہے:-

”ابومعشر کو علمِ دین اور تاریخ میں ایک مقام حاصل تھا، ائمہ ان کی تاریخوں کی روایتیں قبول کر کے ان سے حجت لائے ہیں اور حدیث کی روایتوں میں ان کی تصحیف کی ہو۔“

علم حدیث کے علاوہ فنِ معازی کے امام مانے گئے ہیں، ان کی تصنیفات میں ان کی کتاب المسماة فی شہرت رکھتی ہو ابن ندیم نے الفہرست میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہتا ہے:-

”وہ تاریخِ مسیرے عارف اور محدثین میں سے ایک تھے، ان کی کچھ کتابیں ہیں، جن میں سے ایک کتاب المسماة فی“

مولانا شبلی مرحوم نے ”تہذیب سیرت“ میں ان کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:-

”ابومعشر شیخ المدنی (رحمۃ اللہ علیہ) ہشام بن عروہ کے شاگرد تھے

ثوری اور اقدی نے ان سے روایت کی ہو، گو محدثین نے روایت

حدیث میں ان کی تصحیف کی ہو، لیکن سیرت و معازی میں ان کی

جدلت شان کا ہر شان کیا ہو۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ اس

فن میں صاحبِ نظر تھا، ابن ندیم نے ان کی کتاب المسماة کا ذکر کیا ہے

کتب سیرت میں ان کا نام کثرت سے آتا ہے (جلد ۱ ص ۲۲)

ابومعشر کا رنگ گندم گوں اور جسم فربہ تھا۔ خلیفہ مہدی ان کے علم و فضل

کا قدردان تھا، اس سے اس کی انصیت کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ اس کی ماں کے جو ام موسیٰ بنت منصور کے نام سے مشہور ہو، غلام رہ چکے تھے ایک مرتبہ حج کے موقع پر ان دونوں کا ساتھ ہو گیا مہدی نے ان کی قدر افزائی کا حکم دیا کہ یہ شاہی خیمہ میں بلائے جائیں اور اس قافلہ کے لوگ ان سے فقہ کا فیض حاصل کریں پھر مہدی نے ان کی خدمت میں ایک ہزار دنیا ر کا تحفہ پیش کیا۔ اس کے بعد مہدی شامہ میں انہیں اپنے ساتھ مدینہ سے عراق لایا اور ۱۶۱ھ میں بغداد میں لاکر ٹھہرایا اور علم و تعلیم کی خدمت ان کے سپرد کی اور یہیں تظل قیام اختیار کیا۔

وفات سے دو سال پیشتر جو اس میں کچھ فرق آگیا تھا، رمضان ۱۸۱ھ میں وفات پائی، خلیفہ ہارون الرشید نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور بغداد کے مقبرہ کبیر میں یہ فخر سندھ مدفون ہوا۔

بیچرا ابو عبد الملک محمد بن ابو معشر سندھی

ابو عبد الملک محمد ابو معشر سندھی کے لائق صاحبزادے تھے اور اپنے عہد کے ممتاز اہل علم میں تھے۔ خلیفہ مہدی انہیں بھی مدینہ منورہ سے بغداد لے آیا تھا۔ علم حدیث سے انہیں ہی مناسبت تھی۔ یہاں ابن ابی ذئب اور ابو بکر بدلی سے ماننا ثابت ہو، اپنے والد کا کہنا کہ ابی المعانی ان سے روایت کی ہو ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے وافر اور حسن ان سے روایت کرتے ہیں، ان کے علاوہ ابو حاتم محمد بن ادریس رازی، محمد بن ایوب ہروی، اور ابو یعلیٰ موصلی نے ان کی روایت کی ہوئی حدیثیں بیان کی ہیں۔ ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے انھوں نے ۹۹ سال کی عمر میں ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔

لغت ذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۴۱۲، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۹، کتاب الاصاب سنی رتق ۱۳۲، خطیب بغدادی ج ۱ ص ۴۲۴، مشذرات الذہب ج ۱ ص ۲۴۸، الفہرست ابن ندیم ص ۱۳۶، خطیب مہر ج ۱ ص ۱۰۲، خطیب مہر ج ۱ ص ۱۰۲، خطیب مہر ج ۱ ص ۱۰۲۔

بیہ (امام اوزاعی) —

شیخ الاسلام عبدالرحمن بن عمر و امام اوزاعی ان ائمہ اسلام میں ہیں جو فقہ کے ایک مذہب کے بانی بنے اور شام اور اندلس میں زمانہ دراز تک ان کے پیروں کی کثیر تعداد موجود رہی اور فقہ کی تاریخ و خلاقیات میں آج تک یہ مذہب معلوم و مشہور ہے۔
امام اوزاعی ششہ میں پیدا ہوئے اور ۵۶ھ میں وفات پائی یہ نسلاً سندھی تھے، علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وكان اصبه من سباء السند ان کا خاندان سندھ کے قیدیوں میں سے تھا
امام اوزاعی دمشق کے کسی گھاؤں میں پیدا ہوئے، اور اس عمر میں بیروت میں قیام فرمایا، ان کے شیوخ و تلامذہ کی لمبی فہرست ہے، جن میں چند مشہور اکابر حسب ذیل ہیں۔
شیوخ میں عطار بن ابی رباح، قتادہ، خدا دنانغ، مولیٰ عمر زہری، اور محمد بن سیرین دیگر ہیں اور تلامذہ میں مالک شیبہ، ثوری، ابن مبارک، اور یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ ہیں۔
پھر ان کے شیوخ میں سے امام زہری، یحییٰ بن کثیر، اور قتادہ وغیرہ نے بھی ان سے روایتیں کیں۔

ان کے علم و فضل کے بیان میں ائمہ فہن کی بڑی روایتیں ہیں۔ ابن ہدی لکھتے ہیں

”حدیث کے چار امام ہیں اورخ، مالک، ثوری، اور حماد بن زید اور شام

میں سنت کا ستونچہ: لا اوزاعی، سندھ بڑھ کر گئی نہ تھا“

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:-

”ایک مرتبہ سفیان، ثوری اور اوزاعی امام مالک کے پاس پہنچے جب

وہ دس بجے تھے تو انہوں نے فرمایا: ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے صاحبی

سے علم میں زیادہ ہو، لیکن ان میں کا پہلا (یعنی ثوری) منہم مذہب کی امامت

کا اہلیت نہیں رکھتا۔ اور وہ سب (یعنی اوزاعی) امام متبع کی صلا حیت

رکھتا ہو؟

امام ابو سخیٰ فزاری کہتے ہیں :-

”میں نے ان دونوں شخصوں اور ثوری کے شمس کی کوہنیا پایا، ان میں سے اور ثانی شخصیت عامہ کے مالک ہیں اور ثوری شخصیت خاص رکھتے ہیں“
 اگر میں اس بات کے لیے کسی کو چاہتا تو وہ اور ثانی ہوتے“
 اسمعیل بن عباس کہتے ہیں :-

”میں نے ستر گھنٹوں کو کہتے سنا کہ اور ثانی اس زمانہ میں است
 کے عالم ہیں“

اسی طرح عبد اللہ بن مبارک کا ارشاد ہے :-

”اگر مجھ سے کہا جاتا کہ اس امت کے لیے کسی کو منتخب کروں تو میں ثوری اور
 اور ثانی کو منتخب کرتا اور پھر ان دونوں میں سے اور ثانی کو چن لیتا“

”اور خود امام ابو سفیان ثوری کا یہ واقعہ ذکر کرنے کے لائق ہو کہ ایک مرتبہ حج کے
 موقع پر انھوں نے مقام ذی طوی میں امام اور ثانی کو اونٹ پر گزرتے دیکھا تو
 فرط محبت و عقیدت سے دوڑ پڑے اور ان کے اونٹ کی نکیل پاتھ میں پکڑ کر یہ صدا
 دیتے ہوئے پیادہ پا چلے کہ ”شیخ کے لیے رستہ دو“ شیخ کے لیے رستہ دو“
 امام اور ثانی کا اساری زندگی علم و دین کی خدمت میں گزری دنیاوی جاہ و شہم
 سے نفور رہا، فقہاء و پڑھائی کی گھر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

خلیفہ بنو امیہ کے قتل عام پر ان کی رائے پوچھی انھوں نے بیاباکی سے
 حق بات مسند پر کہی منہ بند نہ بحث کی۔ امام اور ثانی نے اسے اپنے دلائل سے قطعی
 لاچار کر دیا، تو غلیظ غصہ سے اس کی آنکھیں انکاروں کا طرح سُرخ ہو گئیں اور غصہ
 میں مجلس سے نکل آیا، کا حکم دیا۔ وہ دربا خلافت سے نکل کر کچھ دور پہنچے تھے کہ سچے
 سے ایک سوار تو قبا پر تہا، اس نے آدھ کھائی دیا یہ سمجھے کہ سر لینے آ رہا ہے۔ وہیں کھڑے
 ہو کر دوکانہ کی خبر لیا، بارہوی کہ اسے خرم سجدہ شکر ادا کر لیں۔ جب امام پھر ارشاد کیا
 سوار نے دنیاویوں کی عقلی اور کی انھوں نے اسے قبول کر لیا مگر گھر پہنچنے سے پہلے

محمد بن جعفر غنڈا، یزید بن ہارون، وہب بن جریہ، عبدالرزاق بن ہمام، اور
ابن نمیر وغیرہ،

تلامذہ میں اسماعیل بن ابی حارث، حاتم بن لیث، یعقوب بن شیبہ، احمد بن ابی
غنیہ، جعفر طرابلسی، عباس دوری، یعقوب بن یوسف مطوعی، حسن بن علی نعمری، احمد بن حسن
بن عبد الجبار صوفی، ابو القاسم ہندی، احمد بن علی آبار، اور عثمان دارمی وغیرہ ہیں،
امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، سدر، حمیدی، یعقوب بن شیبہ، اور حمزہ کفانی
نے ان کی توثیق کی ہے، امام نسائی نے بھی انھیں ثقات میں جگہ دی ہے۔

وہ طبعا نہایت سادہ دل تھے اور مختلف علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔
یوم دوشنبہ ۲۲ رمضان ۲۳۱ھ میں ۶۹ سال کی عمر میں بغداد میں وفات پائی

— ابو العباس فضل بن سکین بن سمیت سندھی —

ابو العباس فضل بن سکین بن سمیت سندھی قطعی معروف بہ سندھی بھی حدیث
کے مشہور راویوں میں ہیں، صالح بن بیان ساحلی اور احمد بن محمد رملی سے حدیث
روایت کی، اور ان سے محمد بن موسیٰ بن حماد بربری، ابو یعلیٰ صعلی، ابو اسیم بن شیبہ
مخزومی اور محمد بن محمد باغندی روایت کرتے ہیں،

یحییٰ بن معین نے ان پر جرح کی ہے، ان کے سلسلہ سند سے عبد الرزاق راوی
سے بھی بعض سندیں بیان کی جاتی ہیں، لیکن یحییٰ بن معین نے اس کی تردید کی ہے۔

— ابو نصر فتح بن عبداللہ سندھی —

ابو نصر فتح بن عبداللہ سندھی آملی حکم کے موالی ہیں تھے، جعفر بن ابی نعیم نے اس کا ذکر کیا
انھوں نے مختلف علوم فقہ و کلام وغیرہ میں مہارت حاصل کی، فقہ کی تفصیل، ابو یعلیٰ

لے تاریخ خلیفہ بغدادی ج ۸ ص ۳۶۹، تذکرۃ الکوفات ج ۴ ص ۶۵، تہذیب المذہب ج ۱ ص ۱۵۲

لے تاریخ خلیفہ بغدادی ج ۱۲ ص ۳۶۲، لسان المیزان ج ۲ ص ۱۵۱

سے کی تھی، اور حدیث کی روایت حسن بن سفیان وغیرہ سے کی اور فقیہ و تکلم کا لقب پایا اور دینی و علمی مرتبہ ایسا حاصل کیا کہ تلامذہ و متقدمین کا گروہ ان کا حلقہ بگوش رہتا تھا۔ وہ اپنے ہندوستانی ہونے کا برملا ذکر کرتے تھے، حافظ عبد اللہ نے ان کا ایک اہم بیان کیا ہے جسے سماعی اور مقدسی نے بہ روایت مسلسل نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں :-
 ایک مرتبہ ابو نصر سندھی کے ساتھ جارا تھا ان کے متقدمین و تلامذہ کا ایک مجلس ان کے پیچھے تھا۔ راہ میں ایک عرب نشہ میں چور زمین پر پڑا دکھائی دیا۔ ابو نصر کو اس شان سے جاتے دیکھ کر اس نے بدستی میں بعض ناملائم الفاظ کہہ کر کہا :-

”اے غلام خدا مجھے دیکھ میں زمین پر پڑا ہوں، اور تو متقدمین کا ایک گروہ ساتھ لیے شان سے جا رہا ہے؟“

شیخ ابو نصر نے برجستہ جواب دیا :-

”اے شریف زادے! جانتے ہو یہ ایسا کیوں ہوا، بات یہ ہے کہ ہم تمہارے اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور تم میرے باپ داداؤں کے پیچھے ہو چلے!“

﴿ابو العطاء سندھی﴾

ابو العطاء سندھی کا نام ہر عربی خوان نے سنا ہوگا۔ اس نے عربی ادب میں ایسا کمال پیدا کیا کہ قاور الکلام عرب شعرا کے پہلو میں جگہ پائی، ابو تمام نے اپنی مشہور کتاب حماسہ میں اسے بھی جگہ دی ہے۔

ابو عطاء سندھی کا نام اقلع اور اس کے باپ کا نام یسار تھا، یسار نے اپنے لڑکے کے غلام بنا کر سندھ سے عرب لے جایا گیا اور بنو ہمد کا غلام بنا، کوفہ میں قیام تھا۔ اقلع کی ابتدائی نشوونما کوفہ میں ہوئی، اس کے بعد وہ عنترہ بن سماک بن حصین اسدی کا غلام بنا،

جب اقلع کی جودت طبع کے جوہر کھلے اور شعور و شاعری کرنے لگا، تو اس کے

آقا عشرہ بن سماک نے اس کے ذوق ادب کی قدر کر کے اسے آزاد کر دیا۔ لیکن جب رفتہ رفتہ ملک میں اس کی قدر دانی ہوئی اور صاحب ثروت ارباب ذوق اس کی شاعری کا اسے صلہ دینے لگے اور معاشی حیثیت سے اس نے غامی ترقی کر لی تو اس کے آقا عشرہ بن سماک کو لالچ پیدا ہوئی، اس نے نئے سرے سے اس کے غلام ہونے کا دعویٰ کیا اب دشواری یہ تھی کہ اس کا کوئی ثبوت نہ تھا، کہ وہ واقعی آزاد ہو چکا ہو، یہ قہم اہل ادب و شعر کو ناگوار گزرا، ان لوگوں نے افعیٰ کی حمایت کی اور اس پر معاملہ طے کر دیا، کہ وہ چار ہزار کے معاوضہ پر مکاتیب بنالیا جائے۔ یعنی جب وہ چار ہزار ادا کرے تو وہ آزاد ہو جائے عشرہ نے یہ شرط منظور کر لی۔

اس کے بعد افعیٰ ایک ممتاز رئیس حرمین عبداللہ قرشی کے پاس پہنچا، اور قیدیہ میں یہ صورت حال بیان کی اس نے ادب نوازی کا ثبوت دیا اور اسی وقت چار ہزار نقد دے دیئے، کہ جا کر اپنی گلو خلاصی کر کے چنانچہ وہ رقم ادا کر کے آزاد ہو گیا، آزاد ہونے کے بعد اس نے عشرہ کی شان میں بڑی سخت ہجو لکھی اور اس کے حوص کا اسے پورا مزہ کھایا۔ افعیٰ کا باپ یار تو آخر عمر تک عربی زبان صحیح طور پر نہ سیکھ سکا۔ صرف ٹوٹی بھوٹی زبان میں اپنا مفہوم ادا کر لیتا تھا، لیکن جیسا گزرا افعیٰ کو بچپن سے زبان سیکھنے کا موقع ملا اور آگے چل کر ایسا قاور الکلام شاعر بنا کہ اس کے آگے زبان دان عرب شرمانے لگے، لیکن اس کے باوجود اس کے لب و لہجہ اور لفظ میں ہندیت کا اثر باقی رہ گیا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ وہ جیم کوزے اور شین کو سین کرتا تھا۔ مثلاً اس نے ایک مرتبہ ایک موقع پر کہا، ویکل فہنا نہ دختہ اذہا بہن زوتہ

یعنی

و یکل، ماہ ساریتہ بہر اذہا بہن زوتہ

اس لیے شاعر پڑھتے اور پڑھتے ہی اس کی ہنسی پھیل اُٹتی تھی۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ متاعِ سراپا سے رازوں کھتے تھے، مخلصوں میں ان کا کلام سنا یا کرتے تھے، اس غرض سے اس نے سلیلا و زینتِ جہان، بر بار کارش

کیا اور اس کی شان میں ایک طویل قصیدہ سنایا اور اس میں اپنے عجی ہونے اور لفظ کے صحیح نہ ہونے کا عذر کیا، اور اپنے ملکہ شعری کا ذکر کر کے ایک راوی کے عطا کیے جانے کی ضرورت بتائی۔

سلیمان بن سلیم نے اس کی درخواست منظور کی اور ایک زبان دان بربری غلام عطا کیا جو، بنسریٰ طریقہ سے صحیح لب و لہجہ میں قصائد پڑھتا تھا، افعی نے اس کا نام عطا رکھا۔ اور اس کے نام پر اپنی کسبت ابو عطا اختیار کی اور اسے اپنا بیٹا بنا لیا۔ اور اس کے بعد ابو عطا والد بنی کے نام سے مشہور ہوا۔

ابو جہر ٹہلس میں قصیدہ پڑھنے کی ضرورت پڑتی عطا بڑے جوش و خروش سے پڑھتا اور ساری مجلس وجد میں آجاتی،

ابو عطا مخمری شعرا میں گنا گیا۔ اگرچہ اس نے عشقیہ قصائد بھی لکھے، تاہم اس کا نام بنی بنی بنی بنی تھا، بنو امیہ کا نشانہ ان کے معانہ اور جنگی کارنامے تھے، بیان کرتا، اس لیے بنو امیہ کے ہناس شعرا میں شمار کیا جاتا، بلکہ بنو عبس اور بنو امیہ کے بنو امیہ میں بھی شریک ہوا، اور اس کا راوی عطا اس جنگ میں مارا گیا۔ بنو امیہ کے خاتمہ پر اس نے بڑے پردہ و مرثیے لکھے۔

اس کی وجہ سے خایفہ ابو جعفر منصور اس سے نا رکھتا تھا لیکن اس کے لیے فرما دئے وقت گزارا طاعت ضروری تھی، اس لیے دربار میں حاضر ہوا کہ قصیدہ سنائے، ابو جعفر منصف اس سے دیکھ کر سخت برہم ہوا اور سخت الفاظ میں خطاب کر کے اس سے کہا۔

”نہ تدر دشمن خدا فاجرونا من نصر بن سیارہ روی کا یہ نثر یہ کہا ہو“

اور مرثیہ بنی بنی بنی بنی اور پڑھے اور پھر کہا۔

”جو کی قسم میں اس کے بعد تیرے ساتھ کوئی سنو نہیں کر سکتا“

ابو عطا دربار سے نکل آیا، اور پھر حنیف قعقاند کے جن میں بنو امیہ کے محامد یہاں سکے، ان کے مصائب پر خون کے آنسو بہائے، اور پھر ان میں جی بھر کے

ابو جعفر منصور کی سچو کی اور وہ قصائد وار اخلاص کے سچے سچے کی زبان پر آگئے ،
نصر بن یسار اموی جس کی محبت کے جرم میں وہ منصور کے دربار سے نکالا گیا
تھا، اس کا بڑا قدروان تھا، ان دونوں کے دیکھنے والے شاعرانہ لطائف کتابوں میں
مذکور ہیں اس نے اس کے قصائد پر بڑے حوصلہ سے انعامات دیئے۔ کسی قصیدہ پر دس ہزار
کسی پر چالیس ہزار، اسی طرح ایک موقع پر ایک خوبصورت قندھار یہ کینر ہبہ کی ۔

دوسرے امر ابھی اپنی ادب نوازی کا ثبوت دیتے رہتے تھے، ایک مرتبہ ابو لوطا
کہنے کے رستہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور اس کا خیمہ راستے کے کنارے پر سٹا سٹایا پڑا تھا، اور
نہیک بن معبد عطاردی کا گزر ہوا۔ اس نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے، لوگوں نے بتایا ،
" ابو لوطا سندھی کا " اس نے غلاموں کو کچھ ساز و سامان اور کپڑے دے کر بھیجا کہ اس
کا خیمہ قرینہ سے کھڑا کر کے اسے مرتب کر دیں، ابو لوطا نے جب یہ ساز و سامان دیکھا
تو اس کی شان میں ایک مدحیہ شعر بلند آواز سے پڑھا، اور وہ شعر قافلہ والوں میں
مشہور ہو گیا،

اس کے بعد ان دونوں کی ملاقات ہوئی، نہیک نے کہا " ابو لوطا اس شعر پر کچھ
اضافہ کرو۔ اس نے ہر جہت سے جواب دیا۔

میں نے تھیں اتنا علیا کیا جتنا تم نے مجھے ملایا تھا، اگر تم اپنے عطیہ کو بڑھاؤ گے

تو میں بھی اپنے عطیہ میں اضافہ کروں گا "

معاصر شعراء سے اس کی معاصرانہ چٹکیں بھی رہتی تھیں، اس عہد میں ابو ولایت
عرب شاعر تھا۔ ان دونوں میں خاصی نوک جھڑک رہتی ابو عطاس نے ابو ولایت کے ایک شعر
کی سبھوڑا لکھی، اس نے اپنا شعر فوراً فروخت کر ڈالا اور پھر ابو لوطا کی شان میں ایک
فلوٹی سچو نظم لکھ ڈالی۔ اہل ادب نے دونوں قصیدوں سے خوب لطف اٹھایا۔
ابو لوطا نے خلیفہ منصور کے زمانہ میں وفات پائی

رمی ۱۲۵ھ (۱۸۷۵ء)

سندھ و بلتان کی عربی حکومتیں

اور ان کے اثرات

دور ولایت سندھ اور بلتان کی تسخیر کا مہم محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھوں پہلی صدی ہجری میں مکمل ہو گئی تھی، اس کے بعد تقریباً سوا سو برس یہ ملک دمشق پھر بغداد کی حکومت کا جزو رہا، سندھ پر حملہ آمدی کی مہم عراق کے دانی کی سرکردگی میں انجام پائی تھی۔ اس لیے سندھ کی حکومت والی عراق ہی کے ماتحت رہی اور وہیں سے خلیفہ المسلمین کی رسمی منظوری کے بعد فتناً و لالۃ نامزد ہو کر آتے رہے، چنانچہ حبیبیہ کہ اوپر گزرا محمد بن قاسم کے بعد یزید بن کلبہ کی تقرری اور اس کی وفات کے بعد حبیب بن مہلب کے تقرر سے سندھ کے داخلی امن و امان کو نقصان پہونچا۔ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں مہلب کو معزول کر کے عمرو بن مسلم باہلی کو امارت پر بھیجا اور سندھ کے نامسلمانوں میں سے ارباب اقتدار کو تبلیغی دعوت نامے براہ رست بھیجے جس سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جن میں راجہ داہر کا بیٹا جسے سنگھ بھی تھا۔ اس کے بعد حبیب آل مہلب نے خلافت سے نباوت کی تو اپنے سابق اثرات سے فائدہ اٹھا کر سندھ کو اپنا مرکز قرار دیا، و دواع ابن حمید یہاں ان کا سرغنہ بنا، مگر ہلال بن اسود یثیمی کی سرکردگی میں لشکر آ یا جس نے آل مہلب کا خاتمہ کیا۔ ۱۰۰ھ میں عمرو بن مسلم باہلی کے بجائے جنید بن عبدالرحمن الی یہاں کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ راجہ داہر کا بیٹا جسے سنگھ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز سے امان طلب کر کے برہن آباد کو اپنا پایۂ تخت بنا کر حکومت کرتا رہا جنید سے اس کے تعلقات خوش گوار نہ رہ سکے، دونوں میں جنگ آزمائی ہوئی جسے ۱۰۱ھ مارا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا اور وہ ٹبرہ

ماڑو اور گجرات گیا، پھر آگے بڑھ کر کشمیر کی مسجد تک پہنچا، ^{۱۱۱۱ھ} میں حنفیہ صوبہ
 خراسان کا والی بنا کر بھیج دیا گیا، اور یہاں کی حکومت کی باگ تہم بن زید عتبی کے
 ہاتھ میں آئی، مشہور شاعر فرزدق نے اسی کے نام اپنا مشہور قصیدہ لکھ کر بھیجا تھا۔
 تہم کا میاب حکمران ثابت نہ ہو سکا، اور جلد ہی اس نے وفات پائی، اور ملک میں عام
 ابتری پیدا ہو گئی، تو سندھ کی حکومت کی باگ عارضی طور پر دوبارہ حنفیہ کے ہاتھ میں دی
 گئی، وہ خراسان میں رہ کر یہاں کی دیکھ بھال کرتا رہا مگر حالت روز بروز ابتر ہوتی
 گئی، یہاں تک کہ والی عراق کی طرف سے حکم بن عوانہ کبلی امیر سندھ بنا کر بھیجا گیا اور
 اس نے ایک قلعہ بند شہر کی بنیاد ڈال کر محفوظہ سے اس کو موسوم کیا اور ہی کو پایہ تخت
 بنا کر سندھ میں اسلامی حکومت کا پایہ تخت اور مسلمانوں کا مرکز قرار دیا، پھر اس نے
 امن و امان قائم کرنے کے لیے مہمیں بھیجیں، اور ملک میں نئے سرے سے امن و امان قائم
 کیا فتوحات سے واپسی میں اس نے دوسرے شہر منصورہ کی بنیاد ڈالی۔ اور آخر
 میں یہی شہر اسلامی حکومت کا پایہ تخت بنا، ^{۱۱۲۲ھ} ^{۱۱۲۲ھ} میں حکم ایک لڑائی
 میں مارا گیا، اب عراق کی حکومت یوسف بن عمر ثقفی کے ہاتھ میں بھی، چنانچہ
 اسلامی حکومت سندھ کی باگ ڈور محمد بن قاسم کے بیٹے عمر دیکے ہاتھ میں دی گئی،
 جو یہاں اپنی شجاعت کے کارنامے انجام دے رہا تھا، عمر ثقفی کے دور میں بنو ہاشم
 کو فروغ حاصل ہوا، مگر وہ پامردی سے مقابلہ کرتا رہا، یہاں تک کہ دشمنوں کو شکست
 دی، اسی اثنا میں آل ہلب نے مروان بن یزید بن ہلب کی سرکردگی میں پھر سر
 اٹھایا، مروان قتل کیا گیا، اور یہ فتنہ بھی رفع ہوا، اس اثنا میں مسند خلافت
 پر ہشام کی جگہ ولید آیا۔ اس نے ہشام کے وایوں کو معزول کیا، اور ^{۱۱۲۵ھ} ^{۱۱۲۵ھ}
 میں عمرو بن محمد ثقفی بھی معزول کیا گیا اور سندھ کی ولایت کی باگ یزید بن عرار کے
 ہاتھ میں آ گئی، یہ سندھ میں اموی سلطنت کا آخری والی تھا اس دور میں
 دار الخلافہ حوادث و انقلابات کا شکار رہا۔ یہاں تک کہ خلافت کا خاتمہ ہوا

اور ۱۲۲ھ سے عباسیوں کے دور حکومت کا پرچم لہانے لگا عباسیوں کے
حاکم اور اموی سلطنت کے مخالفین دور دور کے صوبوں میں پہنچ چکے تھے چنانچہ
سندھ میں اموی سلطنت کا چراغ پہلے گل ہوا، منصور بن جہور کلبی نے جو دار الخلافہ
سے فتنہ برپا کرتا ہوا سندھ تک آ پہنچا تھا، ۱۲۳ھ میں ابن اسرار سے مقابلہ کر کے
اس کو قتل کیا، اور اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔

منصور بن جہور کلبی سے سندھ کی اسلامی حکومت کا دوسرا دور شروع
ہوتا ہے، منصور نے اپنے بھائی منظور کو مغربی سندھ کے علاقہ قند اہل اور دیبل
وغیرہ کا حاکم بنایا اور خود حکومت سندھ کے انصرام میں مصروف ہو گیا، اس زمانہ
میں خلافت عباسیہ کی طرف سے ابوسلم خراسانی مشرقی ممالک کا انچارج تھا، اس
نے سندھ کی ولایت کے لیے ابوسلم عبدالرحمن بن مسلم غلس عبدی کو مامور کیا، وہ
فوج لے کر دیبل پہنچا، یہاں منظور کلبی نے مقابلہ کیا، اور مارا گیا، یہ سن کر منصور
خود آگے بڑھا، منصورہ کے قریب دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، غلس عبدی
کو شکست ہوئی وہ گرفتار ہو کر ۱۲۳ھ میں قتل کیا گیا، ابوسلم خراسانی نے یہ روداد
سن کر موسیٰ بن کعب غنمی کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ سندھ پر حملہ آمدی کے لیے روانہ
کیا، اس نے منصور کو شکست دی، وہ فرار ہوا، اور صحرا میں پیاس کی شدت سے
جان دی، اس طرح ۱۲۴ھ میں سندھ کی حکومت خلافت عباسیہ کے زیر اقتدار آئی
موسیٰ پہلا عباسی امیر سندھ تھا، کچھ دنوں یہاں قیام کیا، اور فتوحات انجام دیے
پھر اپنے بیٹے عیینہ کو اپنا قائم مقام بنا کر عراق واپس گیا، عیینہ کامیاب حکمران ثابت
نہیں ہوا، ملک کے مقیم عرب یا شندوں میں قبائلی جنگ شروع ہو گئی، قوطانی نذرانی
قبیلے اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اس نے سب کو قتل کرایا، پھر اس کے خلاف بعض
سازشیں بھی ہوئیں، بالآخر خلیفہ منصور نے ۱۲۶ھ میں عمر بن حفص شکلی کو سندھ

۱۔ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۷، یقوی ج ۱ ص ۴۰۰، ذر بنہ الخوط ص ۴۰ ص ۱۷ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۷
یقوی ج ۵ ص ۲۶۹، ذر بنہ الخوط ج ۱ ص ۴۰ ص ۱۷، ذر بنہ الخوط ج ۱ ص ۴۰ ص ۱۷، ذر بنہ الخوط ج ۱ ص ۴۰ ص ۱۷

کلاواہی بنا کر بھیجا، عینیہ لبنات پر آمادہ ہوا، عمر بن حفص نے کامیاب پیش قدمی کی اور ان دنوں کے منصوبہ پر قبضہ کیا، اور عینیہ کو گرفتار کر کے دارالخلافہ بھیج دیا۔ لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں قتل کر دیا گیا۔

عمر بن حفص کا دور حکومت کی حقیقتوں سے اہم ہو، اسی کے عہد حکومت میں شیخی اور خارجی دونوں فرقوں کے مبلغین سندھ میں وارد ہوئے، چنانچہ ۱۲۶ھ میں خارجی فرقہ کا مبلغ حسان بن مجاہد ہمدانی سندھ میں داخل ہوا مگر عمر بن حفص سادات کا طرفدار تھا، خارجیوں کو اس کی حمایت حاصل نہ ہو سکی، اس لیے یہ مبلغین موصول داس محلے گئے، دوسری طرف حضرت عبداللہ بن محمد معروف بہ عبد اللہ الاشتر بن محمد بن حفص سندھ میں وارد ہوئے، عمر بن حفص نے اپنے فطری رجحانات سے ان سے خیم پوشی کی اس طرح وہ خود سندھ میں شیعیت کی تحریک کے فروغ پانے میں معاون بنا، حضرت عبداللہ بن محمد معروف بہ عبد اللہ الاشتر بن محمد النفس الذاکبہ کی عقیدت سے پذیرائی کی، اور رازداری کے ساتھ ان کو ایک راجہ کے حدود حکومت میں بٹھرایا اور یہ اپنے مشن کی تبلیغ میں مصروف رہے، اور شیعیت کی اشاعت ہوتی رہی، اتفاق سے اسلئے میں خلیفہ المنصور کو حضرت عبداللہ الاشتر کے حالات معلوم ہو گئے، اس نے ان کی گرفتاری کا حکم بھیجا، اس حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے فدائی کو الاشتر کا نام لے کر یہاں سے دارالخلافہ بھیجا گیا جو بال قتل کیا گیا، المنصور کو اس تو قیل بھی اگا ہی ہو گئی۔ مگر صورت حال ایسی تھی کہ وہ عمر بن حفص کے خلاف کسی جرم کا کوئی ثبوت نہ رکھتا تھا، اس کے ساتھ وہ اس کے تدبیر و دانائی کا قائل تھا۔ اس لیے اس نے اس کو سندھ کی ولایت سے ہٹا کر افریقہ جیسے بڑے صوبہ کی ولایت پر مامور کر دیا، اور سندھ کی ولایت کا پرچہ ہشام بن عمرو ثعلبی کو دیا، جس نے اسلئے میں یہاں آکر زمام حکومت سنبھالی، المنصور نے ہشام کو بھی عبد اللہ الاشتر کی گرفتاری کا حکم بھیجا، مگر درپردہ یہ بھی سادات کا ہونا تھا، اس نے ان کی گرفتاری سے غناض کیا، مگر اس کے بھائی سفیع بن عمرو ثعلبی نے اچانک

ان کے دستہ کو دیکھ لیا اور حملہ آور ہو کر قتل کر ڈالا، ہشام نے ان کے اہل و عیال اور محمد بن عبد اللہ معروف بہ ابن اشتر کو المنصور کے پاس بھیج دیا جس نے اس لڑکے کو مدینہ منورہ کے عامل کے سپرد کر دیا، اگرچہ حضرت عبد اللہ الاشتر نے سندھ ہی میں جام شہادت نوش کیا مگر شیعیت کے اثرات فنا نہ ہو سکے اور آگے چل کر شیعوں کی مستحکم حکومت سندھ میں قائم ہوئی، اس کے بعد ہشام تغلبی نے توسیع مملکت کی فکر کی اور کھرج، ملتان اور گندہار کو زیر اقتدار لایا، پھر وہ ۱۵۸ھ میں رخصت لے کر وطن گیا، اور وہیں اس نے وفات پائی، سندھ کی ولایت پر نصیب بن خلیل تمیمی بامور کیا گیا، اس نے ۱۵۹ھ میں وفات پائی تو روح بن حاتم مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے خلاف بحری ہم بھی جاری رہی، چنانچہ عربوں کے جنگی بیڑے ساحل گجرات سے آکر ٹکرائے، خلیفہ ہمدی کا بھیجا ہوا ایک عربی بیڑا گجرات کے ساحل پر عرب تاجروں کے کسی نزاع کے سبب سے آیا تھا اس بیڑے میں حضرت ربیع بن صبیح سعدی تابعی بھی تھے اور جزائر ہند میں سے کوئی جزیرہ ان کا ابدی خواب گاہ بنا۔

ادھر سندھ کی ولایت میں جلد از جلد تغیر و تبدل ہوتا رہا، چنانچہ ۱۵۹ھ میں روح بن حاتم جو والی ہو کر آیا تھا۔ اسی سال وہیں بلا لیا گیا اس کی جگہ بسطام بن عمر کو دی گئی، مگر ۱۶۰ھ یا ۱۶۱ھ میں وہ بھی طلب کر لیا گیا، اور روح بن حاتم کو دوبارہ بھیجا گیا، مگر چند ہی مہینوں میں اس کی ناکامی پھر آشکارا ہوئی تو نصر بن مخیر بن اشعث خزاعی والی سندھ ہو کر آیا۔ مگر وہ بھی اسی سال وہیں بلا لیا گیا۔ اور سندھ کی زمام سلطنت ایک باشمی محمد بن سلیمان بن علی کے ہاتھ میں دے دی گئی، جس نے عبد الملک بن شہاب سمعی کو اپنا نائب بنا کر بھیجا، جو اس سے پہلے بھی بحری حملہ میں آچکا تھا مگر اس کی نیابت بھی قائم نہ رہ سکی، اور نصر دوبارہ مقرر ہو کر آیا، پھر نصر بن عباس

۱۵۸ھ ابن اثیر ج ۵ ص ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱

اس عہدہ پر بھیجا گیا، اس کے بعد صبح بن عمر ثعلبی کے ہاتھوں میں اس کی ولایت کی باگ آئی، اس دور میں یہاں مثنیٰ و حجازی نزع شباب پر پہنچ گئی تو نصر بن محمد بن اشعث تیسری مرتبہ یہاں ولی ہو کر آیا، اور ۶۲۷ھ سے ۶۲۸ھ تک کامیاب حکمرانی کر کے وفات پائی۔

اس کے بعد خلیفہ ممدی نے اپنے غلام لیث بن طریف کو اس عہدہ پر مامور کر کے بھیجا مگر سندھ میں داخلی برائی کا دور دورہ ہو چکا تھا۔ اس نے اس کو فرو کیا تو جاٹوں نے منظم بغاوت کی، خلیفہ ممدی نے لشکر بھیج کر لیث کی مدد کی، ۶۲۵ھ میں یہ بغاوت فرو ہوئی اس کے بعد ہارون رشید کی خلافت کا دور آیا۔ اس نے ۶۲۵ھ میں سالم یونانی کو دالی بنا کر بھیجا اس نے چار سال حکمرانی کی، اس کے بعد ۶۲۷ھ میں اسحاق بن سلیمان ہاشمی آیا، وہ اسی سال وفات پا گیا تو اس کا لڑکا یوسف بن اسحاق اس کا قائم مقام بنا،

اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید نے طیفور بن عبداللہ بن منصور کو دالی بنا کر بھیج دیا، اور ملک میں قبائلی لڑائی پھر شروع ہو گئی تو جابر بن اشعث طائی آیا، اس کی ناکامی پر سعید بن مسلم بن قتیہ مقرر کیا گیا، اس نے اپنے بھائی کثیر بن مسلم کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیا، تو مزید برائی پیدا ہوئی اس لیے عیسیٰ بن جعفر بن منصور عباسی کو اس ولایت کی مہم سپرد ہوئی۔ اس نے محمد بن عدلی ثعلبی کو اپنا قائم مقام بنایا، اس نے سندھ میں ناکامی کے بعد ملتان کا رخ کیا، وہاں بھی ناکام رہا تو عبدالرحمن بن کا دالی بنا کر بھیجا گیا، پھر انیس بن جعفر بن سلیمان آیا۔ ان پے درپے ناکامیوں کے بعد ہارون رشید کی نگاہ انتخاب آل عبداللہ پر اٹھی اور اس نے سید بن داؤد بن یزید بن یزید بن حاتم مہلبی کو سندھ کی عمان حکومت دی،

داؤد مہلبی نے پہلے مغیرہ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا، سندھ میں ان دونوں عربوں کی قبائلی خانہ جنگی برپا تھی، مغیرہ زاریہ کو مہلبی نے مرنے کا کام رہا اور وفات کی اطلاع داؤد کے پاس بھیجی، تو وہ خود سندھ آیا اس نے اپنی سخت گیر لوگوں سے سندھ

۱۔ ابن اثیر ج ۱، ص ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰

سے نزاریوں کی طاقت کا خاتمہ کیا، اور تقریباً ۲۰ سال تک امن و امان سے حکومت کرتا رہا، ۲۱۲ھ میں اس کی وفات کے بعد مامون نے اس کے بیٹے بشر کو یہاں کی سندھ ولایت بھیجی، اور دس لاکھ درہم (۲ لاکھ روپیہ) سالانہ خرچہ مقرر کیا بشر خند سال حکمرانی کرتا رہا، مگر پھر خراج کا بھیجا بند کر دیا، اور اطاعت سے انحراف کیا، تو مامون نے پہلے ۲۱۴ھ میں حاجب بن صلح کو بھیجا بشر نے اس کو شکست دی تو ۲۱۳ھ میں عثمان بن عباد مہلبی اور اس کے بھائی محمد بن عباد کو سندھ کے معاملات درست کرنے کے لیے بھیجا، انھوں نے آکر ۲۱۳ھ میں سندھ کو اپنے اقتدار میں لے لیا، پھر یہاں کے معاملات کو مکمل کیا وہ بشر کو ساتھ لے کر ۲۱۶ھ میں بغداد واپس آگیا، اور مامون کے حکم کے مطابق سندھ کی حکومت کی عنان بارون رشید کے مشہور وزیر خالد برکی کے ہوتے ہوئے بن کچہ برکی کے سپرد کر دی، اور وہ حسن انتظام سے خدمت انجام دیتا رہا، ۲۲۱ھ میں اس نے وفات پائی، تو اس کے بیٹے عمران کو یہاں کی حکومت تفویض ہوئی، اس نے مغربی علاقوں کے جاٹوں کی قوت توڑ دی، اسی طرح مید قوم کی طاقت کا خاتمہ کیا۔ نیز خند دوسری بغاوتوں کو سرکيا، اور بعض نئے شہروں پر قابض ہوا، سندھ کے مشہور شہر البیضا کی تعمیر اس کے ہاتھوں انجام پائی پھر سندھ میں مینی و نزاری قند اٹھا تو عمران یانیوں کی طرف مائل ہو گیا، عمر بن عبد العزیز ہباری نے جو رقتہ رقتہ حجازیوں کا سردار بن گیا تھا، اور قریشیوں کو غصا و صدا اپنے گرد اکٹھا کر لیا تھا عمران کو ۲۲۶ھ میں قتل کر دیا، اس کے بعد عتبہ بن اسحق ضبی سندھ کی ولایت پر بھیجا گیا۔

سندھ اس زمانہ میں مین کے دالی کی نگرانی میں سمجھا جاتا تھا، خلیفہ متوکل نے یہاں کے ترکی دالی ایتاخ کو گرفتار کرایا۔ تو عتبہ کو اپنا مستقبل تاریک نظر آیا، وہ سندھ میں ایتاخ ہی کا فہرستادہ تھا، وہ بلا طلب دربار خلافت میں حاضر ہو گیا، خلیفہ نے ۲۳۲ھ میں ہارون بن خالد مروزی کو سندھ کا دالی بنایا۔

اس اثنا میں سبند میں حجازی طاقت و رہ چکے تھے ان کے سردار عمر بن عبد العزیز

ہباری نے نمایاں اقتدار حاصل کر لیا تھا، اس نے مورخ پاکر سندھ کے والی ہارون بن خالد کو بھی قتل کر دیا اور خلیفہ المتوکل کی خدمت میں عرضداشت بھیجی، کہ ہارون میں انتظام سلطنت کی صلاحیت نہیں تھی، اگر سندھ کی سند ولایت اس کو عطا کی جائے، تو وہ یہیں کاربند والا ہو، کامل وفاداری سے امور مملکت کو سنبھال لے گا، اس زمانہ میں المتوکل حاکم سبکی بغدادیوں سے پریشان تھا، اس نے ہباری کی درخواست کو غنیمت جانا، اور اس کے نام سند ولایت لکھ کر بھیج دی، اس نے خلیفہ کی برائے نام اطاعت قائم رکھ کر اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی، اور وہی سندھ میں ہباری سلطنت کا بانی بنا جس میں اس کے اخلاف یکے بعد دیگرے سر ری سلطنت پراتے گئے۔

اس طرح تیسری صدی کے پہلے میں مرکز کی کمزوری سے یہاں عرب گورنروں نے خود مختاری اختیار کر لی، اس کے بعد کہیں ہندو راجاؤں نے کسی حصہ پر قبضہ کر لیا، کہیں مسلمانوں نے اپنی ریاستیں کھڑی کر لیں، سندھ میں متاز عرب قبائل قریش، کلب، تیمم، ہمدان اور یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے مختلف شہروں میں آکر آباد ہو گئے تھے، دراصل انہی کی حکومتیں حاکمات قائم تھیں اور سندھ کی مرکزی عربی سلطنت انہیں اپنا باجگزار بناتی۔ پھر یہاں بھی دوسرے ملکوں سسلی، اسپین، اور افریقہ کی طرح جو قبائلی تھکڑے دور ولایت ہی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، خصوصاً یمنی و حجاز قبیلوں کا خانہ جنگی سے یہاں کے عربوں میں غیر معمولی کمزوری آگئی، بہت سے علاقے ہاتھ سے نکل گئے۔ صرف دو بڑی حکومتیں ایسی تھیں، جو کچھ دنوں تک قائم رہیں، ایک سندھ کے سر پر منہورہ میں، دوسری سندھ کے خاتمہ یرقان میں۔

ماہر ان فن و عیان | سندھ میں گورنروں کی حکومت کا زمانہ سوا سو برس سے زیادہ رہا اس زمانہ میں ہندوستان سے مرکزی حکومت بغداد کے گونا گون

لغة تاريخ ليفوراج ١ ص ٢٩٨، ٥٥٨، ٥٨٥، ٥٩٩، اقترح البلدان بانزري ص ٢٢٥، ٢٣٤

ابن اثیر ج ۶ ص ۲۵۹، المساک و الممالک ابن خردادبہ ص ۵۷، از ہیئت الخواطر ج ۱ ص ۲۵ (ذو و ملی)، ۵۹ (شیر)

۵۸۱ (مقتضی) - ۵۸۲ (مقتضی) - ۵۸۳ (مقتضی)

تعلقات استوار ہوئے، خصوصاً یہاں کے اطباء اور وید بھواد میں بلائے گئے اور ممتاز
ہندوں پر سرفراز کئے گئے، خلیفہ ہارون رشید نے اپنی علالت کے زمانہ میں یہیں کے
اطباء سے اپنا خاص طور پر علاج کرایا اور ہندستان کے مختلف علوم و فنون سنسکرت
سے عربی و فارسی زبان میں منتقل کئے۔

نوب مورخین نے ابن دہن ہندی کے نام سے ہندستان کے ایک ماہر طبیب کا
ذکر کیا ہے۔ وہ بھداد کے بیمارستان برائکہ کا افسر تھا اس نے عربی زبان کی بھی
تحصیل کی، طب کی کئی کتابوں کا سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کیا، ابن ندیم نے
اپنی فہرست میں ان کا تذکرہ کیا ہے،

ایک دوسرے ماہر فن صانع بن بہلہ ہندی کا ذکر اتیہار سے آیا ہے، ابن
ابی صبیحہ نے اپنی طبقات الاطباء میں اور قطبی نے اخبار الحکماء میں اس کا تذکرہ کیا ہے
اس کی مہارت فن کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے، ہارون رشید کا چچا ابراہیم
بن صانع بیمار تھا، اطباء اس کے علاج سے مایوس ہوئے، آخری ساتھیں آگئیں
اس موقع پر ابن بہلہ نے اس کا معائنہ کیا اور یقین کے ساتھ اس کے صحت یاب ہونے
کی پیشین گوئی کی، ہارون رشید نے کہا کہ وہ غیب کے علم کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس
نے جواب دیا، غیب کا علم تو وہ ہے جو بلا دلیل یقین کے ساتھ کہا جائے میں ان کے
صحت یاب ہونے کے دلائل رکھتا ہوں، ہارون رشید مطمئن ہو گیا، کچھ دیر کے
بعد قاصد ابراہیم کے گھر سے اس کی وفات کی خبر لے کر آیا، ہارون رشید سخت
براہم ہوا، چچا کے گھر پر پہنچا اس کو غسل دے کر کفنا یا جا چکا تھا، ابن بہلہ خاموش
رہا پھر حجرات کر کے اس نے کہا، میں اب بھی کہتا ہوں اس کی موت نہیں آئی ہے۔
مجھے صرف اندر جانے کی اجازت دی جائے۔ لاش کے پاس پہنچ کر دہلیز میں ہاتھ کے
انگوٹھے میں اس نے سونے کی جھبھائی۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور ہارون رشید کو
ہلا کر دکھایا، پھر غسل دلایا کہ کفن اور حنوط میں اپنے کو دیکھ کر اس کے قلب کی
حرکت بند نہ ہو جائے، پھر فوری علاج کیا، اور وہ صحت یاب ہو کر بستر سے اٹھ گیا۔

ابراہیم اس کے بعد مدتوں زندہ رہا، عباسہ بنت مہدی سے اس کی شادی ہوئی اور مصر و فلسطین کی ولایت پر مامور ہوا، اور وہیں وفات پائی، ہارون رشید خصوصاً اس واقعہ کے بعد ہندوستانی اطباء اور ویدوں کی خداقت و مہارت فن کا غیر معمولی طور پر اعتراف کرنے لگا۔

اسی طرح منکہ ہندی کے نام سے ایک مشہور ماہر فن ہندوستانی طبیب تھا، خلیفہ ہارون رشید نے اس کی مہارت فن کی شہرت سُن کر اس کو اعزاز و اکرام سے بغداد میں خود اپنے علاج کے لیے بلوایا اور مایوس ہونے کے بعد صوبائی چائل ہوئی، منکہ ہندوستان کے ممتاز ذی علم فلاسفہ میں سے تھا، عربی و فارسی زبانوں پر بھی عبور چائل کیا، اور بہ کثرت کتابیں سنسکرت سے عربی و فارسی زبانوں میں منتقل کیں، ابن ابی حلیبہ اور ابن ندیم وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کی تصنیفات اور ترجموں کی فہرست نقل کی ہے،

اس عہد میں سندھ کے ممتاز اعیان و علماء میں منصور بن حاتم سخومی کا ذکر آیا ہے، وہ آل خالد بن اسید کے موالی میں سے تھا اور ہندوستان میں مقیم تھا بلاؤ کا نے اپنی فتوح البلدان میں ہندوستان کے متعلق معلومات اس کی روایت سے نقل کئے ہیں۔

شیخ ابو علی سندھی اس دور کے ممتاز شائخ میں سے تھے، مشہور شیخ طریقت ابو زید طیفور بن یحییٰ بظامی متوفی ۲۶۱ھ کے شیوخ میں سے تھے، حضرت بطائی فرماتے ہیں ”مجھے توحید و حقائق کی تعلیم ان ہی نے دی“ شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی نے بھی ان کا تذکرہ اپنی مشہور تصنیف کتاب الملح میں کیا ہے۔
فرمانروایان ہارسہ: ہارسہ بن اسود قبیلہ قریش کا ایک شاخ بنو ہارسہ میں سے تھا اس کی اولاد میں سے منذر بن زبیر، سندھ کے والی حکم بن عون کے ساتھ سندھ آیا۔ عمر بن عبد العزیز رح اس کا پوتا تھا جس نے قبائلی نزاع

لہذا یہ نحو اطرح (ص ۱۵۱) ابن دہن ۵۳۱ (ابن ہبل ۴۰۱) دکنک، و صغور انوی ۵۰۱ ابو علی سندھی۔

میں تشریش کی سرداری اختیار کی اور سنہ ۲۲۰ھ میں خلیفہ المتوکل سے سندھ کی سند
ولایت حاصل کی، سندھ میں اس کا آبائی وطن شہر منصورہ کے قریب مقام بانیہ
تھا، وہ یہیں سے سندھ پر حکمرانی کرتا رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ بن عمر
ہباری (سنہ ۲۲۰ھ) اس کا جانشین ہوا۔

سندھ کا قدیم پایہ تخت برہمن آباد (بہمنوا) تھا، ہیر باباسی اور فوجی ضرورتوں
سے جیسا کہ اوپر گزرا چند نئے شہر محفوظ، بیہنا اور منصورہ آباد کئے گئے تھے، وہ سنہ ۲۲۰ھ
میں بنو کندہ کے موالیٰ میں سے ایک سردار صمد نے بغاوت کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیا۔
عبداللہ ہباری نے اس کو شکست دی اور منصورہ واپس لیا، اور غالباً اسی زمانہ
میں عبداللہ نے بانیہ کے بجائے منصورہ کو اپنا مستقر بنایا، اور اس وقت سے
مستقل طور پر ہی شہر سندھ میں اسلامی سلطنت کا پایہ تخت رہا۔ یہ وہی شہر ہی
جو آج کل ہیکر کے نام سے مشہور ہے۔

عبداللہ کے بعد اس کا بیٹا ابوالمزدر عمر (سنہ ۲۲۰ھ) تخت نشین ہوا، اس
نے اپنی توقعات سے حکومت کا دائرہ کچھ وسیع کیا، اس کے بعد اسی طرح کیے
بعد ویکر کے اس خاندان کے حکمران ہوتے گئے یہاں تک کہ سنہ ۲۲۰ھ کے بعد
سومری قرامطہ نے ان کا خاتمہ کیا۔

ہباریوں کا عہد حکومت | ہباریوں نے تقریباً ڈھائی سو برس حکمرانی کی،
اس سلطنت کے شہروں میں دیبل، زند، کد، رامبل، بانیہ، مسند و سرائ،
اور سو بارہ اور حمیور وغیرہ تھے، یہاں کی زبان سندھی عربی، ہندی
عوام سندھی اور خواہیں عربی و سندھی دونوں جانتے تھے،

تجارت کو فروغ حاصل تھا، بحری و برہمن دونوں راستوں سے تجارت کا
وسیع سلسلہ قائم تھا، یمن دین کے لیے سونے کا سنگہ جلاتی تھا، لباس سڑتی و

ہندستانی طرز کا ملا جلا تھا۔

خلافت بغداد سے تعلق | ہزاروں کے دور حکومت میں سندھ میں خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، خلفائے عباسیہ اس کو اپنی ولایت میں تصور کرتے تھے، چنانچہ ۲۵۷ھ میں خلیفہ معتمد نے یعقوب صفاری کی سند ولایت میں سندھ کے علاقہ کو بھی داخل کیا ہی جس کے معنی یہ تھے، کہ اب سندھ کا تعلق حاکم یمن سے علاحدہ ہو کر حاکم کرمان و بھستان سے قائم کیا گیا، مگر یہ محض رسمی تعلق تھا، عرب و ہند کے تعلقات میں اضافہ | اب اس زمانہ میں سندھ و عرب کے تعلقات میں اضافہ ہوا، بہ کثرت عرب سیاح ہندستان آئے۔ اور یہاں کے معلومات کو اپنی تصنیفات میں قلم بند کیا اور آج تنہا وہی ماخذ ہیں جن سے اس عہد کے حالات معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

قضاات | سندھ کے عہدہ قضاات کے لیے ۲۸۳ھ میں شیخ محمد بن ابوالشوارب کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس منصب کے لیے وہ خلیفہ بغداد کی طرف سے منتخب کئے گئے تھے، مگر چند مہینوں سے زیادہ اس خدمت کو انجام نہ دے سکے اور سندھ ہی میں وفات پائی۔ اس کے بعد یہ منصب بھی ان کے خاندان میں موثری ہو گیا، اور آل ابی الشوارب ہی کے ذی علم افراد اس منصب پر مامور ہوتے رہے۔

منصورہ کے قضاۃ میں شیخ ابوالعباس احمد بن محمد صراح منصوروی سندھی کی جلیل القدر شخصیت بھی گذری ہو، یہ مذہب داؤد ظاہری کے پیرو تھے، حافظ ابو عبد اللہ حاکم صاحب المستدرک کے شیوخ میں سے تھے، حاکم نے اپنی المعجم میں

لے مروج الذهب ج ۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹، حسن التقابیم ص ۲۸۱، ۲۸۲، بخاری ص ۴۴۵، ۴۴۶ ابن اثیر ج ۱ ص ۲۶۳، ابن خلدون ج ۲ ص ۳۷۶ لے ابن خلدون ج ۳ ص ۳۴۳ لے مولانا ابو ظفر صاحب ندوی نے اپنی تاریخ سندھ میں ان کو لکھا ہے، یہ کتاب سندھ کے ان حالات کے مختصراً قلم بند کرنے میں راقم سطور کے سامنے بھی رہی ہو۔ لے ابن اثیر ج ۱ ص ۳۲۲

ان کا تذکرہ کیا ہے، مقدسی ان سے منصورہ میں ملا تھا، وہ اپنی تصنیف حسن التَّقْوِیْم میں لکھتا ہے۔

”میں قاضی ابوالعباس منصور سے ملا، وہ داؤدی اور اپنے

مذہب میں امام ہیں، درس و تدریس کا شغل ہے اور صاحب

تصانیف ہیں۔ کئی اچھے کتابیں انھوں نے تصنیف کی ہیں“

ابن ندیم نے ان کی تصنیفات کی ستائش کر کے ان کی تین کتابوں، کتاب البصاح، کتاب الہادی و کتاب النیر کا تذکرہ کیا ہے، سماعی کی کتاب الانساب میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔

شیخ موسیٰ بن یعقوب ثقفی سندھی اور در کے قاضی تھے، پھر سندھ کے قاضی القضاۃ ہوئے، اہمیش کے زمانہ تک ان کا خاندان اردو میں عہدہ قضا پر مامور رہا، کمال الدین اسماعیل بن علی محمد محمد ثقفی ۶۱۳ھ میں اردو کی قضا پر مامور تھے، مشہور تاریخ پنج نامہ انہی کے بزرگوں نے لکھی تھی، جس کو ابن علی کوفی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

سندھ کے چند دوسرے حکمران خاندان | سلطنت ہباریہ منصورہ نے گویا سندھ اور ان سے سلطنت ہباریہ کے قلعے کی مرکز کی حکومت کی حیثیت اختیار کر لی تھی اس کے ساتھ، سندھ کے مختلف علاقوں میں جا بجا دوسرے مسلمان اور نامسلمان حکمران بھی اپنی حکومت سنبھالے تھے ان کا ذکر ابن حوقل نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے، یہ حکمران گویا سلطنت ہباریہ کے باج گزار تھے، ان میں سے بیشتر سے اس کے تعلقات خوش گوار تھے، اور غیر مسلم حکمران اسلام کے متعلق بھی استغفار کرتے رہتے، اور دعاۃ ان کے پاس جاتے اور وہ اسلام کی تعلیم ان کے سامنے پیش کرتے، یہ سیکھ میں ایک غیر مسلم راجہ نے جس کا نام عوب مورخین نے ”مہراک بن راکم“ لکھا ہے، سندھی

لہ زیستہ الخواطر ص ۶۵ بحوالہ مقدسی، ابن ندیم و سماعی، ۵۷۵، ۶۰، ۶۱، ۶۲، در تاریخ

زبان میں اسلام کی تعلیمات لکھ کر طلب کیں، وہ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوا
پھر سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھوا کر پڑھتا رہا، اور دل سے اسلام
لے آیا۔ اس نے سلطنت کے زوال کے خطرہ سے اگرچہ اپنے اسلام کا اعلان نہیں
کیا، مگر عبادت کے لیے ایک علیحدہ عمارت بنوائی اور اس میں عبادت و ریاضت میں
مشغول رہنے لگا۔

خاندان سومرہ | سومرہ سندھ کی مخلوط نسل قبیلہ سے تھے، جنھوں نے چوتھی
صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے اوائل میں عروج حاصل کیا، اور سندھ کے بعض علاقوں
پر ایک زمانہ دراز تک حکمرانی کرتے رہے، یہ ابتداً سلاطین ہباریہ کے ماتحت تھے
آج کل کر شیعہ عقیدے قبول کئے، پھر ہباریہ سلطنت کو ان کے ہاتھوں زوال آیا
لیکن منصورہ زیادہ دنوں تک ان کے قبضہ میں نہ رہ سکا، ۱۶ھ میں محمود غزنوی
نے ان کے ہاتھوں سے اس کو چھین لیا۔

بایں ہمہ ان کی حکمرانی کا زمانہ پانچ سو پانچ برس تک جاری رہا، تختہ لکھن
ج ۳ ص ۳۲، ملتان بھی ان کے زیر اقتدار آگیا تھا، شہاب الدین غوری نے
اس کو ان سے چھینا۔

بنو سامرہ | ملتان کی یہ حکومت سندھ کی مذکورہ بالا حکومت کے حدود
ہی سے کٹ کر قائم ہوئی تھی، اس کے حدود کی وسعت کچھ طرف نکران اور کھن
میں منصورہ کے حدود تک تھی، جس میں ایک لاکھ بیس گاؤں آباد تھے، یہاں
تیسری صدی ہجری کے آخر میں (۲۹۶ھ) بنو سامرہ نے اقتدار حاصل کیا، وہ
امون کے زمانہ سے معتصم (۳۲۱ھ) کے دور تک سندھ کے شہرستان
کے حکمران تھے، اور وہی ملتان پر قابض ہوئے، ۳۱۶ھ میں یہاں کا حکمران

طہ عجائب المند بزرگ بن شہریار ص ۳۱۵ مروج الذهب ج ۱ ص ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶

ابوالباب منبہ بن اسد قریشی تھا اس کی نسبت سے ان کو منبہ بھی کہا جاتا
ہو، ۳۸۰ھ میں اسماعیلیوں نے اس سلطنت کا خاتمہ کیا،

اسماعیلی قرامطہ | سندھ میں منبر کے فاطمی اسماعیلیوں کا پہلا داعی ۳۹۰ھ
میں آیا، اور مخفی طور پر کام انجام دے کر جب یہاں زمین تیار ہو گئی، تو فاطمی خلیفہ
عبد العزیز باللہ نے ۳۹۶ھ میں ظہر بن سنیان کی سرکردگی میں فوج بھیجی، جس
نے اچانک حمایہ کے ۳۹۶ھ میں بنو سامہ کی حکومت ختم کر کے اپنی حکومت
قائم کر لی،

اس اسماعیلی سلطنت کا رشتہ مصر کے فاطمی خاندان سے قائم ہو گیا، ۳۹۵ھ میں
شیخ حمید ۳۹۵ھ میں شیخ نصر پھر اس کا لڑکا ابوالفتح داؤد تخت نشین ہوا، داؤد
۳۹۵ھ میں محمود کے خلاف بجے رائے کی مدد میں صف آرا ہوا، اس لیے
محمود دوسرے سال ۳۹۶ھ میں اس کی گود شالی کے لیے آیا، اس نے اس کی طاعت
قبول کر لی مگر چند ہی سال بعد جب راجہ لاہور کی سرکردگی میں ۳۹۹ھ میں
محمود کا مقابلہ کیا گیا، تو ابوالفتح داؤد نے پھر فوجی کمک کے ساتھ اس لڑائی
میں محمود کے خلاف شرکت کی اس لیے محمود نے ۳۹۹ھ میں ملتان پر حملہ کیا، داؤد
کو بچ کر غزنی لے گیا، اس کے بعد اسماعیلیوں نے منصورہ پر قبضہ کر لیا، جس کا
خاتمہ محمود غزنوی نے ۴۱۹ھ میں کیا، اور سندھ و ملتان دونوں کی حکومتیں
غزنوی سلطنت کا حصہ بن گئیں، لیکن آگے چل کر غزنوی سلطنت میں کمزوری آنے
کے بعد قرامطہ نے سندھ میں پھر سر اٹھایا، بالآخر شہاب الدین غوری نے ان کا
خاتمہ کیا۔

پیدائشی نظام حکومت اور تمدن و تہذیب پر

ہندوستان میں سندھ و ملتان کی ان عربی حکومتوں کے مستقل
اثرات یہاں قائم ہوئے، ان کا طرز عمل خیبر کے دروں سے آنے والے
مسلمانوں سے مختلف تھا، (۱) مستقل نظام

حکومت تھا، فوجی چھاؤنیاں قائم تھیں۔ سرکاری دفاتر، شفا خانہ، عدالت
 قضا، رسد خانہ اور اصطبل وغیرہ کے جدا گانہ شعبے تھے، چرائگا ہوں کے لیے
 وسیع میدان چھوڑے جاتے تھے۔ گھوڑوں کی نسل کی افزائش کی جاتی تھی، کٹری
 محاصل شریعت کے حکم کے مطابق وصول ہوتے تھے، مسلمانوں سے صدقہ و زکوٰۃ
 اور نامسلمانوں سے جزیہ کے سوا کوئی رقم نہ لی جاتی تھی، جزیہ کا رقم جان
 مال کی حفاظت کے عہدہ میں دی جاتی تھی، اگر انھیں کوئی ترس پڑتا تو وہ
 جزیہ کی وصول شدہ رقم اس سال کی دیسی کر سکتے۔ جزیہ کی یہ رقم بوجھ
 حساب سے امیروں سے دس روپیہ سالانہ، متوسط طبقہ سے پانچ روپیہ اور
 غریبوں سے ڈھائی روپیہ سالانہ وصول کیا جاتا تھا اور اس سے پورے
 بچے، عورتیں، اور نہ کھانا نہ کپڑا نہ مزدورین مستثنیٰ تھے مسلمانوں سے
 ڈھائی روپیہ سیکڑہ ان کا آمدنی پر زکوٰۃ و زانیہ ہوتی تھی، اور زمین
 کی پیداوار پر اس سال صرف چھ ماہ کی مدت اور انہیں زمین سے خراج کی
 وہ رقم جو پہلے کی حکومتوں کے وہ رسم تھے، جو معمول ہوتی تھی
 سندھ کا مجموعی مال گمراہی آئینہ کر دیا۔ ۱۰ لاکھ درم یعنی ساڑھے چالیس
 لاکھ روپے تھی، سندھ کا یہ رقبہ تھا، ۳۰۰۰۰۰ میں موجود وہ سندھ و مثال
 اور پنجاب کے بعض اضلاع شامل تھے، مسلمانوں کے مقدسوں کے فضیلے
 حکم قضا شریعت کے اصول کے مطابق ہوتے تھے، ہندوؤں کو اپنے شامسٹر کے مطابق
 فیصلہ کرنے اور قوانین و شریعت کے تحت چلنا پڑتا تھا، ان شریعت آزادی
 حاصل تھی، وہ اپنے عقائد و عبادت کا اختیار رکھتے تھے، ان سے منہ بردار
 احترام اسی طرح کیا گیا، یہ یہودیوں کے عقائد و عبادت کے منہ بردار
 وہ محافظ و منتظم تھے۔

البتہ، ان کی قراہی کی کوشش اور ان کے جہاد کا نام ان کے

بانیِ حِلْم بن شیبیان نے ملتان کے قدیم مندر کو ڈھا کر جامع مسجد بنالیا، اور محمد بن قاسمؒ کی جامع مسجد کو بند کر دیا، لیکن رفتہ رفتہ اس پاس کے ہندو راجاؤں سے ان کا ربط و ضبط بھی قائم ہو گیا، جو اتنا آگے بڑھا، کہ جب محمود غزنوی نے پنجاب پر حملہ کیا تو راجہ جے پال کی مدد کے لیے جو فوجیں آئیں ان میں حِلْم کے جانشین داد دکی فوجیں بھی تھیں،

اس دور میں نامور علماء و محدثین بھی پیدا ہوئے، حضرت، و حریت، تجارت زرعیت، میں ہندو مسلمان برابر کے شریک تھے، مقدسی و ادیسی کے بقول وہ نہایت شایستہ شہری تھے، ہندو مسلمانوں کے میل جول سے اسی زمانہ میں ”ہندی اسلامی تمدن“ کی آمیزش سے ایک نیا تمدن اور ”سندھی عربی“ کے ملنے سے ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑی جو آگے چل کر ہندوستانی تمدن اور ہندوستانی زبان سے موسوم ہوئی، اصطخری (۳۴۷ھ) نے لکھا ہے کہ ملتان کا امیر ہاتھی پر سوار ہو کر حجہ کی نماز کے لیے جامع مسجد جاتا ہے، یہ ہندو راجاؤں کے پریشان شکوہ جلوس کی ایک نقل تھی، پھر کہتا ہے کہ ملتان کے لوگ پا جامہ پہنتے ہیں، اور اکثر لوگ فارسی اور سندھی بھی بولتے ہیں، اس طرح ہندو مسلمانوں میں زبان اور لباس کی یکسانی پیدا ہونے لگی تھی، ابن حوقل (۳۶۷ھ) یہاں کے طرز زبان اور لباس کے متعلق لکھتا ہے۔

”میان مسلمانوں اور ہندوؤں کا لباس ایک ہی طرح کا ہے، اور بالوں کے چھوٹنے کا بھی وہی ایک طریقہ ہے، اور ہی طرح ملتان والوں کی وضع ہے... عربی و سندھی بولی جاتی ہے... کروتوں

کا لباس نمایاں ہے گورتا جو قمیص اور چادر بہت استعمال کرتے ہیں“

بشاریؒ میں آیا تھا، اس نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے یہاں کے اخلاق و معاشیات کا اندازہ ہوتا ہے، لکھتا ہے:-

”... گلی کسی منزل کے مکانات ہیں۔ یہاں بدکاری اور شراب اڑی

نہیں..... سرسبزی اور دولت ہو۔ بیوپار کی حالت بھی اچھی ہو
 مختلف و متنوع نمایاں ہو، حکومت منصفانہ ہو، بازار میں کوئی عورت
 بناؤ سنگار کئے ہوئے نہیں ملے گی اور نہ کوئی اس سے علاقہ بہتہ
 میں بات کرتا ہو، زندگی عیش و سرور اور خوش دلی اور عروت کی ہو
 جسم میں تندرستی ہو، لیکن شہر گندہ ہو، مکانات تنگ ہیں،
 ہوا خشک اور گرم ہو، رنگ گندم گوں اور سیاہ ہو،

اہل علم و اعیان اسنندھ اور ملتان کی ان حکومتوں کے دور میں ممتاز اہل علم
 پیدا ہوئے، جنہوں نے مختلف علوم حدیث، تفسیر، فقہ، نحو ادب اور شعر شاعری
 میں تبحر حاصل کیا اور ہندستان کے اس بالائی حصہ میں علم کی روشنی پھیلائی، یہ
 دور عالم اسلام میں علم حدیث کی اشاعت و فروغ کا تھا اس لیے ہندستان میں
 بھی تراز محدثین پیدا ہوئے اور اپنے علم کے سرچشموں سے ہندستان کو سیراب
 کیا اور ہندستان کے مختلف علمی مرکزوں کی روایتیں ہندستان میں لائے اور
 ہندستان سے روایتوں کو عالم اسلام میں لے گئے۔

چنانچہ اس دور کے محدثین میں سے شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبد شہر
 دیلمی سندھی کا تذکرہ سمحانی نے کتاب الانساب میں اور یاقوت حموی نے معجم البلدان
 میں کیا ہو۔ ان کے شیوخ حدیث میں موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی صانع وغیرہ تھے
 شیخ علی بن موسیٰ دیلمی تراز محدثین میں سے تھے۔ ان کے ارشد تلامذہ
 میں شیخ خلف بن محمد موازی بنی دیلمی تھے شیخ خلف بن محمد موصوف نے
 بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہاں اپنے شیخ کی
 روایتیں بیان کرتے تھے، شیخ ابو الحسن احمد بن محمد بن عمران ابن جندی ان کے تلامذہ

۱۰ ابن حوقل ص ۲۲۲، حسن النقاہم مقدسی ص ۸۰ عرب و ہند کے تعلقات۔

پانچواں باب، تاریخ ہند کوشیخ اسیر خواں باب

میں تھے، سماعی نے کتاب الانساب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

شیخ ابو القاسم شعیب بن محمد معروف بہ ابن ابی قلعان دیلمی چوتھی صدی کے محدثین میں سے تھے، مصر میں وارد ہوئے، وہاں کے محدثین نے ان کی روایتیں میں شیخ ابوسعید بن یونس ان کے تلامذہ میں سے تھے، سماعی نے تذکرہ کیا ہے۔

اس زمانے میں ہندستان میں علم حدیث کا ایسا چرچا پھیلنا کہ سرباتک ہندی کے افسانہ نے شہرت حاصل کی، عرب مورخین نے سرباتک کو فتوح کا حکمران لکھا ہے شیخ سرباتک کا دعویٰ تھا کہ وہ محمد رسالت میں موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ و حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو ان کے پاس اسلام کی دعوت لے کر بھیجا اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔ اس روایت کی عالم اسلامی میں شہرت ہوئی اور فن رجال کی کتابوں میں ان کا ذکر آیا، چنانچہ علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حافظ نے اصحاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے، شیخ اسحق بن ابراہیم طوسی ہندستان آئے، اور سرباتک ہندی سے مل کر صورت حال کی تحقیق کی سرباتک نے ان سے اپنی عمر ۷۵ سال بیان کی، حضرت حذیفہ و اسامہ کے پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت نامہ پر اسلام قبول کرنے کا تذکرہ کیا، اسی طرح شیخ ابو حاتم بلوی نے بسلسلہ روایت ابوسعید مظفر بن اسد حنفی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ سرباتک نے ان سے بیان کیا کہ وہ دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکے ہیں۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں، علامہ ذہبی نے تجرید میں ان پر جرح کی ہے، سرباتک نے ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیلمی مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھے، یا قوت حموی اور سماعی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے ابن عیینہ کی کتاب التفسیر شیخ عبد اللہ سعید بن عبد الرحمن مخزومی سے روایت کی، اسی طرح ابن مبارک کی مشہور کتاب البر والصلاء ابو عبد اللہ حسین بن حسن مروزی سے روایت کی ہے، ان کے تلامذہ میں عبد الحمید بن صالح ابو الحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی اور ابو سبیر محمد بن ابراہیم بن علی بن تقی غیر مکی

ابو محمد عبداللہ بن جعفر منصور دہلی کو علوم قرآن میں ہمارت حاصل تھی۔ مقری کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے حسن بن محوم وغیرہ سے حدیثیں سنیں، حاکم نے ان کی روایتیں مستدرک میں لی ہیں۔

زہاد | اس عہد کے مشائخ طریقت میں جن کا دستاروں میں علم حدیث و دیگر علوم دین میں ہمارت کا بھی طغرائے امتیاز موجود تھا، شیخ ابو العباس احمد بن عبد اللہ دیلمی کا اسم گرامی سرفہرست آسکتا ہے۔ انھوں نے نشو و نما و ابتدائی تعلیم کے بعد عالم اسلام کے علمی مرکزوں کا سفر کیا، اور وہاں کے ممتاز اساتذہ و شیوخ وقت سے حدیث کی روایتیں لیں، چنانچہ ان کے شیوخ حدیث میں قاضی ابو خلیفہ بصرہ، جعفر بن محمد فریابی بغداد، مفضل بن محمد جدی و محمد بن ابراہیم دیلمی، عقیق کتہ، علی بن عبد الرحمن و محمد بن زیان، عقیق مصر، ابو الحسن احمد بن عمیر دمشق، ابو عبد الرحمن کحول بیروت ابو عروہ جہین بن ابو مشرک حران، احمد بن زہیر، تشرکرم عبدان بن احمد حافظ عسکر اور ابو بکر محمد بن اسحق بن خزیمہ نیا پور وغیرہ تھے، اور تلامذہ کی صف میں امام حافظ ابو عبداللہ حاکم صاحب المستدرک کا جلیل القدر اسم گرامی بھی ہے، نیشاپور میں قیام اختیار کیا، یہیں خاتواہ میں عقیقہ تہ کرشد و ہدایت اور علم و فن کی خدمت انجام دیتے رہے، لباس صوفی اختیار کر لیا تھا، کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کرتے تھے، نیشاپور میں ۳۶۳ھ میں وفات پائی، اور مقبرہ اکیرہ میں دفن کئے گئے، سماعی نے اپنی کتاب بالانساب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

اسی طرح اس عہد کے زہاد و صاحبین میں شیخ ابو العباس محمد بن محمد عبداللہ وراق دیلمی کا اسم گرامی ہے، ان کے شیوخ حدیث میں ابو خلیفہ مفضل بن حباب جمعی جعفر بن محمد فریابی، عبدان بن احمد عسکری، محمد بن عثمان بن ابی سدید بصری، وغیرہ ہیں۔ اور تلامذہ میں شیخ حافظ ابو عبداللہ حاکم، صاحب المستدرک کا اسم گرامی ہے اس عہد میں زہد و ورع سے مصطفیٰ تھے اور "زہاد" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، پچیس زمانہ میں صوفیہ کے لیے استعمالی ہوتا تھا، ۳۵۴ھ میں وصال فرمایا، شیخ

غزنوی سلاطین ہند

۲۲۳ھ - ۲۲۴ھ

ہندستان اور درہ خیبر کے پار ملکوں کے درمیان ہمیشہ سے صلح و جنگ کے تعلقات قائم رہی۔ اسلام کے پہلے بھی جب کبھی کابل کے حکمران کو موقع ملا، اس نے پشاور تک قبضہ کر لیا، اور جب رائے ہمارو (لاہور) کو موقع ملا، کابل و قندھار تک قبضہ خیال کیا، جب ساتویں صدی عیسوی میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بڑھا، اور مختلف نئی قوموں اور نسلوں نے اسلام قبول کر لیا، اور مرکزی سلطنت ہندو میں کمزوری آگئی تو مادراہنہ میں بخارا دار السلطنت بنا، اور صفاریہ اور سامانیہ حکومتوں نے کابل و قندھار تک قدم بڑھائے، اسیر الپ تگین ایک ترک افسر بخارا سے نکل کر غزنین چلا آیا، اور یہاں اپنی حکومت قائم کی۔ یہ شہر کابل سے پچھتر میل جنوب میں کوہستان بابا کی شاخ گل کوہ واقع ہے۔

سبکتگین | **سبکتگین** (۲۲۴ھ - ۲۲۵ھ) جو الپ تگین کا داماد تھا، اس کی وفات کے بعد اس نئی سلطنت کا امیر بنا، پنجاب کے راجہ جے پال اور امیر سبکتگین میں دہی پرانی سرحدی نزاع تازہ ہوئی کہ پشاور سے جلال آباد تک کا علاقہ جو لغات کہا جاتا ہے، پنجاب و غزنین کی حکومتوں میں سے کس حکومت کے زیر اثر رہی۔

راجہ جے پال کا جارجانہ حملہ | آنسو پنجاب کے راجہ جے پال نے اس نزاع کا فیصلہ کرنے کے لیے سلطنت مغربی درہ ہندستان غزنین کی پہلی لڑائی

طوفانی لشکر لے کر ہاتھیوں پر سوار چلا اور وادی لغمان میں اتر گیا، اور سبکتگین اور اس کا نو عمر بیٹا محمود تازہ دم ترکوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ دونوں داؤد بجا دے رہے تھے، کہ اچانک برق و باران کا طوفان اٹھ آیا اور راجہ جے پال کا مفسو بہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ آخر کار صلح کی بات چیت شروع ہوئی، اور

راجہ جے پال دس لاکھ دریم اور پچاس ہاتھی دینے پر آمادہ ہو گیا، یہ بھی وہ پہلی لڑائی جس نے ہند کی قسمت کا فیصلہ سیکڑوں برس تک کے لیے کر دیا تھا۔ راجہ جے پال کی وعدہ خلافی اس کے بعد راجہ جے پال نے واپس آ کر اسکبتگین کا حملہ ہندوستان رقم ادا کرنے کے بجائے ان سفیروں کو جو رقم ساتھ لے جانے کے لیے آئے تھے، گرفتار کر کے جلی خانہ میں بند کر دیا، اسکبتگین یہ سننے پر کبلی کے مانند تیزی سے ہندوستان کی سمت چل کھڑا ہوا، ادھر راجہ جے پال نے دہلی، قنوج اور کالنجر کی فوجی مدد لی، اور مقابلہ کے لیے نکل پڑا، درہ خیبر اور پشاور کے درمیان لڑائی ہوئی، ہندی فوجوں نے شکست کھائی اور پشاور

تک ایک بار کے ملک پر غزنی سلطنت کا قبضہ ہو گیا۔ غزنی کو دہلی کالنجر اور قنوج اب غزنیوں کے نو مسلم ترکوں کے لیے ہندستان تک ترکتازی کا حق کارستہ کھل گیا تھا، اور دہلی، کالنجر اور قنوج تک انھیں اپنی ترکتازیوں کا حق تھا، کہ یہ ممالک دشمن کے ساتھ صف آرا ہو کر ان پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

محمود محمود (۳۹۶ھ - ۴۱۳ھ) اپنے باپ اسکبتگین کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا، اس کو نو زائیدہ سلطنت غزنیوں کو دست و استحکام دینا تھا وہ اپنی ۳۲ سال کی حکمرانی میں اسی خدمت کو انجام دیتا رہا،

محمود کی ترکتازیاں اس نے اپنے چاروں طرف کی سلطنتوں کو چاہے وہ مسلمانوں کی ہوں، یا ناسلمانوں کی ہلا ڈالا اور اپنی حکومت کے حدود آگے بڑھاتا گیا، اس نے غزنی کی ایک طرف کاشغر کی اسلامی الیمانی حکومت کو، دوسری طرف خود اپنے آقا سانیوں کی سلطنت، تیسری طرف دلمیوں اور طبرستان کی حکومت آل زیاد کو، مشرق کی سمت میں غوریوں کی سرزمین کو جن میں سے کچھ مسلمان ہو چکے تھے اور کچھ اپنے پرانے دین پر قائم تھے، پھر اسی مشرقی سمت میں ملتان اور سندھ کی عرب حکومتوں کو اور ادھر لاہور اور ہندوستان کے بعض دوسرے راجاؤں

کی سلطنتوں کے کھنڈر پر اپنی غزنی کی عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی یہ تھیں اس بدنام "بت شکن" کی ترک تازیاں جس نے بجز ہندوستان کے ساری اسلامی سلطنتوں کا قلع قمع کیا تھا، اس سے اندازہ ہو گا کہ غزنی کے سلاطین کی یہ لڑائی ہندوستان سے کسی مذہبی جذبہ کے ماتحت تھیں، یا محض جغرافیائی ماحول اور نسلی حکومتوں کے شکست و تعمیر کے زیر اثر پیش آئیں۔

محمود کے حملے ہندوستان پر | محمود کو دوسری سمت کی مخالف حکومتوں سے

جب فرصت ملتی، ہندوستان پر چڑھ آتا، وہ اپنے دور میں سب سے پہلے ۳۹۱ء میں ہندوستان میں داخل ہوا، جنوبی ہند کے جاٹوں کی سرکوبی کی اور چند سرحدی ضلعوں پر قبضہ کیا، دوسرے سال پھر آیا۔ پشاور کے آگے خیمہ زن ہوا، زور کاران پڑا، راجہ جے پال نے شکست کھائی، اور گرفتار کر لیا گیا، محمود نے بڑھ کر دوسرے شہر دیہند پر قبضہ کر لیا، جے پال نے خراج دے کر رہائی حاصل کی، اور سلطنت اتندپال کے سپرد کر کے چتا میں بیٹھ کر جل مرا، ۳۹۵ء میں بجائے والی بھیرہ سے جنگ آزادی کی اس نے بھی فرار کی حالت میں خودکشی کر لی، اور بھیرہ اور اس کے مضافات سلطنت غزنی میں ملا لیے گئے، اسی طرح جیسا کہ گزرا ملتان کے والی ابو الفتوح نے بجائے کی مدد کی ناکام کوشش کی تھی، ۳۹۶ء میں محمود اس کو سزا دینے آیا، رائے اتندپال ابو الفتوح کی مدد کے لیے آیا مگر ناکام ہو کر فرار ہوا، ابو الفتوح نے محمود کی طاعت قبول کی، محمود نے اتندپال کے بیٹے سکھ پال کو بھیرہ کا گورنر بنادیا تھا، وہ اسلام لے آیا تھا، پھر وہ مخوف ہو گیا، محمود ۳۹۷ء میں اس کی سرگوشی کے لیے آیا۔ اور جلسہ دوام کی سزا دی۔

پھر ۳۹۸ء میں معرکہ آرائی ہوئی، اس مرتبہ اتندپال کی مدد پر احین، گوالیار، کالنجر، قنوج، دہلی اور اجمیر کے راجہ اور ملتان کے والی داؤد و فوجیں لے کر آئے حب الوطنی کا عام جذبہ پیدا ہوا، اور عورتوں نے اپنے زلیخہ بیچ بیچ کر، چمنے، لالت کر اور محنت مزدوری کر کے لڑائی میں حصہ دینے کے لیے مہیا کیے۔

ہندوستانی راجاؤں کی پھیلی ہوئی طاقت جنگیوں کا غبار دل سے دور نہیں ہوا تھا، وہ کسی ایک کی کمان میں فوجوں کو نہ دے سکے، محمود نے راج پوتوں کے اس بڑی دل فوج کا مقابلہ کیا، ہندوستانیوں کے قدم اکھڑ گئے، محمود کے خلاف یہ آخری مشترکہ قومی مظاہرہ تھا، جس میں نہ صرف ہندو بلکہ ہندوستان میں عربوں کی واحد حکومت کا حکمران بھی شریک تھا مگر ہندوستان کو شکست ہوئی اس کے بعد راجاؤں ہند کیے بعد پورے مغلوب ہوتے گئے اور پیش ہار خزانے خصوصاً مندروں کے جواہرات فاتح کے ہاتھ آتے گئے۔

اس حملہ میں محمود نے نگر کوٹ (کانگرہ) کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ۱۱۱۲ء میں وہ ابو الفتح داؤد کا خاتمہ کر کے ملتان آیا۔ اور اس کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا۔ اس کے بعد اس نے ۱۱۱۳ء میں راجہ بھیم پال سے قلعہ سندو نالیا، ۱۱۱۴ء میں قلعہ پر قبضہ کیا، پھر ۱۱۱۵ء میں کشمیر کی ناکام مہم پیش آئی، اس کے بعد ۱۱۱۶ء میں تنوج اور متھرا پر قبضہ کیا، پھر ۱۱۱۷ء میں کشمیر پر دوبارہ حملہ آور ہوا، ۱۱۱۸ء میں وہ پورے پنجاب کو غزنین کا صوبہ بنانے کی نیت سے انتظامات کے ساتھ آیا اور پنجاب کا اسحاق غزنی سے کر لیا، انند پال کے لڑکے ترلوکن پال کا انتقال ہو چکا تھا راجہ بھیم اس کا جانشین تھا، وہ پنجاب کو چھوڑ کر رائے اجیر کے پاس چلا گیا۔ جہاں ۱۱۱۹ء میں اس نے وفات پائی، محمود نے لاہور کا پہلا حاکم ایاز کو بنایا۔

اس کے بعد ۱۱۲۰ء میں گوالیار اور کالنجر کو قبضہ میں لیا، پھر ۱۱۲۱ء میں سونا کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ اور اس مہم میں گجرات کی فتح کی تکمیل ۱۱۲۲ء میں کی، پھر اسی سال ۱۱۲۳ء میں ملتان کے قزاقوں کی سرکوبی کی، اور ۱۱۲۴ء میں جاٹوں کی چھیڑ چھاڑ کا بدلہ لینے کے لیے آیا، اور کامیاب رہا، اس طرح محمود کے براہ رہت قبضہ میں پنجاب، سندھ اور ملتان کے صوبے آئے، اور کشمیر، قنوج

کالنجر، گوالیار، اور گجرات اس کے باج گزار بنے،
مندروں پر حملہ آوری کا حقیقی سبب۔ محمود نے ہندوستان کے ان حملوں میں

بے شمار دولت حاصل کی، یہاں کے مندروں میں پشت پشت کے چڑھائے ہوئے
 زرو جو اہر کا انبار لگا تھا، اس نے اپنے ان حملوں میں مندروں کو خاص طور پر نشانہ
 بنایا، تاکہ صدیوں کی جمع کی ہوئی دولت اس کے ہاتھ آ سکے، سو مناتھ میں دوسو من ذری
 سونے کی زنجیر لگتی تھی، جس میں گھٹیاں آویزاں تھیں جس حجرے میں بت تھا اس کی
 قدیوں کو روشن کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ روشنی کے لیے اس میں جو اہر دالاسا جسے
 ہوئے تھے، جن کی جگہ گھاٹ سے ہم دم روشنی رہتی تھی، محمود کے یہ حملے "بت شکنی
 کے لیے نہیں، حصول زر کے لیے تھے اور اس مقصد میں وہ اپنی توقعات سے زیادہ کامیاب
 صوبہ پنجاب کا نیا نظم | بہر حال محمود نے پنجاب کو سلطنت غزنویں کا ایک

صوبہ قرار دیا، اس نے اس صوبہ کے مرکز سے دور دراز ہونے کی وجہ سے یہاں
 ایک نیا نظم قائم کیا۔ ایاز کے بعد فوجی اور انتظامی اختیارات علیحدہ علیحدہ حکام
 کے سپرد کئے، انتظامی امور ابوالحسن علی المعروف بہ قاضی شیرازی کے سپرد کئے
 اور سپہ سالاری کے عہدہ پر علی اری یارک کو مامور کیا، لیکن گورنر اور سپہ سالار
 دونوں کا ایک دوسرے سے سروکار نہ رکھا، یہ دونوں براہ رست غزنویں کے
 ماتحت تھے، اور پرچہ نویسی پر ابوالحکم نام کے ایک افسر کو مقرر کیا۔

محمود کو ہندوستان سے ایک رابطہ | اگرچہ محمود نے ہندوستان کو اپنا
 وطن نہیں سمجھا۔ اس کو غزنویں پیارا تھا، اور اسی کو اس نے آباد کیا، تاہم ہندستان
 سے اس کو ایک رابطہ پیدا ہو چکا تھا، ہندوستان کے جنگی ہاتھیوں پر اس کو ایسا
 ناز تھا، کہ وہ خلیفہ بغداد کو بھی اسی اعتماد پر دھمکی دینے سے باز نہ آیا۔ اور افضل
 الافیل کا عبرت آموز جواب پایا۔

محمود کی رواداری | اس نے اپنی ساری عمر میں کبھی کسی ایک ہندو کو بھی جبر
 سے مسلمان نہیں بنایا، اور نہ امن کی حالت میں کسی ایک مندر کو توڑنے اور بت شکنی
 کرنے کا کوئی واقعہ پیش آیا، اس نے ہندوستانی مقبوضات کے لیے اپنا سکہ ہندی
 زبان میں جاری کیا، اور اپنی فوج میں ہندوؤں کو معزز عہدوں پر بھی سرفراز کیا،

سوندرائے اس کی فوج میں علی کمان دار تھا، ہندوستانیوں کا ایک بڑا لشکر اس کے ماتحت تھا۔

سلطان محمد | سلطان محمد (۱۲۲۱ء) محمود کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا، اس کے بھائی مسعود نے جب اس پر فوج کشی کی تو اس نے اسی ہندوستانی سپہ سالار سوندرائے کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ مگر وہ اس جنگ میں کام آیا، تاہم معلوم ہوا کہ اس لشکر کو اتنی اہمیت حاصل تھی کہ وہ تاریخ و تخت کا فیصلہ کر سکتے تھے۔ سوندرائے کے مارے جانے کے بعد سلطان محمد خود فوج لے کر گیا اور میدان جنگ میں گرفتار کر لیا گیا۔

سلطان مسعود | سلطان مسعود (۱۲۲۱ء - ۱۲۲۲ء) کہ ہندوستان کے نظم و حکومت میں محمود کے قائم کئے ہوئے دو عملی نظام سے سابقہ پڑا، یہ دو عملی نظام پنجاب میں نہ چل سکا، قاضی شیرازی اور علی اری یارک میں اختلاف پیدا ہوا، وزیر غزنی نے یارک کو شیریں گفتاری سے پائے تخت بلوایا اور ۱۲۲۳ء میں بلخ میں اس کو قید کر دیا، پھر پنجاب کی سپہ سالاری پر احمد نیا تلگین بھیجا گیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود نے ۱۲۲۴ء میں کشمیر کے قریب قلعہ سستی پر فوج کشی کی اور اس کو فتح کر لیا۔

احمد نیا تلگین | مسعود کے واپس جاتے ہی لاہور میں انتظامی و فوجی حکام کی جنگ پھر شروع ہو گئی مگر وزیر اعظم عربی نے اس مرتبہ نیا تلگین کی حمایت کی اس نے قاضی شیرازی سے بے پردہ ہو کر ہندوستان پر فوجی حملہ کر دیا اور سرعت سے بڑھتا ہوا بنارس تک پہنچ گیا اور اس شہر کو بھی لوٹا۔ قاضی شیرازی نے غزنین اطلاع دی کہ نیا تلگین نے بے شمار دولت حاصل کی ہو، خود مختاری کی طرف مائل ہے، اپنے کو محمود کا بیٹا کہتا ہو، نیا تلگین نے واپس آ کر قاضی کو قلعہ میں قید کر دیا، گویا اس طرح دربار غزنین میں قاضی شیرازی کی بھیجی ہوئی خبر کا قصہ بدایت ہو گئی۔

سپہ سالار ناتھ | سلطان مسعود نے ۱۲۲۴ء میں احمد نیا تلگین کی سرکوبی کے لیے ایک ہندو سپہ سالار ناتھ کو بھیجا مگر وہ ناکام رہا، اس

کے بعد اس کی سرکوبی کے لیے ایک دوسری فوج بھیجی جا ہی، مگر مہم کی دشواریوں کو دیکھ کر کوئی آمادہ نہیں ہوا، اور آخر ایک دوسرا ہندو سپہ سالار تنک آگے بڑھا اس نے اس مہم کو انجام دینے کا بیڑا اٹھالیا۔

سالار تنک | سالار تنک سو بند رائے کی جگہ غزنی کی ہندو فوج کا سپہ سالار

تھا، اور اس کے عہدِ ازمین ہندو سرداروں کے دستور کے مطابق اس کے مکان پر نو بت سجتی تھی اور غزنین کے سپہ سالار کی طرح اس کو بھی علمِ خمیہ اور پتھر عطا ہوا تھا۔ تنک لاہور آیا تو نیا انگین فرار ہو چکا تھا اس نے اس کی سرکوبی کا بیڑا لاکھ درہم مقرر کیا، پھر جن جن کس کے سپاہیوں کو اس وقت تک مارا جب تک انھوں نے نیا انگین کا ساتھ چھوڑنے کا وعدہ نہیں کر لیا، پھر جاٹوں نے جبر سندھ عہد کرتے ہوئے نیا انگین کو بھی پکڑ لیا اور اس طرح اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس طرح گویا غزنوی سلطنت کے استحکام میں ہندوؤں اور جاٹوں نے رضا کارانہ حصہ نہیں لیا۔

ہندوستان کا خزانہ | اس کے بعد سلطان مسعود نے ۴۲۹ھ میں ہندوستان کو واپس | کا رخ کیا اور قلعہ بانسی اور سون پت پر قبضہ کیا،

اور اپنے لڑکے محمد و دو کو پنجاب کا گورنر بنا کر غزنین واپس گیا اور ایاز کو اس کا اتالیق مقرر کیا، اسی زمانہ میں دوسری طرف سلجوقیوں کو عروج حاصل ہو رہا تھا، اور ان کا سیلاب بڑھتا ہوا غزنین تک آ رہا تھا، مسعود نے اس ابھرنے والی نئی طاقت کا مقابلہ کیا، اور سلطانہ میں مردے میدان میں اس کو فاسس شکست ہوئی، مستقبل کا نقشہ اس کی نگاہ میں آیا، اس نے غزنین سے اپنے پایہ تخت کو پنجاب میں لے آئے کا فیصلہ کیا، تین سو اونٹوں پر زرو جواہر اور مال و دولت کا انبار لاد کر چلا۔ ہندوستان کی دولت ہندوستان میں واپس آ رہی تھی، کہ اٹنا سہ راہ میں اس کے ترک اور بیشتر ہندو سپاہیوں نے اس سے بے وفائی کی، خزانہ لوٹ لیا سلطان کو حراست میں لے لیا، اور اس کے نابینا بھائی سابق سلطان محمد کو قید سے نکال کر تخت نشین کر دیا، اور چند دنوں کے بعد مسعود قتل کر دیا گیا،

غزنی و ہندستان کے امراء | سلطان مسعود کے قتل ہونے کے بعد اس کے
 کی پالیسی میں اختلاف بیٹے مودود نے غزنین میں تخت نشینی اختیار کی
 اور ۴۳۱ھ حملہ کر کے محمد کا خاتمہ کیا، ہندستان کے امراء مودود اور محمد کی کشمکش
 میں محمد کے طرفدار تھے، اس طرح پایہ تخت غزنین اور ہندستان کے امراء غزنین
 کی پالیسی میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

سلطان مودود | سلطان مودود (۴۳۱ھ - ۴۳۹ھ) اس کے باوجود
 ہندستان کے امراء غزنین سے مرعوب نہیں ہوا اس نے ابونصر محمد بن احمد
 کو لاہور کا حاکم مقرر کیا اور خود ملتان سے لاہور آیا اور باغی اور تھانسیہ تک
 کا دورہ کر کے واپس گیا، اس اثنا میں مغرب میں سلجوقیوں کا زور بڑھتا گیا اور مودود
 کو ادھر متوجہ ہونا پڑا۔ یہ دیکھ کر اس کے بھائی مجدود نے مودود سے ناراض
 ہو کر امراء کی مدد سے پنجاب پر قبضہ کر لیا، مودود نے ۴۳۵ھ میں پنجاب پر فوج
 کشی کی، مگر مجدود نے لاہور کو بچا لیا۔ لیکن اسی اثنا میں مجدود اپنے خیمہ میں مردہ
 پایا گیا، اس کا دست راست ایثار بھی مر گیا۔ اور مودود کے قبضہ میں پنجاب آ گیا
 ہندستان میں وطن اور | دوسری طرف غزنویوں کی خانہ جنگی اور سلجوقیوں سے ان
 دھرم کو بچانے کا نیا جذبہ کی معرکہ آرائی سے ہندستان کے راجپوتوں نے
 پورا فائدہ اٹھایا، ان میں وطن اور دھرم کو بچانے کا نیا جذبہ پیدا ہوا، جو
 لوگ ترکوں کے خوف سے جنگلوں میں پناہ گزین تھے۔ خود اعتمادی کے ساتھ نکل
 پڑے، تقدیر نے یادری کی، راجہ دہلی کی سرکردگی میں ۴۳۵ھ ہی میں بالسی اور
 تھانیہ پر قبضہ کر لیا۔

نگرکوٹ کی بازیافت اور | محمود نے ہندوؤں کے مقدس مقامات میں
 ہندستان میں جذبہ سرت سے جن کو فتح کیا تھا۔ ان میں سے صرف نگرکوٹ
 پر اپنا قبضہ رکھا تھا۔ انہوں نے اس کو بھی داغدار کر لیا، جس سے ہندوستان میں
 سرت کی عام لہ دوڑ گئی۔ جاتری جوق جوق تیرتھ کے لئے آنے لگے، اب

راجپوتوں کے دل بڑھے ہوئے تھے، وہی اور مصافحات کے علاقے تو غزنویوں کے ہاتھ سے کھلی چکے تھے وہ لاہور کا فیصلہ کر لینے کے لیے آگے بڑھے، یہ دیکھ کر غزنوی امراء میں بھی نئی حرارت آئی، اختلافات کو بھلا دینے کا عزم کر کے اسٹے راجپوتوں کا لشکر بغیر لڑے واپس چلا گیا۔

مودود نے ۴۰۴ھ میں اپنے لڑکے ابو القاسم محمود کو لاہور کا حاکم بنا کر بھیجا اور ابو علی کو ہند کا سپہ سالار بنایا جس نے پشاور، کشمیر، اور ملتان کی بغاوتیں فرو کیں۔ لیکن بانسی، تھاہیسر اور نگر کوٹ کے قلعے قبضہ میں نہ آ سکے۔

سلطان عبدالرشید مودود کی وفات کے بعد علی بن ربیع ایک امیر نے اس کے تین چار برس کے بچے مسعود بنی کو تخت پر بٹھا دیا، مگر دوسرے امراء نے مودود کے بھائی علی بن مسعود کی اطاعت کی، اور علی بن ربیع ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان چلا آیا، اور پشاور سے سندھ تک کے علاقے کو قبضہ میں لے لیا، اس اثنا میں سلطان مودود کے چھوٹے بیٹے عبدالرشید (۴۰۴ھ - ۴۰۶ھ) نے غزنی کے تخت پر قبضہ کر لیا، اس نے ربیع کو غزنی واپس بلایا اور اس کی جگہ نوشنگین کرخی کو ہندوستان اور سندھ کا والی بنا کر بھیجا۔

نوشنگین حاکم پنجاب غزنوی حکمرانوں کی خانہ جنگی کے بعد نوشنگین گویا ہندوستان کا باضابطہ سرکاری حاکم تھا، اس کے ساتھ مستحکم فوج بھی آئی تھی اس نے قلعہ نگر کوٹ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

سلطان فرخ زاد اس اثنا میں غزنی میں پھر انقلاب حکومت ہوا جس کے بعد فرخ زاد بن مسعود (۴۰۶ھ - ۴۰۹ھ) تخت نشین ہوا، اس نے کسی کو ہندوستان کا والی بنا کر نوشنگین کو اپنی وزارت کے منصب کے لیے طلب کر لیا۔ سلطان ابراہیم اس کے بعد سلطان ابراہیم بن مسعود (۴۰۹ھ - ۴۱۲ھ) تخت نشین ہوا۔ اس نے چالیس برس حکمرانی کی، لیکن اپنے پورے دور حکومت میں اس نے ہندوستان پر صرف دو مرتبہ چڑھائی کی، آخری مرتبہ ۴۱۲ھ میں آیا اور

وجود میں (پاک پٹن) پر قبضہ کیا پھر قلعہ روہڑی پر دھاوا کیا، اسی طرح روپل اور نیتی کال کو قبضہ میں لایا اور بڑھتا ہوا سہارن پور کے ضلع تک آیا اور کئی قلعوں پر قبضہ کر کے واپس گیا۔
سلطان مسعود بن ابراہیم | سلطان مسعود بن ابراہیم (۱۱۹۵ء - ۱۲۰۸ء) اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، اس زمانہ میں ہندستان کا والی طغتاہنگین بنایا گیا۔ طغتاہنگین حاکم پنجاب گنگا کو عبور کر کے مختلف مقاموں کو قبضہ میں لایا، اور کثیر دولت کے ساتھ لاہور واپس گیا۔

سلطان ارسلان | مسعود بن ابراہیم کی وفات کے بعد سلطان ارسلان (۱۲۰۸ء - ۱۲۱۷ء) کا دور آیا۔ اس زمانہ میں غوروخوارزم میں دکنی طاقتیں ابھر رہی تھیں۔ ایک نے سلجوقیوں کی جگہ لی اور دوسری نے غزنویوں کا خاتمہ کیا۔ ارسلان کے زمانہ میں خجھر سلجوقی نے غزنی پر قبضہ جمالیا، تو وہ ہندستان چلا آیا، اور یہاں سے ہندستانی لشکر فراہم کر کے غزنی پر چڑھائی کی اور اپنے پایہ تخت کو واپس لے لیا، لیکن سنجر نے واپس آ کر پھر غزنی پر قبضہ جمالیا، ارسلان پہاڑوں میں چھپ رہا، جہاں سے پیکر کر لایا گیا، اور قتل کیا گیا۔
محمد بابلیم والی پنجاب | اس زمانہ میں ہندستان کی ولایت کی زام محمد بابلیم کے ہاتھ میں تھی، وہ اپنی دانش مندی سے پنجاب کو بچائے رہا، اور پایہ تخت غزنی کے انقلابات کے اثر سے یہ صوبہ محفوظ رہا۔

بہرام شاہ | اس کے بعد بہرام شاہ بن مسعود (۱۲۱۷ء - ۱۲۲۶ء) سلطان سنجر کی بخشش کے طور پر جو بہرام کاموں بھی تھا، غزنی کے تخت پر بیٹھا، محمد بابلیم نے غالباً ارسلان کی ہمدردی میں ہندستان میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ مگر بہرام نے غفلت نہ برتی، فوراً کوچ کر کے ۱۲۱۷ء میں ہندستان آیا، محمد بابلیم کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوا۔ مگر پھر خطا معاف کر کے ہندستان کی حکومت اس کے سپرد کر کے واپس چلا گیا۔

قلعہ ناگور پر قبضہ | اس کے بعد محمد بابلیم نے قلعہ ناگور فتح کیا، اس کو مستحکم کر کے اپنا امن بنایا، اور ایک عظیم الشان لشکر فراہم کر لیا اور مختلف راہوں سے معرکہ آرا رہا۔

محمد باہیم کی بغاوت اور زوال | اس آئنا میں اس کو اپنی طاقت پر پھر غرنا دھونگیا اور غزنی کی کمزور سلطنت کے ماتحت رہنا جو خود قوی دشمنوں کے نرغہ میں تھی، پسند نہیں کیا سلطان بہرام اس کو سزا دینے کے لیے پھر آیا، ملتان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ محمد باہیم شکست کھا کر مارا گیا۔

حسین بن ابراہیم والی پنجاب | سلطان بہرام ہندستان میں حسین بن ابراہیم علوی کو حاکم بنا کر چلا گیا، جب غوریوں کا حملہ غزنی پر شروع ہوا تو بہرام مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر ہندستان چلا آیا، پھر موقع پا کر واپس گیا، اور غزنی پر قبضہ کیا۔

غزنی کی بربادی | لیکن پھر ۵۴۴ھ میں علاء الدین حاکم غور نے غزنی پر قبضہ کر لیا، اور شہر میں آگ لگا دی، اسی سے ”جہاں سوز“ کا لقب پایا، سلطان بہرام غزنی کی بربادی کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور اسی غم میں ہندستان واپس آکر ۵۴۶ھ میں اس دنیا سے چل با۔

خسرو شاہ | اس کے لڑکے خسرو شاہ ۵۴۶ھ - ۵۵۴ھ میں غزنی ہی میں اپنا تخت بچھا ناجا ہا مگر غوری آ موجود ہوئے، اس لیے وہ نامراد ہندستان واپس آیا۔ غزنی سلاطین کا مامن ہندستان | اب غزنویوں کا مامن یہی ہندستان تھا، جو بہت سی قوموں کو اپنے سینہ سے لگا چکا تھا اور ان کا پائے تخت غزنی کے بجائے لاہور تھا۔

ملک خسرو | خسرو شاہ نے ۵۵۴ھ میں لاہور میں وفات پائی ملک خسرو ۵۵۴ھ - ۵۸۲ھ میں اس کا جانشین ہوا۔ اور اس نے میں برس امن و امان سے اپنے مقبوضات ہند پر حکمرانی کی۔

راجہ جموں کی دعوت | اس آئنا میں سلطان شہاب الدین غوری کا اقتاب شہاب الدین غوری کا اقتاب شہاب الدین غوری کا اقتاب شہاب الدین غوری کا اقتاب سرحد مشرق میں سیالکوٹ تک تھی اور یہیں راجہ جموں کی سرحد آتی تھی، یہاں کے راجہ چک دیو نے سلطان شہاب الدین کو پنجاب کا خاتمہ کرنے کی دعوت دی۔

کے حملہ ہندستان پر شروع ہو گئے، اور پشاور، ملتان اور سندھ کو اس نے فتح کر لیا، پھر پٹنہ میں لاہور پر فوج کشی کی، خسر و ملک قلعہ بند ہو گیا اور نہابؒ کو وہاں جانا پڑا، پٹنہ میں وہ پھر ہندستان آیا، اور سیالکوٹ کے قلعہ کو فتح کر کے اس کو مستحکم کیا۔

اس کے بعد پٹنہ میں وہ پھر لاہور آیا اور خسر و ملک اور اس آل بکتگین کا زوال کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا۔ اور وہاں سے زابلستان کے قلعہ میں قید کر دیا جہاں اس نے پٹنہ میں وفات پائی۔

غزنوی سلطنت کے خاتمہ میں اس طرح ہندو مسلم دونوں حکمرانوں کی باہمی صلاح و ہندو مسلم حکمرانوں کا اشتراک اشتراک عمل سے ہندستان میں آل بکتگین کی غزنوی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

غزنوی سلاطین کے دور میں غزنوی سلاطین کی علم پروری شہرت عام تھی ہی، ہندستان میں علوم و فنون کی ترقی ہزاروں شعرا اس سلطنت کے دور میں دربار سے وابستہ رہے، اور فارسی و عربی ادب میں ان کے نقوش تازہ ہیں۔ غزنوی سلاطین میں بیشتر خود صاحب علم و فضل تھے، سلطان محمود کی فتح مندویں اور کشور کشایوں کے ساتھ اس کے علم و فضل کا شہرہ بھی کچھ کم نہیں، کہا جاتا ہے کہ شاعری پر اس نے شاہانہ توجہ کی، ایک مستقل محکمہ قائم کیا، اس کے خزانہ کرم سے چار سو شاعر بہرہ یاب تھے فردوسی، ابدطوسی، عجمی، غفاری، فرخی، حکیم سنائی، منوچہری، وامغانی وغیرہ میں سے ہر ایک اعلیٰ سخن کا تاجدار تھا۔ دوسری طرف جلیل القدر عربی گو شعراء اس کے دامن فیض سے وابستہ تھے مگر ان کے کلام کا عام جوہر ننگا ہوں کے سامنے نہ آ سکا۔ بلکہ غزنوی عہد کی تاریخ سے ان کے نام و نشان بھی رفتہ رفتہ محو ہو گئے مگر عرب تذکرہ نگاروں نے تہمتہ الیتمیہ، ونبیہ القصور و نثر ذرات الذہب وغیرہ میں ان کا تذکرہ محفوظ رکھا ہے، اگر محمود، صاحب تاج و تخت نہ ہوتا تو اس کا شمار پانچویں صدی کے ممتاز اہل علم میں ہوتا۔ یہ کتابیں سچے و سچے کلاسیک ہوتی ہیں غزنوی دور کا چند عرب شعراء کے عنوان سے ایک مقالہ اتم طور پر لکھا۔

ابن شیبہ کا بیان ابوہریرہؓ میں منقول ہے کہ :-

”سلطان محمود اعیان فقہاء میں سے تھا، اور فصاحت و بلاغت میں بیکار نہ
روزگار تھا، علم و فقہ و حدیث میں اس کی تصنیفات، خطبے، اور رسائل
ہیں، وہ بہترین شعر بھی کہتا تھا اس کی تصنیفات میں کتاب التفریع جو فقہ حنفی
میں ہی ممالک غزنی میں عام شہرت رکھتی تھی۔“
ابن عساکر لکھتے ہیں :-

”اس کی مجلس سہارا سے منور تھی..... وہ علم حدیث کا شائق

تھا۔ علم اس کی موجودگی میں حدیث کا مسلح کر پڑھتا، اعلیٰ درجہ کی روایت

لینے والوں میں سے ہوتا اور احادیث کے متعلق ہستنا و زائر تھا۔“

اسی طرح تاج الدین سلجی نے طبقات و اشافہ میں یہ بیان اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا
ہے اور لکھا ہے کہ وہ خفیت کے بعد شافعی مذہب کی طرف متقل ہو گیا تھا، امام اکبرؒ میں
نے بھی اپنی تصنیف میں شافعی متعلق میں ذکر کیا ہے اور قاضی ابن خلدون نے بھی اس حیثیت
سے اس کے سوانح اخبرنا، تہذیب و تاریخ کے لئے ہیں۔“

سلطان محمود بھی علم و عمل کا تہذیبی تھا، مختلف مائے ناز کتابیں اس کے لیے
تصنیف کی گئیں، فنون ریاضی میں سیرت کی کتاب ”القانون المسعودی“ فقہ حنفی میں
قاضی ابو محمد نسیمی کی کتاب ”المنہج“ اس علم کی یادگار ہیں، شعراء کا بھی قدردان
تھا، اور غیر محمود کی کنششیں دیتا تھا۔

سلطان ابوہریرہؓ کا علم و فن سیرت و سیرت میں رکھتا تھا، بہترین شیطاط تھا، ہر سال
ایک مصحف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مسجد کو لے کے ساتھ لے کر جاتا تھا۔

ہر ام نہاد بھی ختم و عمارت و روزگار تھا، کتابیں لکھ کر نہ کو شائق اور اپنے
سامنے پڑھ کر سننے کا اہم تھا، مصحف کتابیں اس کے لیے لکھی گئی ہیں، نظامی گنجوی

طہ ابوہریرہؓ میں ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹،

نے اپنی عزیزن الاسرار اس کے لیے لکھی، کلیلیہ و زمینہ کا ترجمہ عربی سے فارسی میں اس کے لیے کیا گیا، اور ابو الجہد مجرود بن آدم سنائی نے کتاب الحمد بقیہ تصنیف کی۔
شعرا غزنوی سلطانین کی علم پروری سے ہزاروں شعراء اس سلطنت کے دور میں دربار سے وابستہ رہے اور فارسی و عربی ادب میں ان کے نقوش تازہ ہیں پنجاب میں ان کے چاروں ساٹھ سال کی ہجرت کے دور میں یہاں فارسی گو ہندستانی شعرا بھی پیدا ہو گئے، چنانچہ عونی نے اپنے تذکرہ میں ان کے لیے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ ان میں ابو الفرج بن محمود متوفی ۵۸۸ھ، روایتی، اور محمود سعد بن سلمان اور روز بہ بن عبد اللہ ابوری خاص اور لائق ذکر ہیں۔

روایتی کی فضل و کبار اس لیے کہ وہ عونی کے اہل اندر بھی تصنیف گو شاعر اس کا متبع تھا، روایتی کا انتخاب ابوری کے ایک فقہیہ روایتی کی طرف تھا۔
 سعد بن سلمان اور سلمان بن محمد بن ہندستان بھیجا اور متوفی ۵۸۸ھ کے عہد پر مامور کیا، اور وہ یہاں کے ممتاز امراء میں سے تھا۔

محمود بن سعد بن سلمان آقا اہل سنت، امیر شیعہ تھا، وہ لاہور میں پیدا ہوا اور یہی نشوونما پائی، سلطان اسما بیک کے عہد میں امتیاز حاصل کیا، علوم میں دستگاہ حاصل کرنے کے بعد فن شعر کی طرف متوجہ ہوا، حکومت کی شاخ خدمتوں پر مامور رہا۔ اور شعراء کا قدر و دان کرنا دیکھا، اس عہد میں شاہی کتابیں لکھی، اور چاندی کے بعد جب مانی ملی تو ہندستان آ کر خانہ نشین ہو گیا۔ یہ سب سب ان کو یہ خاص امتیاز حاصل ہو کہ وہ ہندستان کا پہلا شاعر ہے جس نے عربی و فارسی کے ساتھ ہندی یا ہستنا زبان میں بھی شاعری کی، اور اس زبان میں اپنا مستقل دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔ جو عبد القادر رب الہی کے زمانہ تک نہ چھوڑا تھا۔

ابو جلال، عطاء الرحمن، محبوب توفی، شمس گھم اس عہد کے ممتاز شعراء میں سے تھا، وہ بھی شاہی کتاب میں آیا تھا۔ وہ بابا زبیری دہلی میں زبانوں میں صاحب دیوان ہو

عربی و فارسی تذکرہوں میں عموماً اس کے حالات ملتے ہیں، نیز مقوف کا بھی ذوق تھا کشف المحجوب میں ذکر کیا ہے۔

علماء و محدثین | اسی طرح اس عہد میں ہندستان میں ممتاز علماء اسلام اور شیعہ صوفیہ **قصائد** کے فیض و برکات کا سرچشمہ جاری ہوا۔ چنانچہ شیخ ابو منصور بن علی غزنوی کو جو ممتاز اہل علم میں سے تھا، سلطان محمود غزنوی نے ۵۲۷ھ میں ہندستان بھیجا، لاہور میں قیام تھا یہاں دیوان الانشا کا ہنسر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

ابو الریحان محمد بن احمد البیرونی جو علوم ہندسہ، ہنیت، نجوم، اور فلسفہ ہندو میں ہستاد فن مانا گیا، اسی عہد میں گذرا ہے، بیرون ہند سے ہی کا ایک گاؤں تھا، جس سے منسوب کیا گیا۔ وہ شیخ بوعلی سینا کے معاصرین میں سے تھا۔ اور ان دونوں میں مراسم قائم تھے، وہ سالہا سال ہندستان میں قیام پذیر رہا، اس کی تصنیفات کتاب الفہرست جو خاص ہندستان کے موضوع پر لکھی گئی۔ کتاب الآثار اربعہ عن القرون پنجالیہ وغیرہ شہرت عام رکھتی ہیں۔

شیخ ابو الحسن علی بن عمر لاہوری تہ فی ۵۲۹ھ اس عہد کے نامور محدث، اویس و شاعر تھے، شیخ عبد بن عربیہ (ابو الحسن) لاہوری ان کے تلامذہ میں سے اور معالی صاحب کتاب الانساب نے شیخ حدیث تھے۔

اسی طرح شیخ ابو جعفر عمر بن اسحاق دہلی لاہوری اس عہد کے ممتاز عالم و شاعر تھے۔ عونی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کلام کا نمونہ درج کیا ہے۔

شیخ عمرو بن سعید لاہوری متوفی ۵۷۱ھ فقید و محدث تھے، حافظ ابو یوسف مدنی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

شیخ ابو اسمعہ محمد بن محمد لاہوری اس عہد کے ممتاز محدثین میں سے تھے فقہ میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ ابو الفتح سمائی سے حدیث و فقہ کی تحصیل کی، حموی نے نجم البلدان میں اور سمائی نے کتاب الانساب میں تذکرہ کیا ہے، ۵۷۱ھ کے قریب وفات پائی۔

اسی طرح شیخ ابوالحسن فاضل بن عبد اللہ ہندی۔ ابو نصر ہتھہ اشرف فارسی وغیرہ اس
عہد کے ممتاز علماء میں سے تھے۔
مشائخ | اس عہد کے ممتاز مشائخ میں حضرت فخر الدین حسین دہلوی لاہوری کا ہم
گراں سرفہرست آسکتا ہے وہ حضرت ہجویری کے خواجہ تاش تھے، فقیر و دیگر علوم دین
اور راہ سلوک میں شان اتیار رکھتے تھے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن خلی سے سلوک
کی منزلیں ملے ہیں پھر ہندستان تشریف لاکر لاہور میں آقا مت گزیں ہوئے، حسین
حضرت ہجویری لاہور تشریف لائے، اسی شب میں وصال فرمایا۔

حضرت ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری لاہوری کو پھر علوم دین اور تصوف میں
شان بہت حاصل تھی شیخ ابوالفضل محمد بن حسن خلی سے راہ سلوک ملے کی، پھر مختلف
مالک اسلامی سیاحت کی، اور ممتاز اکابر عصر جیسے شیخ ابوالقاسم شیری، شیخ ابوسعید
بن ابوالخیر، ابوعلی فضل بن محمد فارسی اور دیگر محدثین و صاحبین سے کسب کمال فرمایا
پھر ہندستان تشریف لائے۔ اور لاہور کو مستقر بنایا، گنج بخشی دواتا بخش کے لقب
سے مشہور رہے، شیخ دیو داس بخت ہوئے، مزار مریدانہ بنی۔ حضرت داتا گنج
بخش صاحب تصنیفات، ہر ایک پر پہلے شیخ طریقت ہیں، جن کی تصنیفات سے ہندستان
میں علم تصوف کی اشاعت ہوئی، کشف المحجوب ان کی مشہور آسان تصنیف ہے، یہ فن تصوف
کی بنیادی کتاب ہندستان میں ابھی تک ہی اور مشائخ ہن سے اس کو اپنے سامنے رکھا، اور آج
بھی قدر و منزلت، اولاد پرستی لگا رہی ہے، داتا گنج بخش کی دوسری تصنیفات، مثلاً
مختلف رسائل منہاج الدین، کتاب الفوائد البہا، اسرار المخلوق والموالات، کتاب
الایمان لای الایمان، بجز ان کو باقی اہل حق و شریعت اللہ ہی۔

اسی طرح حضرت شریف احمد بن زین الدین دہلوی اکابر صوفیہ میں سے تھے، ہندوستان
ہند میں پیدا ہوئے، بعد اوقتہ شریف لائے گئے، حضرت شہاب الدین سہروردی سے
فیوض حاصل کئے۔ پھر قریب چھ ہجرتیں کر کے دہلی پہنچے، وہاں سے لاہور آئے، اور پھر
ہندستان واپس آئے، چونکہ لاہور کے اور فلاں کو قلعہ چھوڑ دیا، شہر میں وفات پائی، اور

نواحی ملتان میں آسودۂ خواب ہو گئے۔

شیخ جمال اسٹنٹنہ الدین یوسف بن محمد درہندہ ایفا ضل رزرگاری سے تھے
خسرو ملک کے زمانے میں درجہ امارت پر فائز ہوئے، پھر تارک دنیا ہوئے اور لاہور
میں اصلاح خلق کی خدمت میں مصروف ہو گئے، جوانی میں شعروشاعری کا بھی مذاق
تھا۔ لاہور ہی میں وفات پائی اور عونی کے بقول تبریز یا رت گاہ خلایق ہی، اور
لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح شیخ جمال الدین یوسف بن ابوبکر گزنی کا اس عہد کے اکابر فقہا میں
سے تھے، عبارت و ریاضت کی طرف رجوع ہوئے اور مرجع خلایق بنے، ۸۳۵ھ
میں ملتان میں وفات پائی،

ممتاز اعیان غزنوی عہد کے ان ممتاز اعیان میں جن کا تعلق ہندستان سے
دوست ہو گیا، احمد بن یاسین توفی ۸۵۲ھ تھا جس کا ذکر اوپر تفصیل سے گزر چکا
اسی طرح ارباق کا جب بھی محمد کا غلام تھا، اس کے زمانہ میں لاہور کا والی بنایا گیا۔
اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد المقتول ۸۵۲ھ ماہور کیا گیا تھا، محمود کا مشہور
غلام ابو النجم ایاز غزنوی کا قاتی بھی ہندستان سے دوست ہو گیا تھا۔ اس نے شیخ
افضل الدین محمد کاشانی سے علوم کی تفصیل دہائی۔ ایاز محمود کے واقعات عام شہرت
رکھتے ہیں وہ سلطان مسعود کے زمانہ میں لاہور کے ساتھ ساتھ ۸۵۲ھ میں ہندستان
آیا۔ وہ محمد وکالتا بن تھا، انہوں نے گلابی اور لالہ اور لالہ مرہا ۸۵۹ھ
میں وفات پائی، نوشتنگین حاجب کا ذکر اوپر گزرا جس کو سلطان محمد رشید
نہ ہندستان میں ماہور کیا تھا۔ نوشتنگین شہر غزنوی سپہ سالاروں میں سے تھا
اس کا ذکر بھی اوپر گزر چکا۔ اسی طرح محمد بن سلیم حاجب توفی ۸۵۲ھ کا ذکر بھی گزر
چکا ہے، حضرت سالار محمود غزنوی المقتول ۸۵۲ھ جن پر ایک مستقل مضمون دس کتاب
کے ایک حصہ میں ہے اس عہد کے ممتاز اعیان و سالار فوج میں سے تھے۔

۱۔ باب الالباب ج ۲ صفحہ ۲۶۹ باب ۲۰ م ذکر شعرائے غزنویہ لاہور۔ منتخب التواریخ ج ۱ صفحہ ۲۶۹

حضرت سید الارسعود غازی رحمۃ اللہ!

—

جناب حکیم محمد بہار الدین صاحب صدیقی (متوفی مسجد دیار گنج ہرودہ)
کا حسب ذیل استغفار آیا تھا اس کے جواب میں ایک تقریر شایع کی گئی، سوال و جواب
سے حضرت سید الارسعود غازی (مردوف بہ غازی میاں) کے حالات روشنی میں آئے ہیں
وہ درج ذیل ہیں۔ موصوف درائنہ فرماتے ہیں:-

سید سید الارسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سالانیہ
موتی سلسلہ کے صاحبزادے اور سلسلہ میں بقائم تعمیر پیدا ہوئے تھے
بہر وقت سالار شاہ جو تقریباً ۹۰ ماہ فقید حیات رہے۔ اپنی تمام عمر میں ۳ بار پہلوانوں
سے مقابل ہوئے۔ یہی سلسلہ میں ہر ایک پہنچے اور تبارخ ۱۲ ماہ حبیب سلسلہ
(تیسری جنگ) میں شہادت پائی، و متعجب التوارخ جان نیل، دایہ فخر ۳۲ روکش
پرس، شخص۔

مرآۃ مسعودی سے بھی اسی بیان کی تائید ہوتی ہے، ممکن ہے متعجب التوارخ
کا نام خد مرآۃ مسعودی ہو، مگر بعض دروسر، مؤمنین کے بقول انہی انفضل لکھا ہے، کہ
او خوشی وند سلطانی محمود غزنوی است، اور سید التارخ فرشتہ تحریر کیا ہے، کہ

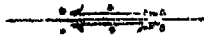
دقیقہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲ (خود نامہ ص ۱۱۴، ۱۱۵) عربیہ ہند کے تعلقات ذکر محمود غزنوی، سلطان محمود غزنوی (پرفیسر
حیب) تاریخ ہندوستانی ج ۱ باب ۱۱۳ از تہ النور (طرح) (۷۹ سلطان ابراہیم) ۷۹ نیانگین، ۹۰ (اریاق)
(۷۹) (دوئی) ۱۰ (ابو القاسم) ۸۳ (روزبہ) ۸۴ (سورسلان) ۸۵ (عطا) ۸۶ (دیرنی) (۱۱۳)
(۱۱۳) (سورسلان) ۹۰ (سلطان محمود) ۹۶ (مسعود) ۹۹ (دوشتنگین) ۸۶ (دوختانی) ۸۶ (چویری) (۱۱۳)
ہرام شاہ (۱۰۶) (دوختنگین) ۱۰۷ (عبدالصمد) (دوختی) ۱۰۸ (علی بن عمر) ۱۰۸ (تورلی) (۱۱۳) (ابو نعیم)
۱۰۹ (عبدالملک) ۱۱۰ (مردوختانی) ۱۱۱ (محمود) (ابو القاسم لا جو) (دوختی) ۱۱۲ (مسعود سالار)
۱۱۳ (ملک) (۱۰۷) (دوختی) ۱۱۹ (گروئی)۔

سے لقب نہیں کیا گیا ہی، مولانا عبدالرحمن چشتی نے انھیں سید الشہداء کے لقب سے یاد کیا
ہی اور غالباً اسی راہ سے سید کا لقب ان کے نام کا جزو بن گیا ہی ایک روایت ان کے افغانی
النسل ہونے کی متعلق بھی آئی ہو۔ لیکن وہ صحیح نہیں منہم ہوئی۔ اس لیے یہی سمجھا جاسکتا ہی
کہ وہ نسلاً علوی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی ان کے شجرہ نسب میں بارہویں
پشت میں ہی، ان کے شاہوی ہونے کے باوجود ان کا محمود غزنوی کے رشتہ داروں میں سے ہونا
کوئی تعجب کی بات نہیں، اس زمانہ میں ایسی رشتہ داریاں ہوتی تھیں، ان کا نانہالی تعلق محمود
غزنوی کے خاندان سے ہی ان کی ماں بی بی ستر علی محمد کی بہن تھیں، شواہد گنگی ہوں، یا کسی
دوسرے قرہی رشتہ کی۔

حضرت سالار محمود غازی کے والد ماجد سالار شاہ ۶۱۳ھ میں قندھار اور پٹھان
کی راہ سے اجیر ہوئے اور سالار محمود غازی کی پیدائش ۶۱۸ھ میں اجیر میں ہوئی، تاریخ
فرشتہ میں ۶۱۳ھ میں شہید کے جانے کا جو ذکر آیا ہے، اس کو کسی حال میں صحیح نہیں کہا جاسکتا
تاریخ فرشتہ میں سنن کی غیر معمولی غلطیاں ہیں، اس لیے اس کے سنن وہی معتبر سمجھے جاتے
ہیں، جن کی تصدیق دوسری تاریخوں سے ہوتی ہی، جن کی توہید میں کوئی دوسری روایت
براہ راست یا بالواسطہ موجود نہ ہو، ۶۱۳ھ میں غزنویوں کا آخری دور تھا، غزنویوں کے حکمران
تھا، اس کے لیے اپنے تخت کا سنبھالنا دشوار تھا، اور یہ غزنی سے ہیں باہر کیا جاتی
اس لیے حضرت سالار محمود غازی کی وراثت کو ۶۱۳ھ میں کہنا نہ صرف عام تاریخوں کی
روایتوں کے خلاف ہی، بلکہ سلطان کے داخلی حالات بھی اس کے مخالف ہیں، پھر سندھی
راجاؤں کے کتوں کی شہادتیں اس کے خلاف تھیں، اس لیے ان کا زمانہ ۶۱۳ھ
سے ۶۱۴ھ ہی کے اندر محدود راجوں نے اسی نو عمر، بیجا شہادت نوش کیا ہے۔

حضرت سالار محمود غازی نے ساڑھے ۴ سال کا عمر یہ تعلیم شروع کی اور
۱۲ سال کی عمر میں انھوں نے عامہ تعلیم حاصل کر لی۔ یہ تعلیمی زمانہ تقریباً اجیر ہی میں گزرا
سالار شاہ، محمود غزنوی کے حکم سے ۶۱۵ھ میں اجیر سے کابلیر کی مہم پر گئے
اور مختلف ہیں انجام وسیع ہو۔ اور عجب ہی عظام ان کا گزرا پانچ سو کی بجائے

پہنچے، اب اس دیار کے راجاؤں نے اُن سے آخری فیصلہ کر لینے کا عزم کیا، وہ مختلف مقاموں سے جلی کر یہاں آئے اور سر جوڑ کر ان کے مقابلہ کی تیاری کی، چنانچہ ان سے ان کی کل تین لڑائیاں ہوئیں، پہلی لڑائی میں سالار مسعود کو کامیابی ہوئی۔ دوسری لڑائی بھی انہوں نے جیتی، مگر ان کے رفقاء کی بڑی تعداد جنگ میں کام آگئی اور تیسری ۱۳۱۵ھ رجب ۱۲۲۲ھ کی صبح کو شروع ہوئی، راجاؤں کی فوجیں بڑی تعداد میں تھیں اور انہیں کمک بھی ملتی جاتی تھی، دونوں فوجوں کا کوئی مقابلہ نہ تھا، چنانچہ حضرت سالار کے ہمراہی ایک ایک کر کے شہید ہوئے اور ۱۲۲۲ھ رجب ۱۲۲۲ھ کو انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا، امیر سید ابراہیم جو کمپ کی حفاظت پر مامور تھے، لڑائی ختم ہونے کے بعد میدان جنگ میں آئے اور اُن کی اور ان کے رفقاء کی لاشیں سپرد خاک کیں اور وہی مدفن آج تک مزار اور مرجع خلافت ہی، رحمہم اللہ تعالیٰ، والسلام



سلطان شہاب الدین غوری

غوری سلطنت کی بنا غزنوی سلطنت کے کھنڈر پر قائم ہوئی۔ اس سلطنت کا بانی عز الدین حسین اسی عربی و ایرانی مخلوط نسل کے قبیلہ سے تھا، جو آل شنب کہا جاتا ہے اور جس کا ذکر اوپر گزر چکا اس نے ۶۹۳ھ میں غور میں اپنی خود مختار حکومت کی بنیاد لی اور غزنوی سلطان نے اس کی خود مختاری تسلیم کر لی۔

ہندوستان میں غوری سلطنت کا بانی اس کا پوتا سلطان شہاب الدین غوری تھا جو پہلے غزنی کی فتح کے بعد وہاں کا صوبہ دار پھر اپنے بھائی سلطنت غیاث الدین کی وفات کے بعد پوری سلطنت کا مالک بنا، وہ خود غزنوی کا جانشین تھا اور اس کے حدود حکومت کو اپنے قبیلہ میں لانے کا حوصلہ رکھتا تھا، چنانچہ ۷۱۱ھ سے ۷۲۰ھ کے اندر اس نے اپنے پے درپے حملوں اور اپنے قائم مقام نوکی گورنروں کے ذریعہ ایک طرف پشاور سے بنگال تک کے علاقہ کو زیر نگین کیا اور دوسری طرف ملتان سندھ میں اپنا سکہ جرایا۔

سلطان شہاب الدین غوری کو ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، یہ اصل وہی صاحب سیف و سلطنت ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کی وسیع سلطنت کے قیام کا بانی بنا، یوں تو سندھ و ملتان اور پنجاب کی فتح کے بعد غزنویوں نے ہندوستان کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن ان کی مگر یہ خود ہندوستان کی کوئی سلطنت نہ تھی بلکہ ہندوستان کا یہ شہنشاہ مشرقی ہندو حکومت طرزی کا ایک صوبہ بن گیا تھا۔ اس صوبہ کا پایہ تخت لاہور اور رازہ کی حکومت کا دار السلطنت غزنی تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری

حکمران اس کا بڑا بھائی، ملتان، اریٹ الدین تھا، اور محمد غوری جس نے آگے چل کر سلطان شہاب الدین کا لقب اختیار کیا، اس کا سہ سالار تھا، محمد غوری کی زندگی کا بڑا وقتہ غوری کی موت سے پہلے میں گزرا، اور اسی سلسلہ میں اس کی زندگی کا نمایاں کارنامہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا قیام ہو۔

ہندوستان پر حملہ آور کے مقاصد سلطان شہاب الدین غوری نے ہندستان پر پے درپے حملے کیے، ہندوستان پر جس حکم سے آ کر ہونے کی کئی مقاصد تھے اولاً وہ دیندار مسلمان تھا، ثانیاً اس نے ہندوستان کے بعض حصوں میں ملو، بڑا مضبوط اور اقتدار حاصل کر لیا تھا، اور ان کے ذریعہ سے ہندوستانی کی اشاعت ہوا، یہی تھی، سلطان نے ان کے اقتدار کو ختم کرنا چاہا، اور دوسرے غوری سلطنت کی بنیاد غزنوی سلطنت کے کونڈر میں قیام کی گئی تھی، وہ اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے پنجاب سے غزنوی حکومت، ناغانہ کرنا چاہتا تھا، تیسرے ہندوستان میں مستحکم سلطنت کے قائم کرنے کا تخیل بھی اس کے پیش نظر تھا، ان ہی گونا گون مقاصد کے لیے اس نے ہندوستان پر مسلسل حملے کئے، اور بیکے بعد دیگرے اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرنا گلیا۔

قراٹھ کی بیچ کنی اچانچہ سب سے پہلے اس نے سلطنت میں ملتان پر حملہ کیا، پھر سندھ کے شہر اوجھ کو فتح کیا، اور ان دونوں مقاموں سے اس نے قراٹھ کی حکومت کی بیچ کنی کر دی۔

غزنوی سلطنت کو مٹانا اس کے بعد اس نے ہندوستان سے غزنوی سلطنت کے نشان کو مٹانے کے لیے پے درپے حملے کئے، اس غرض سے اس نے جموں کے راجہ چکر دیو سے دوستی کر لی تھی اور اسی کی دعوت پر آ کر غزنوی سلطنت پنجاب کے خلاف اس نے اپنی فوجی مہم کا آغاز کیا، چنانچہ اسی سلسلہ میں سب سے پہلے اس نے پشاور کی شہر پیانہ پر دستک دی۔ اور پھر اس میں پشاور پر قبضہ کر لیا، دو سال کے بعد اس نے لاہور، کوئٹہ، سکس، پشاور، اور دیگر مقامات پر دوبارہ پنجاب آیا اور

اس کے دوسرے سال جبیا کہ اوپر گزرا۔ بالآخر ۸۵۷ھ میں اس نے لاہور فتح کر کے غزنوی شاہزادہ خسرو ملک کو گرفتار کر لیا اور ہندوستان سے غزنوی سلطنت کا نشان مٹ گیا۔

ہندوستان میں متحکم سلطنت کی بنیاد پڑی

تیسرے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے پہلے پہل ۸۵۷ھ میں گجرات پر چڑھائی کی۔ اور اس کے صدر مقام نملواڑہ کا محاصرہ کیا۔ مگر گجرات کے راجہ مول راج اور اس کے چچا راجہ بھیر بھیل نے اس کو شکست دی، دوسرا حملہ اس نے ۸۵۷ھ میں بھٹنڈا پر کیا اور اس کے گرج فتح کر لیا، یہ مقام دہلی کے راجہ پر بھوی راج کے قبضہ میں تھا، سلطان کو اپنی اس چھٹی فتح راج نے اس کا لقب کیا، تراوڑی کے میدان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، غوری نے شکست کھائی، اور بھٹنڈا اس کے قبضہ سے نکل گیا ایک سال کے بعد ۸۵۸ھ میں سلطان دوبارہ آیا، اور اسی تراوڑی کے میدان میں ان فوجوں کا دوبارہ مقابلہ ہوا۔ پر بھوی راج لڑائی میں مارا گیا اور دہلی اور اسی کے قبضہ میں آگئیں اور مشہور قلعے جیسے، بالی، سمانہ اور کرام وغیرہ اس سلطنت کے حدود میں داخل ہو گئے۔ سدا اذیہ نہ پڑتا، یہی راج کے ترمیم کار اور اعزاز کو برقرار رکھا اور اس کے لئے کو اجیزہ خدمت پر چکا دیا اور اسے غلام قطب الدین ایبک کو اپنا نائب السلطنت کیا، اگرچہ وہیں پہلا گیا قطب الدین ایبک نے پہلے کرام بھر دلی کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

اس کے بعد قطب الدین نے اپنے طے رکھنے والے علاقے میں اسی سال میں ۸۵۸ھ میں میرٹھ فتح ہوا، اور ۸۵۹ھ میں علی گڑھ فتح کیا، آٹھ سال بعد ۸۶۰ھ سلطان شہاب الدین بھیر ہندوستان آیا، اور انارکلی کے قریب بنیاد اور میں فوج کے راجہ جے چند کو شکست دی، وہ لڑائی میں مارا گیا اور قندھار سے بنارس تک کا علاقہ غوری سلطنت کے حصہ میں آ گیا، یہ قطب الدین ایبک نے ۸۶۱ھ میں گجرات کے پانچویں شہزادہ کو گرفتار کیا اور اسے لاہور لے آیا۔

کوٹوا، راجہ جیم نے شکست کیا، پھر تیس سال ۱۱۹۲ء میں تیسری مرتبہ گجرات پر حملہ کیا اور اپنے مقبوضات کے لیے نائب حکومت مقرر کر کے چلا آیا، مگر گجرات پھر قبضہ سے نکل گیا، دوسری طرف ۱۱۹۵ء میں چندراوتی، آجودنا گور کے راجاؤں نے جمیر پر قبضہ کرنا چاہا، مگر ایک نے سب کو شکست دے دی، اسی طرح ۱۱۹۶ء میں اس نے بیا نہ کو فتح کیا اور گوالیار کے محاصرہ میں وہاں کے راجہ نے خراج دینا منظور کیا، پھر اختیار الدین محمد بن غیاث علی کو فوج دے کر بھیجا جس نے ۱۱۹۶ء میں ہمار کو فتح کیا پھر آگے بڑھ کر بنگال کے پائے تخت ندیا پر قبضہ کیا، دوسری طرف کالنج کے راجہ پر پل پر حملہ ہوا، اس نے اطاعت قبول کی، پھر زہرہ کا لہی اور بدایوں اسلامی اقتدار میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۱۹۷ء میں سلطان شہاب الدین غوری آخری مرتبہ ہندوستان آیا، اس وقت ہندوستان کی اسلامی سلطنت پشاور سے بنگال تک کے طول و عرض میں پھیل چکی تھی۔

وفات سلطان ایک فساد کے فرو کرنے کے سلسلہ میں ہندوستان آیا تھا، اور اتفاقاً وہی میں اس کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا، اور ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا حقیقی بانی اپنی ابدی خواب گاہ میں ہمیشہ کے لیے بیٹھی نیند سو گیا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ

جانشین سلطان کے کوئی اولاد نہ رہی تھی، اس کے تین ترک غلام، غوجی گوریز کے منصب کے فرائض اس کی زندگی میں انجام دیتے رہے اور وہی اس کے جانشین بن کر غوری سلطنت کے دعوے دار ہوئے، اور وہ سلطان تاج الدین یلدرز، سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان ناصر الدین قباچہ تھے ان میں سے اول الذکر یلدرز نے غور میں اس کی جانشینی کی اور پشاور کے اس پار کا علاقہ اس کے زیر تصرف رہا، قطب الدین ایبک دلی کی سلطنت پر بیٹھا، اور ناصر الدین قباچہ کا تعلق بھی ہندوستان ہی سے تھا، اس نے سندھ میں اپنی بادشاہی کا اعلان کیا، ابتداً ان تینوں میں زور آزمائی بھی ہوئی، ۱۲۰۶ء میں ایک بڑھائی کرنا ہوا

غزنی تک پر قابض ہو گیا، مگر پھر ناکام واپس ہو کر اپنی سلطنت پر قناعت کرنی پڑی، سات سال کے بعد تاج الدین نے ہندوستان کا رخ کیا۔ مگر قطب الدین کے دروہہ و سچوں کی گرفت میں آ گیا اور بدایوں میں قید کر دیا گیا پھر قطب الدین نے غزنی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور دلی کو باغی تخت بنائے رکھا، دوسری طرف ناصر الدین تباچہ کی نگاہیں بھی پنجاب پر تھیں، اس سے بھی اس کی معرکہ آرائیاں ہوئیں مگر تباچہ پیش نہ پاسکا بالآخر سندھ کی سلطنت بھی اس نے کھوئی، ۶۲۴ھ میں یہ صوبہ بھی دلی کے ماتحت آ گیا، اور تباچہ نے دیہاتوں کو بکرا پچی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔

ستیر و کردار سلطان شہاب الدین ہمتی، ویندار، شجاع اور عدل پرور تھا، رعایا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا اور ان کے معاملات کا منصفانہ فیصلہ کرتا تھا، غزنی کا قاضی ہر ہفتہ میں شنبہ سے شنبہ تک ۴۴ دن اس کی موجودگی میں امیر حاجب و امیر داد کے مشترکہ اجلاس میں فقہاء و علماء کی سماعت کرتا تھا۔ اور اگر کوئی صاحب معاملہ براہِ رست توجہ سلطانی کو خطف کرانا چاہتا، تو اس کی سماعت خود کرتا تھا، اور قوانین احکام شریعت کے مطابق نافذ کیے جاتے تھے وہ خود صاحب علم تھا، فقہاء و علماء اس کی مجلس میں پابندی سے زیرِ بحث رہتے اور فقہ و دیگر علوم دین کے مسائل زیرِ بحث رہتے تھے وہ مذہب شافعی تھا، سنا پنا نسب کبیر نام فخر الدین رازی کو سلطان سے تقرب حاصل تھا وہ عقیدت مندی کے ساتھ ان سے پیشہ کرتا۔ ہفتہ میں ایک دن شاہی محل میں مجلس وعظ منعقد ہوتی امام رازی کے بیان سے مسلمانوں کی ہمت و ہمت روتے اس کی پکی بندھ جاتی تھی۔

علماء و مشائخ غزنی کے دربار میں علماء و مشائخ اور فضلاء کا اثر و موجود تھے جن میں سے بعض اہل علم شہاب الدین غوری کی معیت میں ہندوستان نشرِ لہف لائے اور علم و عرفان کی خدمت کے لیے ہیں توطن اختیار کیا۔

چنانچہ سید کمال الدین غمان نرہڑی مشہور علماء و محدثین میں سے تھے۔ وہ سلطان شہاب الدین کی معیت میں ہندوستان نشرِ لہف لائے۔ کئی عرصے میں اقامت اختیار کر کے علم کی

سُلطان شہاب الدین کے قاتل مقتول و مرقد

سُلطان شہاب الدین کی شہادت کا واقعہ ہندوستان میں پیش آیا، وہ کس مقام پر شہید کیا گیا، اس کے قاتل کون تھے، اور کون سا مقام اس کی ابدی خواب گاہ تھا۔ یہ اور اسی قسم کے سوالات پر مورخین کے اختلافات کے پڑے ہوئے ہیں۔ ذیل کے مقالہ میں ان ہی پر دوں کو اٹھانے کی کوشش کی گئی ہو، جس کا موقع اتفاق سے تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے ایک صاحبِ وقت جناب محمد اسلم صاحب دہکراہ ضلع جہلم کے بعض استفسار کا جواب دینے کے سلسلہ میں ہاتھ آیا، اس لیے یہ مقالہ دراصل مستفسر موصوف کے اسی استفسار کے جواب میں لکھا گیا، جس میں سلطان کے قاتل مقتول و مرقد کے متعلق مختلف روایتوں پر نظر ڈال کر کسی ایک نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔

پھر اس مقالہ کے چھپنے کے بعد بعض اہل علم نے اس پر مزید گفتگو کی، اور ان کے استفساروں کے جواب بھی چھاپے گئے، ان جوابوں کو بھی ذیل میں ایک کرٹی میں لے آیا گیا ہو۔

جناب محمد اسلم صاحب اپنے استفسار میں فرماتے ہیں:

”جناب نواب امتیاز الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس جہلم کو تاریخ سے انس ہو، اپنے مختصر قیام ملازمت میں ضلع کے اکثر تاریخی مقامات کا بچشم خود ملاحظہ کیا ہو، اسی شوق نے انہیں سلطان شہاب الدین محمد غوری مرحوم کے مقتول کو بمقام دھکراہ جو سوادہ (سہین) سے بجانب شمال ستر میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہو، دیکھنے پر مجبور کیا، وہاں بن لوگوں کی محبت میں وہ گئے تھے، وہ تاریخ سے قطوراً نااہل ہیں، انہوں نے ان کو سلطان موصوف کی قتل گاہ بتانے کے بعد مرحوم کی تربت بھی دکھائی کہ یہاں موصوف کو دفن کیا گیا ہو، اور سلطان کے قاتل لکڑوں کو ظاہر کیا گیا، اس دورہ کے بعد نواب صاحب نے ایک مقالہ

اخبار ”نئی زندگی“ میں جو جہلم سے شائع ہوتا ہو۔ شائع کرایا۔ اور ڈپٹی کمشنر صاحب کی معرفت محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ کو اس قبر کی طرف منسطف کرانے کی کوشش کی، کہ اس دیرینہ یادگار کو محفوظ کرنا از بس ضروری ہو۔ اب اکثر تعلیم یافتہ اصحاب اس داستان کو صحیح قیلم کرتے ہیں، اس لیے آپ ازراہ کرم ایک مقالہ معارف میں شائع کریں کہ (الف) سلطان شہاب الدین مرحوم کو کس نے شہید کیا۔ فرشتہ نے گلہر قوم کی نسبت غلط بیانی سے کام لیا ہو یا دیدہ و دانستہ ایسا کیا گیا، یا اسے غلط فہمی ہوئی، اس کی تصحیح بھی لازمی ہو۔

فرشتہ کا بیان ہے کہ سلطان محمود کے ساتھ گلہروں نے مقابلہ کیا جس سے سلطان کی بے شمار فوج ماری گئی اور سلطان شہاب الدین کو قتل کیا، لیکن گلہروں کے ایک ممتاز فاضل شخص کا بیان ہے کہ گلہروں نے نہ سلطان کا مقابلہ کیا، نہ شہاب الدین مرحوم کو قتل کیا، بلکہ وہ خود سلطان محمود غزنوی کی معیت میں ہندوستان میں داخل ہوئے یہ قوم کیا فی النسل ہو، اس کے برخلاف بلکہ قوم کھوکھر نے سلطان کا مقابلہ کیا دراصل فرشتہ کو مبالغہ ہوا ہو۔

(ب) شہید کرنے کی وجہ کیا ہو۔

(ج) سلطان موصوف کا مرقد کہاں ہو۔

د ۱ ہمارا ہی کس قدر تھے جو قتل ہوئے۔

(د) یہ واقعہ کس مقام پر ہوا کیا اس کا تاریخی نام دھک ہو۔

یہ کتنی حیرت کی بات ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری کے واقعہ شہادت کے متعلق سات آٹھ سو پرس گزرنے کے باوجود ایسی دیہی روایتیں سینہ بسینہ چلی آرہی ہیں جن سے یک گونہ مورخین کے بیانیوں کی تصدیق ہوتی ہو۔

(الف) ماتل | یہ واقعہ ہے کہ سلطان شہاب الدین کا واقعہ قتل لاہور سے غزنی مراجعت کرتے ہوئے دریائے جہلم کے کنارے پیش آیا لیکن اس کے قاتلوں کے متعلق ابتدا سے دو روایتیں نقل ہوتی آرہی ہیں ایک تو یہ کہ وہ قوم کھوکھر کے جو

مغربی پنجاب کے پہاڑی علاقوں میں آباد تھے، چند جاں باز فدائی جو ان تھے، انھوں نے اپنی قوم کے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جانیں دے کر سلطان کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لیے باہم حلف اٹھایا تھا، اس لیے کہ سلطان شہاب الدین آخری مرتبہ ہندوستان میں خاص طور پر کھوکھروں کا استیصال کرنے کے لیے آیا تھا جنہوں نے اپنی لوٹ مار سے لاہور و غزنی کے درمیان کے راستہ کو اس قدر خطرناک بنا دیا تھا کہ سرکاری محاصل لاہور سے غزنی نہ بھیجے جاسکتے تھے، چنانچہ وہ ہندوستان آیا قطب الدین ایبک کو بھیجی فی سے بلایا اور کھوکھروں پر سخت حملے کر کے ان کی قوت کا خاتمہ کیا اور انھوں نے اطاعت قبول کی انھیں وہ زیکہ کے لاہور سے غزنی کے قصد سے روانہ ہوا۔ دریائے جہلم کے کنارے ایک منزل دیکھ "میں اترا، یہاں سے ۳۰ شعبان کو کوچ کرنے کی تیاری ہو رہی تھی، کچھ خیمے اکٹھے چکے تھے، سلطانی خرگاہ استیادہ تھا کہ ۲۰ کا دون گزار کر ۳۰ کی کی شب کو عشا کے وقت اچانک ایک چوب دار کو کسی اجنبی نے زخمی کیا۔ لوگ اس کی طرف دوڑ گئے، سلطانی خواب گاہ کی محافظ سپاہ بھی اس ناشدنی واقعہ کو دیکھ کر اپنے فرض منصبی سے غافل ہوئی اور اس زخمی چوبدار کو دیکھنے چلی آئی، اس طرح حکمرانوں کی حکمت عملی کامیاب ہوئی، وہ سلطانی خواب گاہ کا سراپردہ اٹھا کر اندر گھس گئے۔ سلطان عشا کی نماز پڑھنے کے لیے جانا زور پکھڑا تھا حملہ آوروں نے اطمینان سے چھریوں سے بائیس زخم پہنچائے اور سلطان کی روح پرواز کر گئی۔

لے ان سطروں کے کچھ جاننے کے بعد صوبہ بہار کی ٹکسٹ بکس میں سے ایک کتاب دور پرائمری ہسٹری (رام لچن و علی حسن ایم۔ اے) میں سلطان شہاب الدین کے واقعہ قتل کے متعلق ایک عجیب سی روایت دیکھنے میں آئی۔ جو کہی ہندی کتاب سوامی خاؤہی، کہا گیا کہ کہ غوری پرتوی راج کو پھر کے غزنی لے گیا۔ اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں، چند روزی معصفت، پرتوی راج راسوں "پرتوی راج کی تکلیفوں کا حال سن کر غوری سے بدلہ لینے کے لیے غزنی گیا، غوری سے ملاقات کی اور پرتوی راج کا تیرا انداز کی تعریف کی کہ وہ ایک سون سے لڑکی سات پرتوں کو ایک ہاتھ سے چھید سکتا ہی، غوری نے اس کی آزمائش کے لیے اس کا تہشاہ دیکھنے کا اہتمام کیا ایک میدان میں ایک سون لڑکی دبیر سات پرتوں کے بعد ویگ سے کھڑکی کی ٹیس، تہاشائی جمع ہوئے اور خود سلطان شہاب الدین غوری ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور ادھر چند روزی نے پرتوی راج کو پہلے کھیا دیا تھا کہ میرے اشارے پر شبہ میں ہی تیرے چلانے، یعنی جدھر سے آواز آئے اسی طرف بغیر دیکھے تیر چلا یا جائے، چنانچہ پرتوی راج امتحان میں کامیاب ہوا غوری کی زبان

قاتلوں کے متعلق دوسری روایت یہ ہو کہ اس کو اسماعیلی ملاحدہ کے چند فداویوں نے شہید کیا تھا، اس لیے کہ سلطان اس سے پہلے مختلف مقاموں پر ان کا قلع قمع کر چکا تھا، اور یہاں سے واپس جا کر وہ ان کے مرکز پر حملہ آوری کا ارادہ رکھتا تھا۔ سلطان کے قاتل کی حیثیت سے بس ان ہی دو جاعتوں کے فداویوں کے نام لیے گئے ہیں، سلطان سے قریب عہد کی فارسی تاریخوں میں طبقات ناصری قاضی منہاج (۶۵۴ھ) اور تاریخ جہانگشاہی جوینی (۶۵۶ھ) میں سے اولی الذکر میں اسماعیلی ملاحدہ کو اور موخر الذکر میں ہندو کھوکھروں کو قاتل بتایا گیا ہے، طبقات ناصری میں ہے:-

در ان وقت جماعت متمردان از کھوکھراں (اور نسخہ ثانی کھوکھروں) و قابل
کوہ چود (ورنسخہ ثانی چون) عصیاں آردہ بودند و سلطان در ان زمستان
بر ہندوستان آمد و اس طائفہ متمردان را بدوزخ فرستاد و غزو نسبت
بر فرمود و چون خون ازاں جماعت بر اند چون مرا جعت بغیر نہیں کرو،
بدست فداوی ملاحدہ و در منزل دمیک در شہور سنترہ آئین و ستایتہ
شہادت یافت،

تاریخ جہانگشاہی جوینی میں ہے:-

چون عنان انصراں معطوف کر دانیو از معبر جیلی (نسخہ حلی) عبور کرد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵) - وادہ کے الفاظ پہلے چند بروانی نے ہی وقت یہ دو ہاڑ چا۔

چار بانس جوہی رنج انگل اسٹ پران
اتے۔ چہ سلطان ہو من چ کے چو بان
یعنی چار بانس چ میں گز آٹھ انگل پر سلطان ہو، جدھر سے آواز آئی ہو، اسی طرف اتنے فاصلہ پر سلطان
ہو، پرتھوی راج نے وادہ وادہ کے فاصلہ کا اندازہ لگا کر تیر چلایا، اور محمد غوری وہیں تڑپ کر رہ گیا، پھر چند
بروانی اور پرتھوی راج نے ایک دوسرے کو اپنی تلوار سے مار ڈالا۔ میں نے اپنے بعض ہندو دوستوں سے سنا ہے کہ یہ حیات
کسی پرانی ہندی کی بے بسی دیکھ ہو۔ لیکن ظاہر ہو کہ یہ تمام بے سرو پا اور گڑھی ہوئی باتیں ہیں اور انہی میں گہوات
ہو کہ اس کا تہذیبی کچھ لکھنا قطعاً اذفات کرنا ہو، تعجب اس پر ہو کہ چھوٹے بچوں کے ذہن کو فرقہ دارانہ جذبات نہر آد
کر نے والی کہانیاں اس کتاب سے مصنفین نے کہیں درج نہیں۔
ملہ غنیمات، ناصری ض ۱۲۳، ۱۲۴۔

پر حملہ آور ہونے کا خطرہ تھا۔ اور اس کا لشکر ان کے بعض قلعوں کا محاصرہ بھی
کیے ہوئے تھا۔ جیسا کہ ہم کھوکھے ہیں۔

اسی طرح ابن خلدون نے اولاً کھوکھروں کو قاتل قرار دیا ہی، پھر اسماعیلیوں
سے متعلق روایت درج کی ہے

اس کے بعد فارسی تاریخوں میں براہیونی (۹۹۹ھ) وغیرہ کا دور آتا ہے، ان کے
یہاں اسماعیلیوں کے متعلق روایت موجود نہیں چنانچہ منتخب التواریخ میں ہے:-
دہنگام مراجعت درو میک کر نام دیی است از توابع عزیزین از دست

فدائاً کھوکھر شہید شد

محمد قاسم فرشتہ نے بھی اپنی تاریخ (تکمیل ۱۱۱۱ھ) میں دراصل اپنے پیشرووں
کی تقلید کی ہے لکھتا ہے:-

بست نفر از کفار لکران کر اکثر خوشیان و اقربا و فرزندانشان و جنگ

سلطان شہاب الدین (اس جنگ کی وہی تفصیل جو ادب پر گزردہ عمارت کے کچا ہے) کشت

شدہ بودند، ہم عہد وہم سو گند شدہ و کشتہ شدن پر خود قرار دادہ، در باب

کشتن سلطان شہاب الدین تدبیر باہجستند.....

مناسب ہے کہ آگے بڑھنے سے پہلے استفسار کے اس حصہ پر یہاں نظر ڈالی جائے
جس میں فرشتہ کی اس غلط فہمی یا غلط بیانی کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے سلطان کے قاتل کی
حیثیت سے کھوکھروں کے بجائے ”گکھروں“ کا نام لیا ہے تاکہ فرشتہ کے بیان سے سلطان
کے قاتلوں میں ایک نئی جماعت کے نام کا اضافہ نہ ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ تاریخ فرشتہ
کا مطبوعہ نسخہ بہت غلط چھپا ہے جس کی وجہ سے اس میں ”کھوکھر“ اور ”گکھکر“ میں امتیاز
نہ رہ سکا ہے، مختلف مقاموں پر جہاں گکھکر ہونا چاہیے ”ککھر“ چھپا ہے، مثلاً ص ۲۴۱۔
میں ”سلطان آدم“ کو گکھکر کے بجائے ”ککھر“ کہا گیا ہے، اسی طرح ص ۲۳۲ میں تلک چندر
سردار کھوکھر کی بناوت کا ذکر ہے، اس موقع پر بھی ”ککھر“ چھپ گیا ہے (ص ۱۳۷)۔

۱۹۷۱ء ج ۲، ص ۲۲۰ طبعہ ۱۹۷۱ء تاریخ ابن خلدون ج ۲، ص ۲۹۰ طبعہ ۱۹۷۱ء منتخب التواریخ ج ۲، ص ۵۲ طبعہ ۱۹۷۱ء تاریخ فرشتہ ص ۲۴۱

اسی طرح حسرت کھوکھر کے لاہور کے صوبہ دار کو مارنے کا ذکر ہے، وہاں بھی کہہ رہی
 اس کے برخلاف بدایونی وغیرہ میں کھوکھر اور گکھر کے فرق کا لحاظ ہر جگہ موجود ہے،
 اس میں جہاں کھوکھر ہونا چاہیے، کھوکھر ہی جیسے حسرت کھوکھر رج ۱ ص ۲۸۹،
 گل حیدر کھوکھر رج (ص ۲۳۱) اور گکھروں کو ”ککھر“ لکھا گیا ہے، جیسے سلطان
 آدم ککھر رج (ص ۳۹۱) برسر ککھران رج (ص ۳۸۸) ”اول پناہ بہ ککھران
 رج (ص ۳۸۶) وغیرہ، یہ سمجھنا کہ بدایونی ان دونوں قوموں میں امتیاز رکھ سکے
 اور تاریخ فرشتہ جو چند سال بعد تکمیل کو پہنچی، اس میں ان دونوں کو خلط ملط
 کر دیا جائے، یہ قیاس سے دور معلوم ہوتا ہے، اس لیے واقعہ یہی ہے کہ طباحت کے وقت
 کاتب کے قلم سے سہو ہوا، اور وہ ”کھوکھر“ اور ”ککھر“ میں امتیاز قائم نہ رکھ سکا اور
 اس غلطی سے ایک قوم کا پورا بارگہ دوسری قوم کے سر کر گیا۔

بہر حال سلطان کے قاتلوں کے سلسلہ میں روایات کے اہم سرچشمے اور پیش
 کردیے گئے ان میں دیکھا جاسکتا ہے کہ مقدم مورخین میں سے ابن اثیر (۱۲۳۶ھ)
 جوینی (تصنیف ۱۲۵۵ھ و متوفی ۱۲۸۲ھ) قاضی منہاج (تصنیف ۱۲۵۵ھ) اور
 قزوینی (۱۲۳۵ھ) کی روایتیں ہیں، ان میں سے ابن اثیر (۱۲۳۶ھ) اور قزوینی (۱۲۳۵ھ)
 نے بہ تصریح کھوکھروں کا نام لیا ہے، جوینی (۱۲۵۵ھ) نے بھی ”ہندوؤں“ کو بتایا
 ہے جس سے مراد کھوکھر ہی ہو سکتے ہیں، صرف صاحب طبقات ناصر بن منہاج (۱۲۳۶ھ)
 اسماعیلیوں کو قاتل قرار دیتے ہیں، لیکن قاضی منہاج کی یہ مفرد روایت متاخرین میں
 میں مقبول نہیں ہوئی، چنانچہ ملا بدایونی (۱۵۸۹ھ) اور فرشتہ (۱۰۱۵ھ) وغیرہ
 نے صرف اول الذکر بیان کو درج کیا، پھر زمانہ حال کے مغربی الفسٹن وغیرہ نے
 بھی کھوکھروں کے قاتل ہونے کی روایت کو قبول کیا ہے۔

یہاں ایک گمان یہ ہو سکتا ہے کہ سندھ کی اسماعیلی حکومتوں کے کھنڈروں پر نام لکھ کر
 قباچہ نے اپنی حکومت کی بنیادیں قائم کیں ان مقامات سے ان قباچہ کا انتخاب خاتمہ

سلطان غیاث الدین اور شہاب الدین نے کیا تھا، ناصر الدین قباچہ شہاب الدین کا صوبہ دار تھا، سلطان کی شہادت کا واقعہ اچانک پیش آیا تھا اور سیاسی حیثیت سے بعض فریقوں نے اس سے فائدہ بھی اٹھانا چاہا تھا، اس لیے سندھ و ملتان میں اس واقعہ قتل کو اس زمانہ میں اسماعیلیوں کی طرف سے مزید گشتگی پیدا کرنے کے لیے ان کی طرف منسوب کیا گیا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں اور وہی افواہیں حقیقت بن کر قاضی منہاج کے کانوں میں پہنچی ہوں، اور انھوں نے اپنی تاریخ میں اس کو جگہ دے دی ہو۔ اس سلسلہ میں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ مفسدین نے سلطان کے شہید کیے جانے میں حقد لینے کے الزام سے اس عہد کے فاضل روزگار صاحب کمال امام فخر الدین رازی کے دامن کو بھی محفوظ نہ رکھا، اور یہ افواہ بھی پھیلانی لگی کہ امام موصوف کو اپنی جان بچانے کے لیے فرار ہونا پڑا، ابن اثیر لکھتا ہے:-

اہل طرانی میں سے بعض فتنہ پرداز اسٹھے، اور انھوں نے مالک سے کہا کہ فخر الدین رازی نے تمہارے آقا کو قتل کیا ہو، اس لیے کہ ان ہی نے ان کو پہنچایا، محفوں نے ان کو قتل کیا..... پس وہ مالک (ان رازی) کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، کہ ان کو قتل کر دیں، چنانچہ وہ فرار ہوئے اور وزیر مویہ مویہ الملک کے پاس پہنچے، اس کو صورت حالی سے باخبر کیا اور اس نے ان کو پوشیدہ گاہ کے ساتھ ان کی پناہ گاہ میں بھیج دیا۔

حالانکہ سلطان شہید کے تعلقات امام موصوف سے شگفتہ تھے وہ ان کے علم و فضل کا قدردان تھا، ان کی مجلس و غلط میں ہر سفتہ الترام سے شریک ہوتا تھا، ایک مرتبہ انھوں نے سلطان کو اس کے دنیاوی جاہ و ختم پر برسر منبر نصیحت کے چند کلمات کہے، جن سے وہ متاثر ہو کر ابدیدہ ہو گیا تھا، بائیں ہمہ ان کے مخالف انھیں مستہم کرنے سے باز نہ آئے، اور متعلیٰ مجمع کے خوف سے انھیں روپوش ہونا پڑا۔

عجب کیا ہو کہ اس واقعہ قتل کے اسماعیلیوں کی طرف منسوب ہو جانے میں لفظ

فدائی کو بھی دخل ہو، جیسا کہ اوپر گزرا، کھوکھروں میں سے چند جوانوں نے سرفروشانہ اس
 قتل کی واردات کرنے کا عزم کیا تھا، اس لیے انھیں معنوی طور پر فدائی کہا گیا، اور اس زمانہ
 میں اسماعیلیوں کی وہ جماعت جو جان پر کھیل کر قتل کی واردات کرتی رہتی تھی، ”فدائی“
 ہی کے نام سے موسوم تھی، اس لیے نکلن ہوا کہ اس وصف مشترک کے باعث ان قاتلوں کی نامزدگی
 میں لوگوں کا ذہن اسماعیلیوں کی طرف منتقل ہو گیا ہو، کیونکہ مورخین نے بھی عام طور پر
 کھوکھروں کی اس قاتل جماعت کو فدائی کے لقب سے موسوم کیا ہو، بدایونی کہتا ہے، ”از دست
 فدائی کھوکھر“ پھر آگے چل کر امام رازی کے واقعہ کے سلسلہ میں لکھتا ہے، کہ ”از روئے حمد
 امام رابشرکت فداائیاں تہم داشتہ“ جس سے بدایونی کی مراد ظاہر ہو کہ ”فداائیاں کھوکھر“ ہی
 ان حالات سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہو کہ واقعہ قتل کی اصل ذمہ داری کھوکھر
 ہی پر ہو، اور روایت و درایت یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کھوکھروں کو اس واقعہ کے ارتکاب
 سے بری سمجھا جاسکے، لیکن ان تمام قیاسوں کے باوجود جو اوپر پیش کئے گئے، یہ سمجھنا بھی
 صحیح نہ ہوگا کہ اسماعیلی سرے سے اس جرم سے بری ثابت ہوتے ہیں، بلاشبہ وہ تنہا
 اس کے ذمہ دار قرار نہ پائیں گے، اس موقع پر اس کی تائید میں ابن اثیر کے بیان کا وہ حصہ
 خاص طور پر ہماری رہنمائی کرتا ہو کہ قاتلوں میں سے دو مختون تھے، اس لیے یہ خیال
 زیادہ صحیح ہو سکتا ہو کہ مذہب و ملتان کے بعض اسماعیلی فداائیوں نے کھوکھروں سے جو
 سلطان کے تازہ حملہ سے اس کے دشمن ہو گئے تھے، ساز باز کی ہو، اور سلطان کے شہید
 کرنے میں یہ دونوں شریک ہوں، اور قاتلوں میں سے گرفتار ہونے والوں میں وہ دونوں
 مختون اسماعیلی فدائی ہوں، خصوصاً اس لیے کہ ملاحظہ ساز باز کرنے اور قتل و خون ریزی
 کے خفیہ جرائم کرنے میں مشاق تھے انھوں نے اپنی تدبیروں سے کھوکھروں کے چند جاں بازوں
 کو سلطان کے قتل کرنے پر آمادہ کر لیا ہو، اور اس کو کامیابی سے انجام دینے
 کی جو حکمت عملی بتائی گئی ہو، وہ ان ہی کے ہاتھوں نیا رہی ہو۔ اس لیے ہمارے
 خیال میں سلطان کے قاتل کی حیثیت سے ان دونوں جماعتوں کے جاں باز ہوں
 نام لیا جانا نہ بیحد قرین صحت ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

(ب) اشہید کرنے کا سبب | سلطان کے شہید کرنے کی وجہ جلیا کہ اوپر گزرا یہی ہو کہ چونکہ سلطان شہید نے کھوکھروں کا استیصال کیا تھا، اس لیے ان میں کے چند نوجوانوں نے انتقام لینے کا فیصلہ کیا تھا، دوسری طرف وہ اسماعیلیوں پر پے درپے حملے کر چکا تھا، اور آئندہ بھی حملہ آوری کا قصد رکھتا تھا، اس لیے اسماعیلی فدائی بھی اس کے خون کے پیاسے تھے، اس لیے اوپر جو کچھ عرض کیا گیا اس کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہو کہ ان ہی اسباب سے ان دونوں جماعتوں کے فدا یوں نے اس قتل میں حصہ لیا۔

(ج) مرقد | سلطان کے مرقد کے متعلق اس مقام "دھمک" کے دیہی لوگوں نے جس قبر کا نشان بتایا ہو وہ قطعی بے اصل ہو، اس لیے ڈپٹی کمشنر جھلم کے ذریعہ سے اس فرضی قبر کو آثار قدیمہ میں داخل کرانے کی سعی کرنا صحیح نہ ہوگا، کیونکہ تمام مورخین کا بیان بلا اختلاف یہی ہو کہ سلطان کی لاش غزنی لے جانی گئی ان تاریخوں میں جن کے حوالے اوپر گزرے ہیں، اس کی لاش کے مقتل سے غزنی تک پہنچنے کی مفصل روداد مع مختلف تصریحات کے موجود ہیں اگر یہ تصریحی روداد میں موجود نہ بھی ہوتیں تو بھی عقل و درایت سے دور ہو، کہ لوگ اپنے عہد کے ایک ایسے جلیل القدر فرمان روا کو اتنے لمبے راہ میں دفن کر کے آگے بڑھ جائیں، اس لیے وہ تربت جو دھمک میں سلطان شہاب الدین کی بتائی جاتی ہو قطعی جلی ہو۔

(د) مقتولوں کی تعداد | جلیا کہ اوپر گزرا ہو حملہ آوروں نے پہلے ایک چوبدار کو مار ڈالا، پھر سلطان کو شہید کیا، یہ کوئی فوجی چھاپہ نہ تھا بلکہ فریب سے سلطان کو شہید کرنے کی ایک سازش تھی جو کامیاب ہو گئی۔

(ک) مقتل | سلطان شہاب الدین کا قتل تمام مورخین کی تصریح کے مطابق لاہور و غزنین کے درمیان دریا کے کنارے واقع ہو، اس مقام کا نام فارسی اور عربی تاریخوں میں "مومیک" آیا ہو چنانچہ ایک قطعہ میں ہو۔

شہاد ملک مجرور بر شہاب الدین بادلوی) کز ابتدائے جہاں شہ (ناصری) اونیامیک

سوم ز غزہ شعبال بسال شش صدو قتادہ دررہ غزنین بمنزل "دیمک"

فرشتہ میں اس مقام کا نام "برہمیک" چھپا ہوا۔ اس کے نسخہ میں طباعت کی غلطیاں معلوم ہیں لیکن جس دریا کے کنارے یہ واقعہ پیش آیا، اس کے نام مورخین نے مختلف لکھے ہیں، فرشتہ میں اس کا نام "نیلاب" ہے۔ یہ اس زمانہ میں دریائے سندھ کا معروف نام تھا۔ اس لیے اس کے بیان کے مطابق "دیمک" دریائے سندھ کے کنارے واقع تھا، ابن اثیر اور دوسری تاریخوں میں دریا کا نام "جیحوں" "سندرج" ہے لیکن جیحوں لاہور اور سندھ کے درمیان واقع نہ تھا۔ وہ افغانستان کی موجودہ شمالی سرحد کے اس پار رواں ہے، اس لیے گمان ہے کہ جیحوں "جہلم" کے بجائے درج ہو گیا ہو، اس زمانہ میں اس کو آب جہلم و آب بہت کہتے تھے، ابن اثیر کے لیے یہ نام غیر معروف تھا، اس نے جہلم کے بجائے جیحوں لکھ دیا ہو، مغربی مورخین نے بھی اس کو جہلم ہی قرار دیا، چنانچہ مولوی سید ہاشم فریدی بادی تاریخ ہند حصہ اول میں جو فارسی تاریخوں اور مغربی مصنفین کی کتابوں سے مرتب کی گئی ہے لکھتے ہیں۔

اس مہم کے بعد سلطان وہیں جا رہا تھا، اور جہلم کو عبور کر چکا تھا کہ..... (جلد ۸ ص ۱۱۳)

اس سے یہ غیر مشتبہ طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ "دیمک" دریائے جہلم کے کنارے آباد تھا، جہاں یہ واقعہ شہادت پیش آیا، ضلع جہلم کے گاؤں "دھمک" کے جو جغرافی حالات مستفسر نے لکھے ہیں، ان میں یہ تصریح نہیں کہ یہ مقام دریا کے کنارے آباد ہے، اگر وہ لب دریا واقع ہے تو تاریخی شہادتوں سے اس روایت کی جو مبینہ مبنیہ آ رہی ہے، تصدیق ہوتی ہے۔ "دھمک" کا فارسی و عربی میں "دیمک" ہو جانا "دیمک" کاسات آٹھ سو برس گزرتے گزرتے "دھمک" بن جانا کچھ بعید از قیاس نہیں، اگر جہلم میں وہ فرشتہ، تیسرے لب دریا واقع ہو تو اس سے شہادت زیادہ سے زیادہ بیہودہ ہو جائے گی۔

کہ شاید وہی مقام ہو جہاں اس منزل میں سلطانی قافلہ اتر آیا ہو، اور اسی جگہ یہ واقعہ قتل پیش آیا ہو، اور لوگوں نے یادگار کے لیے کوئی نشانی قائم کی ہو، جو اب تربت کی شکل میں منتقل ہو گئی ہو۔

بجانب

موضع دھمک کے متعلق مذکورہ بالا مباحث کے شائع ہونے کے بعد جناب محمد کچھ مزید معلومات اسلم خاں صاحب رجسٹر الضلع جہلم کا ایک دوسرا مکتوب آیا جس میں موضع دھمک کے متعلق جو سلطان کی قتل گاہ میں بتیں ہو، کچھ مزید معلومات تھے یہ مقالہ سواٹ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا، اس سلسلہ گفتگو میں اس کا مطالعہ بھی لکھی سے خالی نہیں وہ فرماتے ہیں۔

”آپ کے مقالہ کو پڑھ کر مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی ہے۔ تمام مطالبہ سوالات کے جوابات تسلی بخش پائے جس سے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ایسے علمائے کرام کی اس زمانے میں کمی نہیں ہے، جو کسی لائحہ عمل کو نہایت خوبی سے حل نہ کر سکیں، لیکن ایسے بزرگ اس زمانہ میں عشق کی حیثیت رکھتے ہیں جو مسائل کی ہر پہلو سے مدد کرتے ہوں، جس محنت مشاقہ اور عرق ریزی سے آپ نے مستند حوالہ جات سے جواب مرتب کیا ہے، جناب کی اس بندہ فوازی و علم پروری کا نتہ دل سے ممنون ہوں،

مقتل سلطان شہاب الدین نور اللہ مرقدہ دہلی ہی موضع دھمک ہے جو سو ماہہ پیشین کے متصل بجانب شمال بقا صلتین میل تحصیل و ضلع جہلم میں ہے، تاریخ جہلم ۸۸۰ھ میں لکھی گئی ہے اس میں ضلع کے سب دیہاتوں کی فہرست بھی شامل ہے، لیکن بجز اس موضع مذکور کے اس نام کا کوئی اور قریہ اس ضلع میں موجود نہیں، اس وقت ضلع میں مندرجہ ذیل تحصیلیں تھیں، جہلم، چکوال، پٹنہ اور غنائما بڈنگ، اب آخری تحصیل کو جہلم سے الگ کر کے ایک سے ملحق کر دیا گیا ہے، اور جہلم کے علاقے جہلم کے کراہے جو گاؤں آباد ہیں، ان میں اس نام کا کوئی دور دراز گاؤں نہیں ملا۔

موجودہ وقت میں دریائے جہلم دھمک سے بہ فاصلہ سات کوس گزرتا ہے اگر آج سے قبل سارے سات سو برس ایک انہی مورخ اس کو کنارہ دریا لکھتا ہے۔ تو کوئی تعجب کا مقام نہیں جب کہ کوئی اور مشہور قابل تخصیص جگہ نہ ہو تو اسے دھمک کنارہ دریا لکھ دیا تو کوئی تعجب نہیں، نیز دھمک کے بالکل قریب سے ایک بڑا پرنا گزرتا ہے جو دریائے جہلم کا معاون ہے، بہر صورت سلطان موصوف کو یہیں شہید کیا گیا۔ دھمک کے بالکل قریب ایک راستہ، غوروں کے پھڑ، کے نام سے اب تک مشہور ہے ”پھڑ“ پنجابی میں پشتہ یا ٹیکہ کو کہتے ہیں، مقام تعجب ہو کہ اب تک اس کا نام غوروں کا پھڑ چلا آتا ہے، حالانکہ مقامی لوگ غوروں سے ناواقف ہیں۔

—————

سلطان کا نام | سلطان کے مقتل و مرقد پر مقالہ شائع ہونے کے بعد ہی ہمارے لائق دوست جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی پروفیسر کالج کا ایک استدراک بھی شائع ہوا، اس میں انھوں نے بعض مزید امور پیش کئے، اور اس سلسلہ میں کچھ مزید باتیں کہی گئیں اس استدراک اور اس کے جواب کے بعض حصے بھی یہاں نقل کئے جانے کے لائق ہیں، فرماتے ہیں:-

”معارف جون سنہ ۱۳۶۶ء تا ۱۳۶۷ء میں ایک مفید اور

طویل مقالہ بعنوان ”سلطان شہاب الدین کے قاتل، مقتل، مرقد کے

مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا، جو دراصل ایک استفسار کے جواب میں ادارہ معارف

کی طرف سے علمی رنگ میں جواب ہے، اور جنرل حسن طریق سے ادارہ نے فرض شناسی

کا ثبوت دیا ہے، وہ ضرور قابل ستائش ہے، اس سلسلہ میں مجھے بھی بعض بعض

مقام پر اس ادارہ کے نوٹ پر کسی قدر مزید توضیح کی ضرورت محسوس ہوئی،

اسلامی تاریخ ہند میں بھی ایک اہم دور ہے، جب کہ صحیح طور پر اسلامی سلطنت

ہند کے قیام کا آغاز ہوتا ہے جس کا تمام سہرا سلطان شہید معز الدین محمد بن مسلم

یہ سہ ہوا جس نے اپنے پیشرو سلطان محمود غزنہ کی فتوحات کو مزید قوی بنادیا
پرستشگرم کر کے ہندو سلطنت ہند کا قیام کیا جو ابھی تک نہیں ہوا تھا،

سلطان شہاب الدین غوری کا نام عام طور پر ہندوستانی فتوحات کے ضمن میں
سلطان معز الدین محمد ابن سام غوری بیان ہوا ہے اور یہی پوہٹہ طبقات نامہ صریح
کتابت اور سکوکات میں ہمیں میسر آتا ہے، بلکہ آپ کے جانشین سلاطین کو بقل پہنچ
سراج مصنف طبقات نامہ صریح نے "سلاطین معزیر" سے تعبیر کیا ہے اس سے یہ لازم
نہیں آتا کہ اول الذکر نام سے آپ کو پکارتے ہی نہیں تھے، بلکہ ہر دو صحیح ہیں۔

ہمارے لائق دوست نے اس موقع پر سلطان کا نام "معز الدین محمد" قرار دیا ہے،
اسی طرح وہ سمجھتے ہیں کہ شہاب الدین بھی ان کا نام ہو۔ سلطان کے نام کے متعلق عام طور پر
لوگوں کو التباس ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ سلطان کا نام تو محمد ہی اور معز الدین اور شہاب الدین
نام نہیں، دونوں لقب ہیں جو کثرت استعمال سے چھڑائے نام بن گئے ہیں، مورخین اس سلطان
کو ان دونوں لقب سے یاد کرتے ہیں، سلطان شہاب الدین کا یہ لقب ۵۹۹ھ میں فتح غزنین
کے بعد وہاں کی حکومت سپرد ہوتے وقت سلطان غیاث الدین کی جانب سے اس کو عطا
کیا گیا تھا۔ بدایونی میں ہے،

"سلطان غیاث الدین آن ولایت غزنین را در عزیز سفیر آوردہ"

و سلطان معز الدین محمد را لقب سلطان شہاب الدین داد۔

اور معز الدین کا لقب اس سے پہلے ایک دوسرے موقع پر اس کو مل چکا تھا!
کیا سلطان کا مرقد غزنین نہیں ہے؟ | اس کے بعد ہمارے لائق دوست نے "فتوحات"
فیروز شاہی کے ایک اقتباس سے دہلی کو سلطان کے مرقد ہونے کا امکان دکھایا ہے، وہ -
نکھتے ہیں :-

"یہ امر متفق علیہ ہے کہ سلطان معز الدین کو غزنین جاتے ہوئے دریائے جہلم کے

کنارے رات کے وقت اسی کے خیمہ میں دمیک گاؤں میں شہید کر دیا گیا، اور اس کی لاش

کو اس کے ہمراہیوں نے منزل مقصود غزنین پہنچا دیا۔ اس واقعہ کے قریب ڈیڑھ سو سال بعد جب سلطان فیروز شاہ تغلق ۵۲۰ھ میں دہلی کی سلطنت پر حکم فرما ہوا، تو اس نے اپنے عہد کے متعلق ایک مفید یادداشت بعنوان "فتوحات فیروز شاہی" مرتب کی جو شایع ہو چکی ہے، اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہے، اس میں جواں دہلی کی عمارات کا ذکر ہے، وہاں وہ لکھتا ہے:-

"و مقبرہ سلطان مزالدین سام را کہ دیوار غربی و تختہ ہے او کند فرسودہ شدہ بود ہم ذکر وہ آسمدو بجائے..... در بار طاقا زینا از حجب مندل ساخته"۔

اس تحریر کی موجودگی میں انسان ذرا تامل کرنے لگتا ہے، جہاں تک راقم کے ذاتی علم کا تعلق ہے وہ بھی تک کوئی ایسی تحریر نظر سے نہیں گزری کہ جس میں یہ پایا جائے کہ سلطان معز الدین محمد بن سام کا مزار غزنہ میں ہے، یا کسی نے اپنے مشاہدات کی بنا پر اس کو بیان کیا ہو جیسا کہ ہم اکثر سلطان محمود غزنہ و بابر بادشاہ وغیرہ کے متعلق پڑھتے اور سنتے ہیں کہ ان کے مزار ادرہ موجود ہیں، اگر کسی صاحب کو علم ہو تو روشنی ڈالیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ فتوحات فیروزی کی مذکورہ بالا عبارت شہاب الدین کے مرقر پر گفتگو کرنے میں بلاشبہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، ہمارے لائق دوست شکار سے کے مستحق ہیں کہ اس سلسلہ کی اہم کڑی نگاہوں کے سامنے لے آئے۔

سلطان شہاب الدین کی لاش کے متعلق فرشتہ کی یہ تصریح موجود ہے کہ وہ غزنین لے جا کر اس کھڑے میں دفن کی گئی جس کو اس نے اپنی اڑکی کے سیلے بنوایا تھا، چنانچہ لکھتا ہے:-
"الفقہ تباریخ بیت و دوم شهر شعبان کشف سلطان شہاب الدین را بنفزنین رسانیدہ در خطیرہ کہ برائے دختر خود ساخته بود و دفن کردند"۔

یہ تین فتوحات ص ۱۳، ترجمہ ایلیٹ ص ۳۱۲ بعض کو مقبرہ سلطان معز الدین بہرام شاہ بن سلطان شمس الدین اتمش ۵۷۰ھ تاریخ نزشتہ ص ۶۰

اس لیے اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس کی تدفین غزنین میں عمل میں آئی۔
 اس فتوحات فیروز شاہی کی مذکورہ بالا عبارت کے دیکھنے کے بعد دو قیاس
 سامنے آسکتے ہیں، یا تو جلیا کہ موصوف نے گمان ظاہر کیا ہو کہ تقریباً ڈیڑھ سو برس
 کے اندر اس کے کسی قدردان کے ہاتھوں اس کی لاش غزنین سے منتقل کر کے ہندستان
 لائی گئی ہو، یا پھر یہ قیاس ہو سکتا ہو کہ جب سلطان شہاب الدین نے ۱۱۹۱ء میں
 دہلی فتح کی، اس کے بعد ۱۱۹۹ء میں جب اس نے دہلی میں ”جامع مسجد“ قوت الاسلام
 تعمیر کی تو اس کو ہندستان سے جو دلی تعلق پیدا ہو چکا تھا۔ اس کے باعث اس نے
 اپنی ابدی خواب گاہ کے لیے بھی اسی سرزمین کو پسند کیا ہو، جلیا کہ بعض سلاطین
 کرتے رہے ہیں، اُس نے بھی اپنی زندگی میں اس مسجد کے پہلو میں اپنے مقبرے کے
 لیے عمارت تعمیر کرائی ہو، چنانچہ فتوحات فیروز شاہی میں اس مقبرہ کا ذکر اس کی
 تعمیر کردہ ”مسجد جامع“ اور اس کے ”مینار“ کے درمیان آیا ہو، اس سے گمان
 ہوتا ہو، کہ مقبرہ کی یہ عمارت بھی اسی کے آس پاس ہوگی۔

یہ تو صحیح ہو کہ موجودہ زمانہ کے سیاحوں میں سے کسی نے شاید ہی اپنا مشاہدہ
 بیان کیا ہو کہ اس نے غزنین میں اس سلطان کے مزار کی زیارت کی ہو چنانچہ ابھی
 حال میں حضرت الاستاذ مولانا سعید سلیمان ندوی مدظلہ نے اپنے سفر غزنین کے
 مشاہدات محارف بابت ماہ مئی ۱۹۳۴ء میں شائع فرمائے تھے۔ حضرت موصوف کا
 یہ سفر نامہ بھی غزنین میں سلطان شہاب الدین کے مزار کے موجود ہونے کے ذکر
 سے خالی ہو۔ مگر اس کے ساتھ اس سفر نامہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو
 کہ موجودہ زمانہ میں قدیم غزنین کا وجود خاک کے ایک تودہ سے زیادہ باقی نہیں
 رہا صرف میر حبیب اللہ خاں کی توجہ فرمائی سے سلطان محمود سبکتگین اور چند دیگر
 مشاہیر کے مقبروں پر کتبہ نصب ہو سکے ہیں ورنہ اب دراصل پرانے غزنین کا نام
 نہ آتا بھی ہوتا۔ اس نقصرتج سے کم سے کم یہ متعین طور پر معلوم ہو جاتا ہو کہ
 سلطان شہاب الدین کو جس منطیرہ (کھنرے) میں دفن کیا گیا تھا وہ اب معلوم نہیں

نہیں رہا ورنہ وہ ایک نکتہ رس عالم تاریخ سیاح کی تجسس نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکتا تھا، — لیکن دوسری طرف دلی کے آٹا قدیمہ میں بھی کوئی مقبرہ سلطان شہاب الدین کی طرف اس زمانہ میں منسوب نہیں کہ اس کی لاش کو غزنین سے دلی میں منتقل کر کے لانے کے گمان کی تصدیق کلیئہ کی جاسکے، اس لیے تا وقتیکہ کچھ حذیت تاریخی شہادتیں ہم دست نہ ہوں، اس موضوع پر کسی فیصلہ کن رائے تک پہنچنا آسان نہیں ہو اور بظاہر فرشتہ کے بیان کے مطابق یہی سمجھا جاسکتا ہو کہ غزنین ہی میں اس کی تدفین عمل میں آئی اور وہی اس کا اصل مرقد ہو۔

(جون سہ ماہ)



ملوک سلاطین دہلی

۶۰۲ ————— ۶۸۹
۱۲۰۶ ————— ۱۲۹۰

شہاب الدین غوری کی اچانک شہادت سے ہندستان میں اس کے فوجی افسر ایک نازک صورت حال سے دوچار ہوئے۔ قطب الدین ایک اس کا نائب لہلہٹ تھا، اور یہ ملک تین حصوں یعنی پنجاب، شمالی ہند، اور سندھ میں بٹ کر غزنی کے ماتحت تھا اور ملک کی مختلف سمتوں پر یہاں کی قدیم سلطنتوں کے حکمران اپنے مورچے سنبھالے ہوئے تھے، جیسا کہ اوپر گزرا شہاب الدین کے اولاد زینہ نہ تھی، اس کا بھتیجا سلطان غیاث الدین محمود غور کا مالک تھا، مگر اس میں رہنمائی کی طاقت نہ تھی، اور خوارزمیوں کے اٹھتے ہوئے طوفان سے وہ غور دغزنی کو بھی بچانے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اس کے تین ترک غلام فوجی گورنروں میں تلج الدین بیدزکرمان و سنکرمان کا جو افغانستان سے بالائی سندھ کی راہ پر واقع ہیں، مالک تھا، غزنی کا مالک بنا اور اس لحاظ سے اس نے اپنے آپ کو ہندوستانی صوبوں کو اپنے ماتحت تصور کرنے کا حق سمجھا مگر اس کے داماد ناصر الدین قباچہ تک نے اس کے اس استحقاق کو تسلیم نہیں کیا اور قطب الدین ایک کے لیے اس کا قبول کرنا زیادہ بعید از تصور تھا اس لیے شہاب الدین غوری کی شہادت کے بعد ہی غزنی سے ہندستان کا رشتہ ٹوٹ گیا اور یہاں اس کے نام بیوا غلاموں کی آزاد سلطنت کی بنیاد قائم ہو گئی۔

۲۔ سلطان قطب الدین ایک | ۶۰۲ ————— ۶۸۹ | ۱۲۰۶ ————— ۱۲۹۰ | شہاب الدین غوری

کا نامور ترک سپہ سالار تھا، وہ ہندستان میں اسلامی مساوات و اخوت کا روشن منارہ تھا۔ وہ غلاموں کی صف سے نکل کر سلاطین کے تخت پر بیٹھا اور اس کے بعد غلام و غلام سلاطین دلی کے تخت پر بیٹھتے گئے، قطب الدین پہلی مرتبہ

ترکستان سے نیشاپور میں لایا گیا تھا۔ یہاں کے امام اعظم ابو حنیفہ کے خلاف میں سے ایک صاحب علم فخر الدین عبدالعزیز کو فی قاضی القضاۃ کے منصب پر سرفراز تھے، انھوں نے اس بچہ کو خرید کر اسے اپنی اولاد کے ساتھ مکتب میں بٹھایا۔ جس میں اس نے علوم کی تحصیل کی، اور شہسوار، ادبیر اندازی کے فنون سیکھے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں میں سے کسی نے اس کو فروخت کیا، اور ایک سوداگر نے اس کو سلطان شہاب الدین غوری کے دربار میں گرانقدر قیمت لے کر فروخت کیا اور یہیں وہ اپنی ٹوٹی ہوئی کھنکھلی کی وجہ سے ایک سے مخاطب کیا گیا۔ وہ اپنے آقا کا جان نثار تھا اور غوری کو بھی اس پر غیر معمولی اعتماد تھا، تراوڑی کی لڑائی کے بعد کھاندور کی لڑائی میں اٹادہ کے قریب قنوج کے راجہ جے چند کی آنکھ میں جب تیر لگھا، اور وہ کام آیا تو پھر ایک کی راہ روکنے والا کوئی موجود نہ تھا۔ بنارس تک اس نے قبضہ کر لیا، اور بے شمار دولت ہاتھ آئی، اسی موقع پر شہاب الدین نے ”ہندستان“ کی حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دی۔ کانجری فتح کے بعد چندیلی راجاؤں کے پائنتخت مہوبار قبضہ کیا، پھر میرٹھ ہوتا ہوا راجہ گوندرا کے کی راجہانی دلی میں پہنچا، جو غوری کی اطاعت قبول کرنے کے بعد منحرف ہو چکا تھا، اس کو سنے سرے سے فتح کیا پھر اس نے راجہ بھروج سے اجیر، راجہ بھیم دیو سے نہروالے لیا اور راج پوتوں کی آخری جتھا بندی کو توڑا، اور پھر ملکی انتظام میں مصروف ہو گیا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے آخری سفر ہند کے موقع پر ۶۲۱ھ میں اس کو

”ملک“ کے خطاب سے سرفراز کیا۔

سلطان شہاب الدین غوری کے دور تک یہ اس کا غلام تھا، اس کو رسمی آزادی اس وقت ملی، جب کہ شہاب الدین غوری کے شرعی وارث اور شاہ غور سلطان غیاث الدین محمود نے اس کو بہ روایت یوم سہ شنبہ ۸ اردی قعدہ ۶۲۲ھ اور بہ روایت ۶۲۳ھ میں ”تپترو امارت بادشاہی و خطاب سلطانی و خط آزادی“ عطا کیا۔ اور سلطان ایک کے لقب سے لاہور، میں اس کی تخت نشینی کی رسم انجام

پائی اس کے بعد اپنا پایہ تخت لاہور سے ہندستان کے قلب اور اس کی پرانی راج دھانی میں لے آیا اور وہی سلاطین دہلی میں سے پہلا سلطان قرار پایا۔ دہلی کی سلطنت بھٹندے سے لکھنوتی تک تقریباً ایک ہزار میل طویل اور تقریباً پانسویں عریض یعنی ۴۴ لاکھ مربع میل کے رقبہ میں تھی، بنگال و بہار کو اگرچہ اختیارالدین محمد بن بختیار خلجی نے فتح کیا تھا اور وہ اس پورے علاقہ کا صوبہ دار علی تھا لیکن اس نے نظم قائم رکھنے کے لیے دلی سلطنت کی سیادت قبول کر لی تھی اور خود قطب الدین سے ملنے دلی آیا تھا، ایک کا دوسرا حریف بہارانی طفل جو بیانہ اور گوالیار کا فاتح تھا۔ اس کی موت سے وہ علاقہ بھی اس سلطنت کا حصہ بن چکا تھا اگرچہ اس کی زندگی کے آخری دور میں بختیار خلجی کا حادثہ قتل پیش آیا اور لکھنوتی کو نئی سیاسی صورت حال سے سابقہ کرنا پڑا جس کو سلجھانے کا ایک کو موقع نہ مل سکا تھا۔ قطب الدین ایک نے سب سے پہلے میں لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر وفات پائی اور وہیں اس کا مزار ہے۔

قطب الدین ایک وہ پہلا سلطان ہے جس نے ہندستان کو اپنا دیس سمجھا، اس کے لیے روئے زمین پر کوئی ایسا دوسرا ملک نہ تھا جس سے اس کا وطن رشتہ قائم رہ گیا ہو۔ وہی پہلا سلطان ہے جو ہندستان کے پایہ تخت کو وسط ایشیا کو اٹھا کر دلی میں لایا، اس نے پنجاب کو جو ہندستان سے مستقل طور پر علیحدہ ہو کر غزنی سلطنت کا حصہ بن چکا تھا، دوبارہ ہندستان میں ملایا، اسی لیے اس نے اپنی تاج پوشی کی رسم لاہور میں منائی اور وہی فرمانروا تھا، جو راجہ ہرش کے بعد پشاور سے بنگال تک کی سرزمین کو دو ایک چتر کے سایہ میں لے آیا وہ اب ترکستانی اور غوری نہ تھا، ہندستانی تھا، ترکستان اور غور اس کے لیے اسی طرح غیر تھے، جیسے راجہ ہرش اور اس کے اجداد کے لیے روس کے گھاس کے میدان وہ راجہ ہرش ہی کے نقش قدم پر چلا، اور اس نے اس ملک سے طوائف الملوکی کا خاتمہ کیا اور ہنر والہ سے لکھنوتی تک کے باشندے ایک ملک اور ایک سلطنت کے

شہری کہلائے۔

ایک کا عہد حکومت | سلطان ایک فطرتاً نیک سرشت، سخی اور عدل پر
 تھا اور بے دریغ انعام و اکرام سے لوگوں کو مال مال کرتا اس کی سخاوت ضرب
 تھی، "لک بخش" (لاکھ کا بخشنے والا) اس کا لقب مشہور ہو گیا تھا، اس نے نہ
 صرف ہندوستان میں شہاب الدین غوری کی نیابت کی بلکہ اپنے خسر تاج الدین یلڈ
 کو غزنی کے تخت سے برطرف کر کے چالیس روز وہاں حکمرانی کی۔ اور اپنی داد و دہش سے
 وہاں بھی نام آدمی حاصل کی، اس نے دہلی کی تسخیر کے بعد میں سال تک حکمرانی کی
 جن میں آخر کے چار سال چند مہینوں میں صاحب چتر تاج و تخت رہا، اس کی قلمرو میں
 اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری رہا۔ اس نے رعایا کے درمیان عام ہر نوعی مزاحمت کی
 اور لوگوں کے دلوں میں اس کے عہد حکومت کی خوش گواریا و مدت دراز تک باقی رہی۔
ایک کے دور کے ممتاز اکابر | قطب الدین میثا پوری کی درس گاہ میں علوم
 کی تحصیل کر چکا تھا، اس کا دربار علم و ادب کا مرکز تھا۔ مشہور ادیب و شاعر
 بہاء الدین محمد اوشی اور جمال الدین محمد نصیر کے قصیدے اور بعض اشعار
 تذکروں اور سیاسی تاریخوں میں موجود ہیں، جن میں ایک کے جو دو سخی، شجاعت
 فیضی اور عدل پروری کو الہانہ انداز میں قلم بند کیا گیا ہے، شیخ صدر الدین
 محمد بن حسن نظامی میثا پوری جو اپنے زمانہ میں انشا و تاریخ و سیر کا امام سمجھا جاتا
 جاتا تھا ایک کے دامن دولت سے وابستہ تھا، اس نے اپنی شہرہ آفاق کتاب
 تاج المآثر جو مملوک سلاطین دہلی پر سب سے پہلی کتاب ہے، ایک ہی کے حکم
 سے ۶۰۲ھ میں لکھنی شروع کی جس میں ۸۷۷ھ سے ۹۱۳ھ یا ۹۱۴ھ تک کے قلم
 قلم بند کئے گئے ہیں، اسی طرح اس عہد کے دوسرے ممتاز اعیان و علماء میں شیخ
 احمد بن علی ترمذی متوفی ۶۰۲ھ قاضی حمید الدین علی بن عمر محمودی اور قاضی
 وجیہ الدین کاشانی وغیرہ تھے، بعض اہل علم صاحب سیف بھی تھے، چنانچہ شیخ
 محمد بن احمد دہلی دمولود ۸۷۷ھ متوفی ۹۱۳ھ خفییہ التمش کے دور میں غیر

معمولی عزت و اکرام حاصل ہوا، ایک کے دور کے صاحب سیف فاتح تھے،
 کڑا مانگ پورا اور ہنسوہ وغیرہ کے قلعے انہی نے فتح کئے تھے، اسی طرح شیخ
 قدوة الدین بن میرک شاہ اسرائیلی معروف بہ قاضی قدوہ متوفی ۷۱۳ھ کے فوجی
 خدمات کے فائن اودھ کے ۲۵ گاؤں میں آج بھی شہرت رکھتے ہیں ان کے
 صاحب زادے اعز الدین قدوہ قضا پر سفر اڑاتے تھے۔

شمالی ہند میں مسلمانوں کے اس ابتدائی دور میں اسلامی علوم و فنون کا ایسا
 عام چرچا ہو گیا تھا کہ یہاں کے ایک نو مسلم صاحب علم نے روایت حدیث پر ایک
 خاص قسم کی شہرت حاصل کی، ان کا ذکر فن رجال جس میں حدیث کے راویوں کی
 سوانح عمری اور جرح و تعدیل ہوتی ہے، کی بیشتر اہم کتابوں میں آیا ہے، مسلمان
 ہندی متوفی ۷۱۳ھ کی طرح اس زمانہ میں شیخ ابوالرضا بن کرپالی بن رتن
 ہندی کو شہرت حاصل ہوئی ان کا ذکر صلاح الکبیری، امام ذہبی، علامہ ابن حجر
 عسقلانی، صلاح صفدی، ام صغاف اور صاحب بحر خزائنہ تفصیل سے کیا ہے
 رتن بھٹنڈہ میں پیدا ہوئے اور قبول اسلام کے بعد ارباب خیر و صلاح میں شمار کئے
 گئے عمر طبعی سے بہت زیادہ سن پایا، ان کی اس روایت کا عام چرچا پھیلا کہ
 وہ عہد رسالت میں موجود تھے ایک مرتبہ وہ تجارت کے سلسلہ میں حجاز گئے ہوئے
 تھے، ایک موقع پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے منصب رسالت

پر فائز ہونے سے پہلے ملے۔ دوسری مرتبہ نبوت کے بعد انہیں زیارت کا موقع
 ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عمر کی درازی کی دعا دی اور بعض
 باتیں ارشاد فرمائیں۔ جب ان روایتوں کی شہرت عالم اسلام میں پہنچی تو بڑے
 بڑے ائمہ فن ان سے ملنے، روایتیں لینے اور تحقیق حال کرنے کے لیے ہندوستان
 آئے، اور ان کی تصدیق یا تکذیب کی اور یہ فن رجال کا ایک مستقل موضوع بن
 گیا، اور رجال کی مشہور کتابوں میں یہ جرح و تعدیل ضبط ہیں، اور ائمہ فن نے
 اپنے محاکمے لکھے ہیں انہوں نے ستھ کے بعد وفات پائی، اور بھٹنڈہ میں مدفون ہوئے

علامہ نظام الدین فرغانی فقہ و اصول کے ماہرین میں سے تھے، ہندوستان میں تشریف لائے قسمت نے اس کو بنگال سے وابستہ کیا، محمد بن بختیار خلجی نے ان کی قدروانی کی اور بنگال میں ان کے وجود سے علم کا چراغ روشن رہا۔

صلحائے امت | ایک کے عہد حکومت کو صلحائے امت میں سے ہندوستان کے سرتاج مشائخ حضرت خواجہ سید معین الدین حسن بن حسن چشتی سنجرمی آجیری قدس سرہ کی ذات بابرکات کے وجود گرامی کا شرف حاصل ہی، حضرت خواجہ بہشتان میں ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۲، ۱۵ سال کی عمر میں سایہ پدیری سر سے اٹھ گیا انکو رکاب باغ اور ایک پن چکی وراثت میں پائی، کسی مجذوب حال کا باغ سے گزر ہوا اور حضرت خواجہ پر جذب ربانی طاری ہو گیا ترک علائق کر کے حق کا طالب اور جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے، بہشتان سے سمرقند تشریف لے گئے، قرآن پاک حفظ کیا علوم کی تحصیل فرمائی پھر مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے قریہ ہارون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور شیخ کی خدمت میں انبی زندگی کے بیس سال گزار دیے انہی کی معیت میں دیا، اسلامی کی سیاحت کی، اور شیخ نے خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا، پھر مختلف مقامات پر اس دور کے ممتاز صاحبین امت شیخ نجم الدین کبری، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی وغیرہ اکابر وقت کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، آخر میں مدینہ منورہ میں حاضری دینے کے بعد ہندوستان کا رخ فرمایا۔ اور لاہور میں آکر حضرت شیخ جوہری اور حضرت حسین زرخانی کے مزار پر چلے کش ہوئے پھر ملتان میں تشریف لائے، اور یہاں پانچ برس قیام فرما کر ہندوستان کی زبان سنسکرت یا پراکرت سیکھی اور پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے اور یہاں حکیم جابر کا قصد فرمایا، اور ۶۶۶ھ یا ۶۶۷ھ سے وہاں مستقل توطن اختیار فرمایا اس وقت تک یہ مقامات پر تھوڑی راج کے قبضہ میں تھے مسلمان کشاوروں کے زیر نگیں نہیں آئے تھے، مگر ان مرکزی شہروں میں حضرت خواجہ کے فیض صحبت سے اسلام کی روشنی

پھیلی اور توحید اسلام کا نام لینے والوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی، خصوصاً حمیر میں ایک خلق کثیر حلقہ نجوش اسلام ہو گئی جن میں پرتھوی راج کے چند خاص شاہی عمال بھی تھے، جس کی وجہ سے حمیر کے ارباب حکومت میں سرایگی پھیلی اور عمال حکومت حضرت خواجہ کے درپے آزار ہوئے اور حمیر سے انھیں جلا وطن کرنا چاہا، دوسری طرف دھرم شاستر کے ماننے والے جوگیوں نے یوگا کی تپشیا اور تپتوں سے جو طاقت حاصل کی تھی اس کو حضرت حمیری کے خلاف استعمال کرتے رہے اور تصوف و سلوک کی ریاضت مجاہدہ اور یوگ کی تپشیا اور تپتوں سے چل کی ہوئی قوتوں میں جو مہر کہ آرائی ہوئی اس میں حضرت خواجہ حمیری کو کامرانی حاصل ہوئی اور جوگیوں کے زیر ہونے کے بعد ایک کثیر خلقت اسلام کی اغوش میں آگئی، اس اثنا میں سلطان شہاب الدین غوری نے ۱۱۹۲ھ میں پرتھوی راج کو شکست دے کر دھلی کی سلطنت کو قطب الدین ایبک کے سپرد کیا، اور احمیر کی ولایت پر سید وجیہ الدین شہدی مامور کئے گئے، جن کی صاحبزادی سے حضرت خواجہ کا عقد نکاح انجام پایا، اور یہ سلم حکمران خاندان بھی حضرت خواجہ کے عقیدت مندوں میں داخل ہو گیا اور حضرت خواجہ کے روحانی فیوض و برکات کے ساتھ سیاسی اقتدار سے اسلام کو اس دیار میں مزید تقویت حاصل ہوئی۔

حضرت خواجہ کا وجود گرامی ہندوستان میں روحانی فیوض و برکات کا ایسا مینار ثابت ہوا، جس سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں روشنی پہنچی اور لاکھوں بندگ خدا نے ہدایت حاصل، سلسلہ جنتیہ کا فیض حضرت والا ہی کے توسط سے پہلی مرتبہ ہندوستان میں عام ہوا، اور آج بھی اس کے انوار اقدس سے ہندوستان میں روحانیت کا نظام قائم اور ارباب بصیرت کے لیے اس کے حقہ حقیہ میں درخشانی موجود ہو، حضرت خواجہ ۶۲۶ھ یا ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ میں وصال بحق ہوئے، اور احمیر کی درگاہ ابھی زیارت گاہ خلافت ہو۔

حضرت خواجہ حمیری کی طرف تین کتابیں انیس الارواح، رسالہ در کسب نفس اور دلیل المعارضین منسوب ہیں، اول الذکر میں حضرت خواجہ عثمان ہادی

آرام شاہ ۶۰۷ھ آرام شاہ ایک کالے پالک بیٹا تھا، لاہور کے فوجی
افسروں نے ایک کی وفات کے بعد اس کی بادشاہی کا اعلان لاہور میں کیا، مگر
قسمت میں منصب کے لیے ایک دوسرے ترک فوجی شمس الدین لٹمش (لٹمش) کو منتخب
کر چکی تھی، وہ قطب الدین کا عزیز خادم اور داماد اور اقطاع بدایوں کا گورنر
تھا، دلی کے فوجی افسروں نے اس کو مدعو کر کے تخت پر بٹھادیا، آرام شاہ نے ۶۰۷ھ میں
دلی پر فوج کشی کی مگر وہ لڑائی میں مارا گیا اور اس ٹھہرے مہینے کے اندر اس کی حکمرانی
کا خاتمہ ہو گیا۔

شمس الدین لٹمش شمس الدین لٹمش ترکی قبیلہ البری کا خان زادہ تھا اس کا باپ
دلیل اس قبیلہ کا ایک بڑا سردار تھا، اور لٹمش سے غیر معمولی
محبت رکھتا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے رشک و حسد سے اس کو ایک پردیسی
کے ہاتھ فروخت کر دیا جس سے بھارا کے جمال الدین حبیبت قبائے اس کو خریدی اور بیچنے
کے لیے غزنی کے بازار میں لایا، وہ خوش رو ترک بچہ تھا۔ جمال الدین نے گراں قیمت چاہی
شہاب الدین غوری نے اس کی خریداری کی ممانعت کر دی، پھر تیسرے سال ایک کما جاز
وی کہ وہ غزنین کے حدود سے باہر جا کر اس کو خرید سکتا ہے، چنانچہ جمال الدین
اس کو دلی میں لایا، یہیں وہ خرید آگیا۔ غزنی میں اس کے خریدے جانے کی ممانعت اور
دلی پر پابندی کے اثر و براری کے واقعہ کا پیش آنا گویا قدرت کو یہ اشارہ کرنا تھا کہ مستقبل
میں وہ غزنی سے جہ قطع رہے گا اور دلی ہی سے اس کو شرف توطن کا فخر حاصل ہوگا چنانچہ
اس نے ہندوستان میں اسلام کی تعلیم مساوات کے ہاتھوں ترقی کی اور ہندو حکومت پر بیٹھا۔
اس نے غیر معمولی مشکلات کے ساتھ زمام حکومت ہاتھ میں لی تھی، آرام شاہ کے
خاتمہ سے اس کی مشکلات کا خاتمہ نہیں ہوا، ایک کا حریف ناصر الدین قباچہ ابھی زندہ
تھا، اور خصوصاً ایک کی وفات کے بعد ہندوستان کے تاج و تخت کے لیے جو سلطان
شہاب الدین غوری کا ترکہ تھا، اپنے کو مستحق سمجھتا تھا، اس نے اپنی مملکت کو ملتان
بندھ، کراچ اور عسمریہ تک وسیع کر لیا تھا اور آرام شاہ کے بعد اس نے لاہور

پر بھی قبضہ کر لیا تھا، اسی طرح ایک کا دو، اسی طرح تاج الدین یلڈ نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھا، اور ایک کے بعد دلی کے تخت کا دعویدار بنا اور آگے بڑھ کر پنجاب کے کچھ حصے پر قبضہ کر لیا، دوسری طرف بنگال میں علی مردان خاں نے بختیار خلی کے قتل کے بعد سلطان علاء الدین کے لقب سے اپنی بادشاہی کا اعلان اور اپنا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا تھا، اسی طرح راجپوتوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جالور اور رنتھمبور وغیرہ اہم قلعوں کو قبضہ میں لے لیا تھا اور خود پایہ تخت دلی بھی انتمش کے مخالفوں سے خالی نہ تھا۔ آرام شاہ کے حمایتی افسروں کی سازشوں کا جاں پہاں پھیلا ہوا تھا۔

انتمش نے اپنے حریفوں اور مخالفین پر جامانی نگاہ ڈالی، اور بڑی دہشمندی اور حکمت عملی سے راہ عمل طے کی، اس نے سب سے پہلے مغربی سرحد سے یک سوئی حاصل کرنے کے لیے تاج الدین یلڈ کی طرف دست مصاحمت بڑھایا اور یلڈ کو سلطان کر کے تباہی پر فوج کشی کی، اور ۱۲۱۶ء میں لاہور کو اس سے چھین لیا، اس طرح اپنے حدود حکومت مغرب میں شوالک پہاڑی اور شرق میں بنارس تک رکھے اور ان کے انتظام میں مصروف ہو گیا، اس کے بعد جب مغربی سرحد پر خوارزمیوں نے اس کے حریف یلڈ کو پسپا کیا اور وہ لاہور آکر پناہ گزین ہو گیا اور ملتان میں ٹھہر گیا اور کمرام تک اس کے اثرات پھیلے اس موقع پر اس نے تلج الدین کے قصہ کو پاک کر لینا چاہا، چنانچہ اس پر فوج کشی کی اور اس کو گرفتار کر کے بدایوں کے قلعہ میں قید کر دیا، جہاں اس نے اپنے دشمنوں کو دانات پائی اس کے بعد تباہی نے پھر لاہور پر قبضہ کر لیا، اور انتمش کی فوج نے اس کو بھی زیر کر کے اس سے پنجاب کو خالی کر لیا، اور ۱۲۱۶ء میں یلڈ نے انتمش کا گورنر پنجاہ میں مقرر ہو سکا، اس کے بعد ملک کے گوشہ گوشہ میں اس کی فتوحات اور اثر و نفوذ کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا گیا، چنانچہ اس نے مشرق میں بنارس سے آگے بڑھ کر اڑیسہ کے راجہ جاجننگھ پر فوج کشی کی، اور ان کو باج گزار بنایا، پھر ۱۲۱۶ء میں بنارس

کی سمت گیا، جہاں علی مردان خان کے بعد حاکم الدین عوض لقب بہ سلطان غیاث الدین اپنا سکہ و خطبہ جاری کئے تھا، وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا، نذر پیش کر کے اطاعت کی تمنا کی۔ اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین محمود کو بنگال کا گورنر بنایا، اور صوبہ بہار کو علیحدہ کر کے ملک عز الدین کے سپرد کیا، غیاث الدین نے التمش کی دہلی کے بعد سر اٹھایا تو ملک عز الدین نے ۶۳۱ھ میں فوج کشی کر کے اس کا خاتمہ کیا، ناصر الدین محمود نے ۶۳۶ھ میں وفات پائی، تو التمش لغزیت کے نام سے دوبارہ مشرقی بنگال گیا، اور ۶۳۶ھ میں علاء الدین خان کو یہاں کی حکومت تفویض کی، مشرقی صوبوں سے سیکوئی حاصل کر کے وہ مشرقی راج پوتانہ کی طرف متوجہ ہوا، چنانچہ ۶۳۳ھ میں قلعہ رنتھمبور اور پتھور سر ہونے پچھم مغربی راج پوتانہ میں قلعہ منڈور ۶۳۴ھ میں فتح ہوا، اس کے بعد ۶۳۵ھ میں سندھ پر حملہ آور ہوا اور نہ صرف اوجھ قبضہ میں آیا، بلکہ ناصر الدین قباچہ نے سپاہ ہو کر دریا میں کود کر جان دے دی اور پورا علاقہ سندھ پہلی مرتبہ دہلی سلطنت کے ماتحت آگیا، اس طرح کوہستان سلیمان سے کوہستان کھاسی (آسام) تک اور ہمالہ سے بندھیا چل تک وسیع رقبہ مرکزی سلطنت دہلی کی عمل داری میں آگیا، اسی طرح اس نے ۶۳۶ھ میں گوالیار اور ۶۳۱ھ میں مالوہ اور قلعہ بھیلیا پر اور ۶۳۲ھ میں جہین پر اقتدار حاصل کیا اس طرح سلطنت دہلی کے جنوبی حدود دریائے نرہدا تک وسیع ہو گئے۔

غیاث التمش بن بٹان میں ایک عظیم تر سلطنت کا بانی بنا اس زمانہ کی رسم کے مطابق اس کے نام میں رستہ کیا کہ شہنشاہی کا پردہ اندر بار خلافت بغداد سے بھی آگیا، گویا رستمیت سے منسوب نہ ہو، بلکہ سلطنت مغربی سے اس کے جداگانہ وجود کی مزید تصدیق ہوئی۔

التمش نے ۶۳۶ھ میں وفات پائی اور قطب صاحب کی مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا

اخلاق و عادات | التمش نیک خور اور عدل پرورد تھا، انصاف کے لیے خاص دربار میں مظلوموں کی فریاد سنتا فریادوں کو رنگین کپڑے پہن کر دوبارہ میں آنے کی ہڈ آیت تھی۔ رشتہ کی نامانی حادثوں کے لیے زنجیر شکنائی گئی تھی کہ اس کو اطلاع

دی جاسکے، وہ صاحب علم و فضل اور علماء و ماہرین فن کا قدردان اور دیندار متحد
گزار اور صاحب زہد و ورع تھا، اور صلحائے امت کی خدمت میں حاضر رہنے کو سعادت
کو نین سمجھتا تھا۔

التمش کا عہد حکومت | التمش کے طویل دور حکمرانی میں ہندوستان کی سلطنت کے
خوابین شمسہ

کے خاندان کا امتیازی وقار قائم ہو گیا، لوگ و خوابین اس کے جاں نثار بن گئے، یہاں تک
کہ ۲۹ء میں "خوابین شمسہ" کے نام سے ایک جماعت کا تاسیس عمل میں آئی جس کو زمانہ حال

کی اصطلاح میں دارالامرا کہا جاسکتا ہے، لیکن اس کے اختیارات دارالامرا سے زیادہ وسیع
بلکہ موجودہ زمانہ کے لیمیلیٹر کے ایوان عام کے اختیارات کے مانند تھے اقتدار اعلیٰ جو التمش
کے ہاتھوں میں تھا، اس کے استعمال کا حق رفتہ رفتہ اسی مجلس "خوابین شمسہ" کے ہاتھوں
میں آ گیا تھا، التمش کے بعد یہی نو تین سلاطین کے عزل و نصب کے مختار بن گئے، وہ سلاطین
کے انتخاب میں التمش کے خاندان یا اس کے مولیٰ رازدار کردہ غلام اس کے انتساب کا لحاظ رکھتے
تھے، اور اسی مناسبت سے بعض مورخین نے ان خوابین شمسہ کے قائم کئے ہوئے سلاطین
شمسہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

وزرا | اس عہد کے متنازع اہل علم منصب وزارت پر مامور کئے گئے تھے۔ وزارت

عظمیٰ کے منصب پر نظام الملک توام الدین محمد بن ابوسعید جنیدی سرفراز تھے جن کے سامنے
خلیفہ بغداد کا قدردان وزارت بھی رہ چکا تھا، وہ ۶۰ء میں منصب وزارت پر سرفراز اور
التمش کے پورے دور حکومت میں اس منصب پر مامور رہا، اس کے بعد اس نے رکن الدین
فیروز شاہ کی حمایت کی اور اس کے خاتمہ کے بعد وہ بھی سیاست سے کنارہ کش ہو گیا، اسی طرح
مولانا تاج الدین دہلوی صاحب دیوان رسائل (نچارج سکریٹری) تھے جنہیں مولوں
پر قصائد بھی لکھے ہیں، بہار الملک تاج الدین حسن بن احمد شمسری المتذکر ۶۳۰ء۔

جو سلطان ناصر الدین قباچہ کے وزرا میں تھا، اس کے زوال کے بعد التمش کے دیا من
دولت سے وابستہ ہوا، وہ اپنے دور کے متنازع اہل علم میں شمار کیا جاتا تھا، رکن الدین فیروز شاہ

کے دور میں وزارت کے منصب پر مامور کیا گیا، اسی طرح عین الملک فخر الدین حسین بن احمد اشعری سلطان ناصر الدین قباچہ کے دربار میں ^{۶۱۲ھ} ۱۲۲۸ء سے ^{۶۱۵ھ} ۱۲۲۸ء تک منصب وزارت پر فائز رہا اس کی موت کے بعد وہ بھی آتش کے دامن دولت سے وابستہ ہوا اس نے اس کو رکن الدین فیروز شاہ کا اتالیق مقرر کیا اور اس کے عہد میں وزارت کے منصب پر مامور رہا۔

شیخ الاسلام | اس عہد میں شیخ الاسلامی کے منصب پر مولانا جلال الدین سرخراز تھے، ان کی وزارت کے بعد مولانا نجم الدین صغریٰ سرخراز آئے گئے پھر آگے چل کر اپنے بعض اعمال کی بنا پر سلطان کے عتاب میں آئے اور حضرت بہار الدین زکریا ملتانی کو یہ منصب پیش کیا گیا۔

قضاۃ | آتش کے عہد کے ممتاز قضاۃ میں قاضی سعد الدین کردری، قاضی حمید الدین ناگوری، قاضی نصیر الدین معروف بہ کاسہ لبس، قاضی جلال الدین قاضی کبیر الدین اور قاضی قطب الدین کاشانی متوفی ^{۶۳۳ھ} ۱۲۳۵ء وغیرہ تھے علماء و فضلاء | اس دور کے ممتاز علماء و فضلاء میں ارباب مسند درس و باکمال اساتذہ میں مولانا شرف الدین ابوقاسم حسینی دہلی، جن کے حلقہ درس میں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری بھی رہ چکے تھے، شیخ علی بن حامد کوئی شیخ فخر الدین عمید ٹوٹکی جن کے بہترین نقاد بھی آتش کی شان میں ہیں اور ملا جلال الدین وغیرہ تھے، اسی طرح اس عہد کے ممتاز ارباب علم میں محمد بن محمد عوفی کا نام شہرت عام رکھتا ہے، اس نے اپنی مشہور کتاب باب الالباب، ناصر الدین قباچہ کے عہد میں وزیر عین الملک کے لیے تصنیف کی، جو گبیموریل کی طرف سے عبد الوہاب قرظ دینی کی تصحیح و تفسیر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ پھر اس نے آتش کے دربار میں پہنچ کر وزیر نظام الملک جنبیدی کے نام اپنی دوسری مشہور کتاب جو اربع الحکایات و لؤلؤ مع الودائع معنون کی، اس کے دیباچہ میں آتش اور نظام الملک کے نام سے انتساب کرنے کا ذکر آیا ہے۔

ملہ اگرچہ اصل فارسی نثر ہے لیکن یہاں نہیں ہو، مگر کثرت سے نسخے موجود ہیں (بقیہ جلد ۱۴۳ء)

اسی طرح عونی نے قاضی تنوخی متوفی ۳۳۵ھ کی الفرج بعد الشدة کو عربی سے فارسی میں منتقل کیا ہے۔

شعراء التمش کے عہد کے ممتاز شعراء ہاؤالدولہ علی بن احمد جاجی کو قلیاڑ چال تھا، وہ صاحب سیف امراء میں سے تھا، جاج نگر کا قلعہ فتح کیا تھا، آگے چل کر التمش نے اس کو بدایوں کا امیر داد و بخشش مقرر کر دیا تھا۔

مشائخ اس عہد کے اکابر مشائخ طریقت میں سے حضرت مخدوم خواجہ عبد قطب الدین بختیار کاکی متوفی ۳۳۶ھ سے التمش کو غیر معمولی عقیدت تھی، التمش کے پورے دور میں حضرت کے وجود و گرامی سے روحانی فیوض و برکات کا حشر پھریا، اود شہسپت مستقی سے پورا ہندوستان سرشار رہا۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی مادراء انہر کے قصبہ اوش میں پیدا ہوئے ڈیڑھ سال کی عمر میں سایہ پدری سر سے اٹھ گیا، والدہ کے دہن تربیت میں پرورش پائی، پانچ سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل کئے گئے، شیخ ابو حفص اوشی سے علوم کی تحصیل کی اور ۱۰ سال کی عمر میں حضرت خواجہ عبد معین الدین چشتی سے دست بیعت ہوئے اور اس عہد کے اکابر مشائخ حضرت شیخ اشعور شہاب الدین سہروردی، شیخ اوحمد الدین کرمانی شیخ برہان الدین چشتی، اور شیخ محمود صفہانی کے روبرو حضرت خواجہ معین الدین نے انہیں اپنا فرقہ خلافت عطا فرمایا، کچھ دنوں کے بعد جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہندستان تشریف لائے تو انہوں نے بھی شوق دیدار میں ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ پہلی منزل لٹمان میں قرار پائی۔ یہاں حضرت بہار الدین زکریا ملتانی کا حلقہ صحبت قائم تھا، حضرت جلال الدین تبریزی بھی ان دنوں یہیں تشریف فرما تھے، حضرت قطب الدین

(تذکرہ جلد ۱ ص ۱۴۲) ڈاکٹر نظام الدین نے اس پر اپنی تحقیق لکھ کر جو گم ہو رہی کی طرف سے چھپ چکی ہو اور وہی متن کی جدیدہ حکایتوں کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں افغان ترقی اور دو کا طر سے اختر شہرانی نے علم سے منتقل ہو کر چھپ چکا ہے، فارسی متن کا ایک نسخہ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں بھی موجود ہو، سلطان مراد کے حکم پر بیجا کر کشف الغلوں میں ذکر کیا ہو ابن عرب شاہ متوفی ۷۴۰ھ نے اس کو ترکی زبان میں منتقل کیا، پھر سنائی متوفی ۷۹۰ھ سلطان محمد غیاث کے لیے اور علی بن جلال الدین متوفی ۸۰۰ھ سلطان بایزید کے لیے ترجمہ کرتے تھے، نیز محمد بن احمد شہرستانی نے اس کا کتاب تیار کیا۔

بھی کچھ دنوں یہاں قیام فرما رہے، پھر دہلی تشریف لائے۔ حضرت خواجہ جمیری نے انہیں دہلی ہی میں قیام رکھنے کا حکم عطا فرمایا، اور یہاں ان کے فیوض و برکات کا سرشتیہ جاری ہو گیا، خود سلطان اتمش کو ان سے غیر معمولی عقیدت پیدا ہو گئی، اس نے ہفتہ میں دو مرتبہ حضرت کی خدمت میں جاضری دینا اپنا معمول بنالیا، اور ان کے فیض صحبت سے بہرہ اندوز ہوتا رہا، حضرت کی طرف سلطان اتمش کے غیر معمولی رجحان کو دیکھ کر اس عہد کے شیخ الاسلام نجم الدین صفری کو ان سے شکوہ پیدا ہوا۔ حضرت خواجہ جمیریؒ دو مرتبہ اس عہد میں دہلی تشریف لائے اور جب مولانا نجم الدین صفری نے حضرت خواجہ جمیری سے حضرت قطب الدین کا شکوہ کیا اور حضرت نے انہیں دہلی سے روانہ ہونے کا حکم فرمایا، تو سارا ذاتی فرط عقیدت سے حضرت کے نقش قدم کی خاک پاک کو اٹھا اٹھا کر سڑوں پر رکھنے لگا، حضرت خواجہ نے اہل دلی کی عقیدت دیکھ کر یہیں قیام رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ ایک دلی یعنی شیخ الاسلام نجم الدین صفری کو خوش کرنے کے لیے اتنے دلوں کو دکھایا نہیں جاسکتا، حضرت خواجہ جمیری کے اس فیصلہ سے سلطان اتمش کو بھی سکون خاطر حاصل ہوا، دہلی میں خلق خدا پروردگار ان کے گرد اکٹھا ہوئی اس کی مثال اس سے پہلے نہیں گزری تھی۔ حضرت پروردگار کا کیف طاری ہوتا تھا، وفات کا سانحہ بھی اسی سلسلہ میں پیش آیا، قوال ایک غزل گارہا تھا اس شعر پہ پہنچا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگہ بہت
تو حضرت پروردگار ہی ہوا، تین دن تک یہ کیفیت جاری رہی، قوال بھی شعر کو دہراتا رہا، یہاں تک کہ وہ صبح بچت ہوئے۔

حضرت کی طرف دو کتا بھی منسوب ہیں ایک تو ان کا فارسی دیوان ہے، دوسری فرائد السالکین کے نام سے ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو ان کے خلیفہ حضرت بابا فخر الدین گنج شکر نے جمع کیا ہے۔

شیخ نور الدین مبارک بن عبد اللہ حسینی غزنوی، سلطان شہاب الدین غوری

کے وقت سے صاحب منزلت مشائخ میں سے تھے۔ غزنی میں پیدا ہوئے اور اپنے ماموں شیخ عبدالواحد بن شہاب احمد غزنوی سے تحصیل کی، پھر بغداد کا سفر کیا حضرت سہروردی سے فیض حاصل کیا، سلطان شہاب الدین غوری اپنی لڑائیوں میں جانے سے پہلے ان سے دعا کا طالب ہوتا تھا، اس نے شیخ الاسلامی کے منصب پر انھیں سفر فرما دیا، یہ غزنی میں مقیم تھے، پھر ہندوستان تشریف لے آئے۔ سلطان لٹمس ان کی غیر معمولی تعلیم کرتا۔ صدر مجلس میں بٹھاتا، دست بوسی کرتا اور اپنی مہموں میں ان سے دعاؤں کا طالب ہوتا تھا۔ ۶۳۳ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ اور حوض تھمی سے مشرق میں قدیم دہلی میں مدفون ہوئے (۲۰۲)

اس دور کے ممتاز مشائخ میں حضرت بہار الدین ذکریا ملتانی کا درجہ بہت بلند ہے وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے ہم عصر تھے، ۶۱۵ھ میں ملتان کے نواح میں پیدا ہوئے، عالم اسلامی میں علوم دین اور تصوف کے جو اہم مرکز تھے، وہاں تحصیل کسب فرمایا اور ملتان میں اقامت اختیار فرمائی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اور ہندوستان میں سہروردی سلسلہ کے بانیوں میں سے تھے ان کے فیض سے علم حدیث علم طریقت کی روشنی پھیلی، خصوصاً سندھ و ملتان کا علاقہ ان کے فیوض و برکات سے مالا مال تھا۔ اگرچہ ان کا تیسام ناصر الدین قباچہ کے حدود حکومت میں تھا اور قباچہ و لٹمس میں دیرینہ اختلاف قائم تھا، یہ لٹمس کو حق پر تصور کرتے تھے اور ایک موقع پر جب قباچہ نے ایک سازش کا جال بھیلایا اور لٹمس کو نقصان پہنچنے کا خطرہ پیدا ہوا تو حضرت قاضی شرف الدین اصفہانی نے لٹمس کو خط لکھ کر دینی فرض تصور کیا مگر وہ مکتوب پکڑ لیا گیا اور قباچہ نے خطاب کے لیے دوبارہ انھیں اور قاضی شرف الدین اصفہانی کو بلوایا اور مکتوب کو قاضی اصفہانی کے ہاتھ میں دے کر جو اب طلب کیا، وہ خاموش رہی، قباچہ نے انی لمحہ جلا سے انھیں ترغیب کر دیا، پھر حضرت بہار الدین ذکر باکی طرف متوجہ ہوا اور ان کے ہاتھ میں مکتوب کو رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا "میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہی اور صبح لکھا ہی" یہ جواب سننے ہی قباچہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور عزت و احترام سے انھیں رخصت کر دیا۔ ان کے بعد جب شیخ الکلام

نجم الدین صغریٰ نے حضرت جلال الدین تبریزی پر سازش کر کے زنا کی تہمت لگائی تو سلطان قمش نے ملک کے علماء و صلحا کی ایک مجلس منعقد کی، حضرت بہار الدین زکریا بھی اس میں تشریف لائے اور وہی اس مقدمہ کی سماعت کے لیے حکم بنائے گئے، جب حضرت تبریزی مجلس میں تشریف لائے تو حضرت زکریا ملتانی نے اُٹھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کی جوتیاں ہاتھ میں اٹھائیں یہ کیفیت دیکھ کر مطربہ پر ایک عالم طاری ہوا اور اس نے سازش کا پورا واقعہ مجلس میں بیان کر دیا۔ مولانا نجم الدین صغریٰ محاجات سے بیہوش ہو گئے، سلطان نے اُن کو شیخ الاسلام کے منصب سے برطرف کر دیا۔ اور حضرت بہار الدین زکریا سے اس منصب کے قبول کرنے کی استدعا کی جس کو انھوں نے قبول فرمایا۔ حضرت ۶۲۶ھ میں دہلی میں ہوئے۔ حضرت سید محمد بن علی حسینی بلگرامی، مردم خیر قصبہ بلگرام کے دیلم خاندان کے مورث اعلیٰ بھی اسی دور میں گزرے ہیں وہ صاحب سیف شائع میں سے تھے اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مرید تھے ۱۱۱۶ھ میں بلگرام آئے اور اس علاقہ کو فتح کیا ۶۲۷ھ میں یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ سلطان قمش نے جاگیر عطا کی ۶۲۸ھ میں وصال فرمایا شیخ محمد بن محمد زکامانی، خواجہ عثمان ہاردنی کے خلفاء میں سے تھے، ہندوستان میں تشریف لا کر نارنول میں اقامت اختیار فرمائی ایک خلق کثیران کے ہاتھ پر ہلاک لائی، ۶۳۲ھ میں وصال فرمایا (۲۲۰)

اسی طرح حضرت قاضی حمید الدین محمد بن عطاء ناگوری کا شمار بھی باکمال مشائخ طریقت میں ہے، ان کے والد حضرت عطاء سلطان شہاب الدین کی معیت میں دہلی تشریف لائے، حضرت قاضی حمید الدین ناگوری المتوفی ۶۳۳ھ میں پہلے ناگور کی قضاوت پر سفر اڑے ہوئے، پھر بغداد پہنچ کر حضرت سہروردی سے بیعت کی، اور واپس آ کر حضرت خواجہ حمیرا کی بارگاہ سے فیض اٹھایا اور قمش کے دور میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی معیت میں دہلی میں مستقل سکونت اختیار کی اور خلق خدا کو فیض یاب فرمایا، کتاب اللوائح اور کتاب طوابع الثموس ان کی یادگار ہیں اسی طرح ابن عہد کے باکمال مشائخ طریقت ہیں شیخ علی بن احمد بن مؤدودی

ہیں، جن کے ذریعہ حضرت خواجہ اجیری کے واسطے کے بغیر وہ اکیلا دوسرا سلسلہ خشتیہ ہو جو ہندوستان میں جاری ہوا، اسی طرح شیخ سلیمان بن عبداللہ عباسی متوفی ۶۵۹ھ جو شہاب الدین سہروردی اور شیخ فرید الدین عطار کے صحبت یافتہ تھے اور شیخ عزیز الدین لاہوری متوفی ۶۱۲ھ اور شیخ صلاح الدین حسن بھٹلی متوفی ۶۲۳ھ اس دور کے ممتاز اکابر تھے۔

ان بزرگوں کا یہ فیض کرم تھا کہ یہ دو تقویٰ، خدا ترسی اور عبادت و ریاضت کے لیے ایسا موزوں قرار پا گیا تھا کہ سلطان دقت التمش بھی اس ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اور یہ شاید عام نگاہوں میں نہ ہو، کہ جس طرح سلاطین کی صف میں وہ امتیاز رکھتا ہو اور اس کے عہد کے سیاسی حالات، سیاسی تاریخوں میں تلبند کئے گئے ہیں۔ اسی طرح اولیائے کرم کے تذکروں میں بھی ان کے پہلو بہ پہلو اس کا نام جس عقیدت کے ساتھ لکھا گیا ہو کہ وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مرید اور ان کا صحبت یافتہ تھا اور اس کی اس جامعیت کا تذکرہ مؤرخین نے اس انداز میں کیا ہے۔

”ظاہر میں گو بادشاہ تھے، محمد بن فقیر تھا، ان کا قاعدہ تھا کہ کم کھاتے کم سوتے،

تمام شب بیدار رہتے اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور دھوکروں کو تکلیف نہ دیتے، رات

کو ڈول رسی پٹنگ کے نیچے رکھتے، کہ نماز تہجد کے ادا کرنے کے لیے جب انہیں توجہ دہانی پھرنا

کرنا کہ دوسرا بے آرام نہ ہو اور اس وقت گڈری اور ہوکھر شرم میں گشت کرتے۔ جس تکلیف

ہوتی اس کو دفع کرتے، علما اور علما کو بہت کچھ دیتے اور تعلیموں میں بھر پور پشیدہ ان کے

گھروں میں چھینک دیتے تھے۔“

۱۔ طبقات نصیری ص ۱۶۵ تا ۱۶۹، ۱۴۳، ۱۳۵، ۱۲۳، ۱۱۱، ۱۰۹، ۱۰۳، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰۔

سُلطان رکن الدین فیروز شاہ
شعبان ۶۳۳ھ - ۶۳۴ھ
اپریل ۱۲۳۵ھ - ۱۲۳۶ھ

لہتش نے اپنی زندگی میں اپنی جانشینی کے مسئلہ کو کسی قدر پیچیدہ بنا دیا تھا، عام اصول کے مطابق اس نے اپنے بیٹے فیروز کو امور مملکت میں حصہ لینے کے لیے آگے بڑھایا، ۶۳۵ھ - ۱۲۳۶ھ

میں اس کو بدایوں کے صوبہ کی گورنری دی مگر اس کے طور طریقے ایسے تھے، کہ وہ اس کی نظر میں اس کی جانشینی کے لائق قرار نہ پاسکا۔

رضیہ کی جانشینی کا پس منظر | اس لیے اس نے ایک دوسرے موقع پر فیروز کی موجودگی میں گوالیار کی مہم پر جاتے ہوئے اپنی بیٹی

رضیہ کو دہلی کی زمام حکومت سپرد کی اور وہیں آکر وزیر اعظم تاج الملک محمود سے کہا کہ وہ رضیہ کی ولیعهدی کا اعلان کر دے، اگرچہ ترکوں میں نامور حکمران غوثا تین گز پر چکی تھیں، مگر ہندوستان کی روایات کا لحاظ کر کے ترک افسروں نے دہلی زبان سے اس تجویز سے اختلاف کیا مگر لہتش نے یہ کہہ کر انھیں خاموش کر دیا کہ اس کے بیٹے فیروز میں سلطنت کا باگراں سنبھالنے کی صلاحیت نہیں انھیں خود تجربہ ہو جائے گا کہ رضیہ بڑی دانشمندی اور تدبیر سے اس منصب کی اہل ثابت ہوگی چنانچہ ۶۳۹ھ میں اس کی ولیعهدی کا اعلان ہو گیا اور اس کے نام کا سکہ بھی اس کی زندگی میں جاری کر دیا گیا، اور فیروز کو عین الملک محمود کی نگرانی میں جس نے رضیہ کی ولیعهدی کی مخالفت کی تھی، لاہور کی صوبہ داری پر بھیج دیا، اور اس طرح گویا اس کو دار السلطنت سے دور کر کے پائے تخت کو آئندہ پیش آنے والے خطرہ سے بچایا گیا، مگر فیروز کی ماں ترکان خاتون بھی بڑی ہوش مند ملکہ تھی، وہ فیروز کے حق ولیعهدی سے مستبذ نہیں ہوئی اور ترک افسروں کو اپنا ہم نوا بنالیا۔

رکن الدین کی تخت نشینی | چنانچہ جب لہتش اس خوری مرتبہ لاہور سے واپس آیا تو فیروز کو اپنے ساتھ لیتا آیا، اس طرح اگرچہ اس کی ولیعهدی کا

اعلان نہ ہو سکا، مگر یہ سکہ گویا نئے سرے سے او باب حکومت کی ترجمہ کا مرکز بن گیا، اور

جب آتش نے وفات پائی تو ملکہ ترکان خاتون اپنے بیٹے کو ترک فہروں کی مدد سے دہلی کے تخت پر بٹھانے میں کامیاب ہو گئی اور اس کا لقب رکن الدین قرار پایا۔

رکن الدین جیسا کہ آتش کو خطرہ تھا تخت پر بیٹھتے ہی کاروبار سلطنت سے غافل ہو کر عیش و طرب میں مشغول ہو گیا، شاہی خزانے کو بید روی سے برباد کرنے لگا، ترکان خاتون نے سلطنت کی زمام گویا اپنے ہاتھ میں لے لی، سوکھوں کو ہلاک کرایا، ایک سو تیلے بیٹے کی آنکھ میں سلاکی پھردالی اور ملک میں اہتر کا شروع ہوئی۔ سلطان رکن الدین کا چھوٹا بھائی غیاث الدین محمد اور وہ کاحاکم تھا، اس نے اطاعت سے انکار کیا، لکنہوتی سے اپنے والے شاہی خزانہ کو اور وہیں روک لیا، اسی طرح بدایوں، لاہور، ملتان اور قلعہ

بافنی کے محصورہ ادوں کی باہمی مرسلت سے رکن الدین کی مخالفت کرنے کا فیصلہ کیا گیا، سلطان رکن الدین ان خود رسول کو سزا دینے کے لیے دہلی سے نکلا ان گورنروں کی فوج مقابلہ کے لیے آئی، اس آیت میں خود رکن الدین کی فوج کے افسر چند ممتاز ساتھیوں کو قتل کر کے دہلی لوٹ آئے، اب رضیہ نے اپنے لیے فضا ساز کار و کجی، وہ شجاعت سے مظلوموں کا لباس پہن کر جامع مسجد میں آئی، آتش کی مہربانیاں یاد دلایں اور کہا کہ وہ بھائی کے قصاص کے لیے اٹھی ہے ایک بھائی نے اس کے دوسرے بھائی کو مار ڈالا ہے، نقصان رکن الدین کے خلاف ہو چکی تھی، آتش کا رضیہ کو دلچسپ بنانا لوگوں کو یاد آیا اور فہروں نے یہ کہہ کر کہ اگر یہ بھائیوں سے ہشتر ثابت ہوئی، تو تاج تخت کی یہ مالک رہے گی اس کو سخت پیش کر کے تاجدار بنا دیا، ترکان خاتون کو گھر تار کر کے قید کر دیا گیا۔ رکن الدین نے یہ حالات سن کر دہلی کا رخ کیا تو سلطانہ رضیہ نے پیش قدمی کر کے اس کو شکست دی اور گھر تار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا، رکن الدین فیروز صہت ۶ ہجری ۶۸۵ء کو دہلی حکمران رہا اور ہندوستان میں پہلی مسلمان خاتون صاحب تخت و تاج بنی۔

لے فرشتہ ج ۱ ص ۶۸ نروج و سلاطین عسائی ص ۱۲۶، ۱۲۷، طبقات مصری ص ۱۸۵، ۱۸۶

ظفر الدار ج ۲ ص ۷۰ تا ۷۲ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۲۵ فتوح ابن مسلم بعد ابن اثیر ص ۱۶

۱۱۰ تا تاریخ ہندوستان ذکر اشد ج ۱ ص ۴۲، ۴۳، ۴۴۔

سلطانہ رضیہ | سلطانہ رضیہ نے مردانہ لباس پہن کر بے نقاب تخت سلطنت پر جاوس کیا اور تکیہ و ہوش مندی سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔
 ۶۳۴ھ ۱۲۳۶ء ۶۳۶ھ ۱۲۳۸ء
 لی سلطان رکن الدین کو شکست صوبائی گورنروں کے ہاتھوں ہوئی تھی، وہ بڑھتے ہوئے وہی تک چلے آئے، اب وہ سلطان کی نامزدگی کو اپنا حق تصور کرنے لگے اور وہ دربار دہلی کے امرا کی رائے سے اتفاق نہ کر سکے اس طرح ارباب سیف کے مستقل گروہ قائم ہو گئے۔ صوبہ داروں کے گروہ میں سے اور وہ کے حاکم نے رضیہ کی حمایت کرنا چاہی مگر وہ گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا، سلطانہ نے شہر سے نکل کر جہا کے کنارے خمیہ لگایا دوسری طرف ترک امرا بھی دو گروہ ہوں میں بٹ گئے۔ مگر رضیہ کے حسن تدبیر سے مخالفین کو شکست ہوئی، ان گورنروں میں سے اکثر مارے گئے اور کچھ روپوش ہو گئے، رضیہ نے پورا تسلط قائم کر کے حکومت کے نظم و نسق پر توجہ کی، مختلف صوبوں میں گورنر بھیجے اور لکھنوتی سے دیوبند و سندھ تک کا علاقہ اس کا مطیع و منقاد ہو گیا۔

رضیہ نے تین سال تک امن و امان کی حکمرانی کی، بعض قلعے جو پہلے سے قبضہ ہو چکے تھے وہاں ہم بھیج کر ان پر قبضہ کیا، وہ امور جہانگیری سے بخوبی واقف تھی مردانہ لباس میں باہر نکلتی، سوار ہو کر میدان جنگ میں جاتی، گھوڑے پر سوار ہوتی، عدالت و انصاف کے لیے بیٹھتی تو عادلانہ فیصلے کرتی، لیکن سہلائی ملکوتی عورتوں کی بادشاہی کا رواج نہ تھا، اس کے کئی بھائی بھی موجود تھے، اس کے خلاف شورش پیدا کرنے کے لیے بعض کوئی بہانہ چاہتے تھا اور باد میں ترک انہروں میں سے اس کا ایک مخالف گروہ جو اگرچہ کمزور ہو چکا تھا مگر پھر بھی موجود تھا۔ اس کے دربار میں رفتہ رفتہ ایک حبشی جمال الدین یاقوت کو اقتدار حاصل ہو گیا تھا، ترک ملک و امرا کو اس کا اقتدار ناگوار گزرا، وہ اگرچہ سلطنت کے سارے کام مردانہ شجاعت سے انجام دیتی تھی، مگر اس کی نوانیت بہر حال اس میں موجود تھی، اور اس کے مخالفین کے پاس اس کے خلاف بھڑکانے کے لیے یہ آسان حربہ موجود تھا، چنانچہ اندر اندر اس کے خلاف تحریک ہوئی، اور وہ ایک شورش بن کر اٹھی، یاقوت حبشی گرفتار کر کے قتل کیا گیا، اور رضیہ کو جب کہ وہ بھنڈہ پر فوج کشی میں مصروف تھی، خود اس کے

ہمراہیوں نے سازش سے مگر قمار کے بھٹندہ میں قید کر دیا اس نے بھٹندہ کے قلعہ دار سے شادی کر کے وہاں سے نکلے اور گھروں اور جاٹوں کی مدد سے دہلی پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی آخر دہلی کے اطراف میں ماہ ربیع الاول ۶۳۹ھ میں قتل کر دی گئی اس کو تین سال چند مہینے حکمرانی کا موقع مل سکا۔

معز الدین بہرام شاہ | اس وقت دہلی اور اس کے نواح میں سلطنت کے خلافت ساز باز کرنے میں سازش کرنے والوں کے کئی گروہ قائم ہو گئے تھے چنانچہ رضیہ کی مگر قمار کی بعد شمش کے بیٹے بہرام شاہ کی بادشاہی کا اعلان کیا گیا اس نے معز الدین لقب رکھا، ترک امرا اور ملک اپنی فوجیں لے کر پائیتخت میں اطاعت کا حلف لینے کے لیے آئے اور معز الدین نے اقتدار اعلیٰ کی کمان ان کے ہاتھوں میں دے دی اور ان کے رحم و کرم پر دہلی کے تخت کا مالک بنا، وزارت کی باگ دوامیروں اختیار الدین اور مہذب الدین کے ہاتھوں میں آ گئی۔ منوخر الذکر نے بہرام شاہ کے اقتدار کو ہاتھ سے نکلنے ہوئے دیکھ کر ان دونوں پر خفیہ حملہ کر دیا، اختیار الدین مارا گیا۔ مہذب الدین زخمی ہو کر بچ نکلا، ایک دوسرا ملک بدر الدین سنقر امیر و حاجب مقرر ہوا اس نے بھی اپنے حدود سے تجاوز کر کے ہور ملک کو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ کر لے لیا، اس کے بعد مختلف امرا سازشوں کا جال پھینکے میں مصروف رہی اور یکے بعد دیگرے منصب وزارت پر آئے، یہاں تک کہ ۶۳۹ھ میں جب شاہی لشکر مغلوں کے مقابلہ کے لیے جا رہا تھا، منصوبہ باندھنے والوں نے اس کو بادشاہ کے خلاف کر دیا، وہ دلی لوٹ آیا، اور شاہی محل کا محاصرہ کر لیا۔ صلح کی کوششیں ناکام رہیں اور بہرام شاہ ماہ شعبان میں مگر قمار اور ذوی قعدہ ۶۳۹ھ میں قتل کر دیا گیا۔ وزارت کے منصب پر نظام الملک ستونی بدستور مامور رہا۔

۱۔ تاریخ السلاطین ص ۱۲۷، طبقات نامہ ص ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵

سلطان علاء الدین مسعود | بہرام شاہ کے مخالفین میں ملک عز الدین بلین
 کشلو خاں کو امتیاز حاصل تھا، اس نے اپنی باوثق

$$\frac{639}{1231} - \frac{433}{1235}$$

 کا اعلان کیا، مگر دوسرے ترک ملک امرا نے شاہی خاندان ہی کے کسی رکن کو تخت
 نشینی کرنے کا فیصلہ کیا اور نظر انتخاب سلطان رکن الدین کے بیٹے مسعود پر پڑی اس
 کو قید خانہ سے نکال کر علاء الدین مسعود کے لقب تخت نشین کیا گیا، ملک کشلو خاں
 نے بھی کثرت رائے کی اطاعت کی، اور اپنے دعوے سے دستبردار ہو گیا اس طرح
 ترک امرا اور ملک کی جو مختلف پارٹیاں تھیں ان کی مشترکہ حکومت قائم ہوئی، اصل
 اقتدار ان ہی کے ہاتھوں میں رہا، ملک کشلو خاں کا اعزاز جسے زیادہ کیا گیا، اور اس
 کو حمیر، مانڈو، اور ناگور کے اقطاع کی حکومت سپرد کی گئی، اسی طرح مختلف ممتاز
 ملک مختلف صوبوں کے حاکم بنائے گئے، اور حکومت کی اصل باگ و زادت کے ہاتھ
 میں رہی جس میں وزارت و نیابت کے عہدوں پر مختلف پارٹیوں کے نمائندے مقرر
 تھے، اس طرح سیدار مدبر امرا کے ہاتھوں حکومت کا نظم و نسق جنوبی سے سنبھل کر قائم
 ہو گیا۔

بلین کا اقتدار | کچھ دنوں کے بعد مرکزی حکومت کے وزراء میں رد و بدل
 ہوا۔ وزارت عظمیٰ کا قلمدان غیاث الدین بلین کے ہاتھوں میں آیا اس نے فوج
 کی نئی تنظیم کی، اور اب طاقت کا حشر سپہ اس کے ہاتھوں میں آ گیا، اور مرکزی
 حکومت کی پوری صورت حال بدل گئی، اس نے اپنی پارٹی کے معتبر لوگوں کو مختلف
 منصوبوں پر مامور کیا اور مخالف طاقتوں کی سازشوں اور حزب بندی کے شاخاؤں
 کو ختم کرنے کے لیے راہ چوتوں اور خلوں کے خلاف اپنی فوجی مہیں شروع کیں
 اور حکومت کی ساری توجہ اسی طرف لگا دی، رفتہ رفتہ ترک امرا و ملک کی قوت ٹوٹ
 گئی، یہاں تک کہ بلین خلوں کے حملہ کو کامیابی سے روک کر واپس آیا۔ تو شاہی فوج
 سلطان علاء الدین مسعود کے خلاف ہو گئی، اور سپہ سالار اس کو معزول کر کے
 اس کے چچا ناصر الدین محمود کو جو صوبہ بہرائچ کا گورنر تھا، بلا کر تخت پر بٹھادیا گیا

سلطان علاء الدین کی معزولی کا سبب تلاش کرنے میں اس کی عقل و فراست و اخلاق کو داغدار کیا گیا ہو، مگر یہ بیان منہاج سرماج صاحب طبقات ناصری کا ہے، جو بلین کے عہد میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور تھا اور اس کے علمبردار ہونے کے بعد علمبردار کیا گیا۔ اور برسر اقتدار آنے کے بعد نئے سرے سے اس عہدے پر سرفراز کیا گیا تھا، پھر یہ سمجھنا کہ چار سال تک سلامت روی سے حکمرانی کرتا رہا اور پھر ایسے زمانہ میں کہ اس کے عہد میں مغلوں کو نمایاں شکست ہوئی پھر اس کی روش میں اچانک ایسی تبدیلی آگئی کہ اس کی معزولی ضروری قرار پائی، بادر کرنا عقل سے بعید ہی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں امراء کی کش مکش جس طرح جاری تھی، اس میں ایسے حکمران کا صاحب تاج تخت رہنا جو دوسرے امراء کے زیر اثر فرمان روائی کر چکا ہو بلین کے کامل اقتدار کے لیے موزوں نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔ اس لیے بلین نے ایک نئے تاجدار کی ضرورت محسوس کی اور وہ ناصر الدین محمود کے ذریعہ سے پوری ہوئی۔

علاء الدین محمود کا عہد حکومت | سلطان علاء الدین محمود لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور اخلاق سے پیش آتا تھا، عدل و انصاف اور دودش میں شہرت حاصل تھی، وزیر اعظم نظام الملک ستونی ^{۶۴۳ھ} میں قتل کیا گیا تو سلطان محمود نے صدر الملک نجم الدین ابوبکر کو اس منصب پر مامور کیا جو اس کے آخر دور حکومت تک اس خدمت پر مامور رہا۔

سلطان ناصر الدین محمود | ناصر الدین محمود نے بلین کو حجابت عظمیٰ کے منصب پر برقرار رکھا اور "انغ خاں" کے خطاب سے

سرفراز کیا، اور حکومت کا اقتدار سچوں کا توں بلین کے ہاتھوں میں رہا، اس نے ^{۶۴۹ھ} میں سلطان کی بہن سے شادی کر لی جس سے اس کے اعزاز میں مزید ترقی ہوئی اور اس نے نائب ملک کے عہدہ پر اپنے بھائی کشلو خاں کو مامور کیا اور اسی طرح مختلف عہدوں پر اور منصبوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیے، ترک امراء بلین کی حکمت عملیوں سے

غافل نہ تھے، وہ بھی اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے، ان دنوں ایک نئی قوت
 عماد الدین ریکانی کی سرکردگی میں ابھری، یہ ہندوستانی مسلمان تھے۔ ترکوں نے اس قدیم
 ہندی تو مسلم افسر کے ذریعہ سے جو پہلے بلبن کے معتمدین میں سے تھا۔ اس کے خلاف
 مورچہ لگایا، اور سلطان ناصر الدین محمود نے ایک دن اپنا نک ^{۶۵۱} بلبن میں بلبن
 کے حجابت کے عہدہ سے معزول ہونے اور عماد الدین ریکانی کے مقرر کیے جانے
 کا فرمان نافذ کیا، اور بلبن کو اس کی جاگیر قلعہ ہانسی میں چلے جانے کا حکم صادر
 ہو گیا، ریکانی نے برسرِ اقتدار آتے ہی اہم منصبوں سے بلبن کے آدمیوں کو معزول
 کر کے اپنے آدمی مقرر کیے، اور اپنا اقتدار قائم کرنے میں مصروف ہو گیا۔

لیکن بلبن نے باپ کی تخت سے نکل کر اپنی حکمت عملی سے ان ترک افسروں کو اپنا ہم نوا
 بنایا، جو مختلف صوبوں کے حاکم تھے، اور ان کا متحدہ لشکر کو بیج کر کے دلی آیا، اور
 سلطان کو اپنی اطاعت کا یقین دلا کر عماد الدین ریکانی کو معزول کرنے کا مطالبہ
 پیش کیا، چنانچہ سلطان نے فوجی طاقت کے آگے سپردالی، عماد الدین ریکانی کو معزول
 کر کے بلبن کو نئے سرے سے حاجب مقرر کیا اور ریکانی کو پہلے بدایوں پھر بہرائچ
 بھیج دیا گیا، بلبن نے رمضان ^{۶۵۲} میں وزارت عظمیٰ کا قلمدان نئے سرے
 سے سنبھال لیا۔

پھر آگے چل کر سلطان ناصر الدین محمود نے بلبن کو اپنا نائب مقرر کیا اور کہا میں
 تجھے اپنا نائب بناتا ہوں، اور امور سلطنت سونپتا ہوں، کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ کل خدا
 کے حضور میں مجھے اور تجھے دونوں کو شرمندہ ہونا پڑے بلبن نے اپنے پرانے آدمیوں
 کو دوبارہ مقرر کر دیا، چنانچہ صدر الملک نجم الدین پھر وزارت کے منصب پر آگئے ^{۶۵۵} اور
 تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

اب سلطان شاہی محل میں شاہانہ شان و شکست سے بیٹھ چکا تھا اور لوگوں کی نگاہوں
 سے اسی طرح ادب و تعظیم ہو گیا، جیسے کہ اندلس میں خلیفہ ہشام اموی کو منصور عماری نے شاہی
 محل میں بٹھادیا تھا، یہاں تک کہ دلی کے ایک تاجر نے سلطان کی خدمت میں بار بار یہ

کے لیے کثیر دولت نچا اور کرنا چاہی، مگر اس کو حضورؐ کی کاشتوف دل سکھا، بلین سلطنت کے سیاہ و سپید کا اندس کے حاجب المنصور عامری کی طرح مالک تھا، اس لیے سلطان محمود کی حکمرانی کا زمانہ اگرچہ میں سال تک رہا مگر اس عہد کی سیاسیات کی پوری تاریخ گویا بلین ہی کی حکمرانی کی تاریخ ہے۔

لیکن اہل اہل کی پارٹی بندی کا سلسلہ پھر بھی ختم نہیں ہوسکا، ۶۵۶ھ تک کا زمانہ بناتوں کے فرو کرنے میں گزرا، احمد الدین ریکھلی نے بھی بغاوت کی اور قتل کیا گیا۔ اسی طرح مرکز میں سیاسی مچل سے فائدہ اٹھا کر حاکم بنگال طغرل طغان خاں نے گویا اپنی خود مختاری قائم کر لی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر ریڈا ماناک پور اور اودھ کے بعض علاقہ پر قبضہ کر لیا یہ گویا مرکزی حکومت کے لیے اس کی طرف سے ایک مستقل چیلنج تھا، بلین نے اودھ کے گورنر تمر خاں کو اشارہ کیا بعد ایسے موقع سے کہ اڑیسہ کی غیر مسلم ریاست جاج نگر سے طغان خاں شکست کھا کر واپس جا رہا تھا کہ تمر خاں ۶۵۶ھ میں پاریہ تخت لکھنؤ میں داخل ہو گیا، پھر ۶۵۷ھ میں تمر خاں اور طغان خاں کی وفات کے بعد ازبک خاں نے خود مختاری کا اعلان کیا۔ یہاں تک کہ ۶۵۹ھ میں اورسلان خاں حاکم کڑانے اچانک حملہ آور ہو کر بنگال پر قبضہ کر لیا، اسی طرح اودھ، سندھ، پنجاب میں مقامی حالات پیش آتے گئے، بلین نے دوبارہ قلمدان وزارت سنبھال کر ان سب صوبوں کی سیاسیات پر عبور حاصل کیا اور یکے بعد دیگر اپنا اقتدار قائم کیا۔

اسی طرح ۶۳۳ھ سے ۶۶۳ھ تک کے زمانے میں مختلف غیر مسلم طاقتوں نے جاج نگر، بہار وغیرہ میں اپنی سطوت قائم رکھی اور اس کو ترقی دینے کی کوشش کی بہار میں مسلمان حکمرانوں کے اثرات شاہ آباد، پٹنہ، مونگیر اور بھاگل پور وغیرہ میں قائم ہوئے تھے لیکن جنوبی بہار میں بودھ گھیا، رہتاس، گڑھ وغیرہ کا وسیع علاقہ غیر مسلم حکمرانوں کے قبضہ میں تھا اور موقع پا کر ان کی تاختیں مسلم علاقوں پر جاری تھیں۔ چنانچہ تاج الدین سنجر کربت خاں بہار میں مارا گیا، لیکن بلین کے

زمانہ تک ۶۶۳ھ میں بارہ بار دوبارہ مسلمانوں کے اقتدار میں آگیا تھا۔ اور غیر مسلم طاقتیں کمزور پڑ گئیں اور گویا بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا، چنانچہ ۶۶۸ھ میں گیا کے ایہی صنف کی سنسکرت تصنیف میں بلبن کا نام حکمران کی حیثیت سے آیا ہے۔ تیرھویں صدی میں گیا کو دوسرے مذہبی مقاموں کی طرح ترکوں کے اقتدار سے نکالنے کی کوشش کی گئی، مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ ترکی حاکمیت کے اقتدار اعلیٰ کو یہاں کے وہ راجہ بھی قبول کرنے پر مجبور ہوئے جو خود مختاری سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے، اسی طرح ریوا، کانجیر وغیرہ میں راجپوتوں نے سر اٹھایا، مگر وہ بھی کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ کر سکے اگرچہ بندیل کھنڈ اور بعض جنوبی قلعوں پر ان کا قبضہ ۶۵۲ھ سے ۶۷۹ھ تک برقرار رہا۔ اسی طرح گوالیار، تردا، مالوہ، گجرات، مارواڑ وغیرہ کے بعض علاقوں پھر اودھ میں تونج و تارولی وغیرہ میں خود مختار حکومتیں ایک مختصر مدت کے لیے قائم ہوئیں بلبن نے ان مسلم و غیر مسلم ابھرنے والی طاقتوں کو اپنی نیابت کے زمانہ میں یا آگے چل کر اپنی بادشاہی کے زمانہ میں زیر کر لیا، اس طرح بلبن اپنے دور کا ایک کامیاب حکمران تھا۔

سلطان ناصر الدین محمود نے ۱۲ جمادی الاولیٰ ۶۶۳ھ میں وفات پائی، اس کی کوئی اولاد ذر نہ تھی، کہ جانشینی کا دعویٰ کرتی، ترک امرار التمش کے زمانے سے جس طرح جانشینی کا فیصلہ کرتے آئے تھے، اسی اصول کے مطابق بلبن نے اپنے کو مستحق سمجھا، اختیارات تو اس کے ہاتھ میں تھے ہی، اس نے بادشاہ کی وفات کے بعد تاج پوشی کی رسم بھی انجام دے لی،

بلبن سلطان غیاث الدین کے لقب سے تخت پر متمکن ہوا تھا، وہ اسی ترکی قبیلہ البری کا ایک فرد تھا، جس سے سلطان التمش کا نسلی تعلق تھا، قسمت نے اسے راجہاں اندین کے ہاتھوں ۶۶۳ھ میں التمش کے ور بار میں پہنچا دیا تھا، ابتدائی خدمت کے بعد رضیہ کے عہد میں امیر فکار بنا، رفتہ رفتہ ترقی کر کے

نائب سلطنت قرار پایا، وہ اگرچہ اس خاندان کا خاتمہ ساز غلام تھا مگر ہم نسل ہونے کی وجہ سے شمس خاندان سے اس رشتہ داری آسانی سے قائم ہو گئی، اور اپنی زندگی کے مختلف دوروں میں آگے بڑھتا ہوا تختِ دہلی کا مالک بنا، جس نے نائب سلطنت کی داغ بیل ڈالی تھی، اور یہ بلین ہی کے حصہ میں تھا، کہ وہ اس کا نوادی بن گیا اور ترقی کے عروج پر پہنچا۔

اس نے تخت نشینی کے بعد سلطنت کے دقار کو قائم کرنے کے لیے سب سے پہلے فوج کو نئے سرے سے منظم کیا، علیٰ عہدوں اور منصبوں میں اپنی پسند کے آدمیوں میں ردوبدل کیا، پایہ تخت کے قریب کے ان جنگلوں کو جہاں سرکش کمین گاہیں بناتے ہیں، صاف کیا، پایہ تخت کے نظم سے فارغ ہو کر وہ دواہ اور اودھ میں آیا، اور سارے علاقہ کو کئی فوجی کمان میں تقسیم کیا، اسی طرح اس نے مختلف دوسرے مقاموں میں جنگلوں سے گزر کر سرکس نکالیں، اور پھر متوقع سے سرکشوں کو سزا میں بھی دیا ان حفظہ ماتقدم کی تدابیر سے ملک میں امن و امان پیدا ہوا، اور لوگ زندگی کے مختلف کاموں کا شکار بنی اور صنعت و حرفت وغیرہ میں امن و سکون سے لگ گئے۔

اس کے ساتھ اس نے اپنی حکومت کی داخلی حکمت عملی میں بھی نمایاں تبدیلی کی، اس نے سوچا کہ جب تک مغل غزنی پر قابض ہیں اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی طاقت ان میں موجود ہے، اس وقت تک ہندوستان کے چھوٹے بڑے جو بھی اس وقت تک خود مختار رہیں۔ انہیں زیر کرنا اور ان سے لڑائی مول لینا صحیح نہ ہوگا، اس لیے صرف اس علاقہ کو اپنے زیر حکومت رکھا، جو پنجاب سے لکھنؤ آتی تک اس کے قبضہ میں موجود تھا۔

بنگال کی بغاوت سلطان علاء الدین کے زمانہ میں بنگال میں طغنا خاں کے بعد ملک قرا بیگ تیمور خاں پھر ۶۵۵ھ میں ملک جلال الدین پھر ۶۵۶ھ میں بنگال خاں اور اس کی وفات کے بعد تاتا رخاں یہاں کے والی کیے بعد دیگرے ہوئے، بلین نے

اپنے دور حکومت کے آغاز میں اس کو برقرار رکھا پھر ۶۶۵ھ اور ۶۶۳ھ میں اس کو گوری میں اس کو مرکز کی خدمات کے لیے بلا لیا، اور اپنے ایک غلام طغرل خاں کو یہاں کی گوری

سپر کی اس نے قوت بہم پہنچا کر جارج ٹیگر پر فوج کشی کر کے بے شمار دولت حاصل کی اس اثنا میں ملتان پر مغلوں کے حملے شروع ہو گئے، پھر سلطان کی علالت کی خبر موت کی افواہ میں بدل کر شہور ہو گئی، ادھر مرہٹوں کی حکومت نے ہندوستان کے خود مختار حکمرانوں سے چھیڑ چھاڑ جاری نہ رکھنے کا بھی فیصلہ کیا تھا، اس سبب سے طغرل خاں میں خود مختاری کا حوصلہ پیدا ہوا، اس نے سلطان غیاث الدین کے لقب سے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا سلطان غیاث الدین کے لیے یہ اطلاع غیر متوقع تھی اس نے اودھ کے گورنر محمد امین کو فوج کشی کا حکم دیا، اس نے شکست کھائی، تو ملک ترمینی کو مامور کیا، اس کو بھی ہزیمت ہوئی اور کچھ لوگ طغرل سے مل گئے تو سلطان اپنی سیرانہ سالی کا خیال نہ کر کے خود مکر بہت چست کر کے اٹھ کھڑا ہوا، دو لاکھ فوج اس کے ہمرکاب ہوئی، سخت سے سخت بارش میں بھی سفر جاری رکھا، لکھنؤ کی قریب پہنچا تو طغرل خان فرار ہو گیا سلطان نے کہا جب تک طغرل خاں کی گوفاری عمل میں نہ آجائے وہ واپس نہ ہو گا۔ اس پاس کے غیر مسلم جاگیرداروں نے بھی اس کی تلاش میں مدد دی، اتفاق سے سلطان فوج کے ایک ہرادل دستہ نے اچانک طغرل کو دیکھ لیا اور وہ فرار ہوا، تو تیر کا نشانہ لگا کر گرا یا اور سر کاٹ کر سلطان کے پاس لے آیا، سلطان نے لکھنؤ کی کسے بازار میں دو روپے سو لیاں نصب کر آئیں اور باغی سرداروں اور طغرل کا ساتھ دینے والوں کو منظر عام پر سولی پر لٹکایا، پھر لکھنؤ کی ولایت اپنے بیٹے بفر خاں محمود کو سپرد کی اور وصیت کی کہ وہ دہلی کے بادشاہ کا ہمیشہ تابع فرمان رہے، چاہے بادشاہ دہلی کو کوئی بیگانہ ہو یا اس کا رشتہ دار، کیونکہ لکھنؤ کی کا ملک کتنے ہی فاصلہ پر ہو وہ دہلی کے مصنافات میں ہمیشہ داخل رہے گا اس کے بعد دہلی واپس چلا گیا۔

اسی زمانہ میں شاہزادہ محمد ملتان سے آیا تو اس کی ولیعهدی کا اعلان کیا، اور پھر اس کو مغلوں کی خبر رکھنے کے لیے سرحد پر واپس کر دیا، کیونکہ سرحد کی حفاظت اہم ترین مسائل میں سے تھی اس لیے کہ مغل اس وقت ایشیا پر چھائے تھے، بڑی بڑی اسلامی سلطنتوں کو تباہ و برباد کر چکے تھے، ہندوستان کی سمت بھی وہ آئے، مگر ترکوں

کی آبدار تلواری نے ان کا منہ موڑ دیا۔ ہندستان کی سرزمین کو منگولوں کی پامالی سے بچانے میں بلین کے اہم خدمات تھے،

منگولوں کا تعلق ہندستان سے | جس زمانہ میں ہندستان میں سلطان قلیش

کا ستارہ اقبال عروج پر تھا، وسط ایشیا کے میدانوں کا خانہ بدوش قبیلہ منگول جنگیز خاں کی سالاری میں اٹھا، اور خوارزمی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ۶۱۵ھ میں خوارزم کا بادشاہ جلال الدین بھاگ کر دریائے سندھ کے کنارے آیا۔ ۱۲۱۱ھ جنگیز خاں سے یہاں حرمک ہوا، پھر وہ شکست کھا کر وہلی میں پناہ گزین ہو گیا، پھر ملتان اور اچھے سے گزرتے ہوئے ہندستان سے نکل گیا، اس کے بعد مغلوں کی مستقل یورش کا سلسلہ جاری ہوا۔

۶۳۹ھ میں وہ لاہور تک آ گئے اور اس کو تباہ کیا، اس طرح ان میں پنجاب کی ملکیت کا دعویٰ پیدا ہو گیا، وہ اپنے حملے کرتے رہے، چنانچہ ۶۵۵ھ میں بلین نے ملتان کو ان کے حملے سے بچالیا، اور باوجودیکہ یہ خوشخوار قوم سارے ایشیا میں تہلکہ مچائے تھی مگر ہندستان کی

سلطنت کو بلین کے مضبوط ہاتھوں میں دیکھ کر ہلا کو خاں کو اس کی طرف دوسری کا ہاتھ

بڑھانا پڑا، چنانچہ ۶۵۷ھ میں اس کے سفیر ہندستان میں آئے، بلین نے ان کا ایسے

تیزک و احتشام سے استقبال کیا، کہ منگولوں کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں، اگرچہ اس وقت نہ

سفارت کا کوئی پائدار اثر نہیں نکلا، مگر انھیں اس کا حوصلہ نہ ہو سکا کہ وہ وہلی کے تخت پر

بھی نگاہ ڈال سکیں، باایں ہمہ وہ پنجاب دعویٰ سے دست بردار نہیں ہوئے اور اس پر شدت

حملے کرتے رہے، غیاث الدین بلین نے شاہزادہ محمد کو مقابلہ کے لیے متنبہ کر دیا تھا، وہ

۶۶۳ھ میں جب کہ سندھ و ملتان کا امیر تھا، مغلوں سے ایک لڑائی میں کام آ گیا، باایں ہمہ

ہندوستانی لشکر نے مغلوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ فتنہ اگرچہ کچھ دنوں کے لیے

دب گیا، مگر پنجاب میں اس کی خچکاری کسی نہ کسی طرح سلگتی رہی،

وفات اور جانشینی | سلطان غیاث الدین کے لیے اس نوجوان بیٹے کی جس کی ولایت

کا اعلان بھی کر چکا تھا، موت کا حادثہ ایسا سخت تھا کہ وہ برداشت نہ کر سکا، اور وہ اس

کے لیے جان لیوا ناہنت ہوا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ مرض موت میں مبتلا ہوا، بقرا خاں

باپ کی عیادت کے لیے، سلطان نے بغرا خاں کو اپنا جانشین بنانا چاہا مگر وہ بنگال کی پرامن سلطنت پر دہلی کے تخت کو ترجیح نہ دے سکا، غیاث الدین کو اس کا افسوس ہوا، اور اس نے مقتول شاہزادہ محمد کے بیٹے کبچھر دکی دیو جی کا اعلان کیا، مگر غیاث الدین کی وفات کے بعد وزیر ار کے اشارے سے کبچھر دیا یہ تخت سے ملتان چلا گیا، اور بغرا خاں کے بیٹے معز الدین کی قیاد کو تخت پر بٹھایا گیا۔

معز الدین کی قیاد ۶۸۵ھ - ۶۸۸ھ
کی قیاد ۶۸۸ھ - ۶۸۹ھ
کیا، معز الدین اس کا لقب رکھا کیا

اس کی تخت نشینی بعض امرا کی سازشوں سے عمل میں آئی تھی، انہی نے کبچھر دکیو فریب دے کر سندھ کی طرف بھگا دیا اور اپنے اثر و اقتدار کے لیے اس نو عمر کو تخت نشین کیا دوسرے مقتدر امرا ملین کی وصیت کے پورے نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مخالف رہے، مگر سلطنت کا کوئی دعوے دار موجود نہ تھا، اس لیے سب نے جبر و اکراہ سے اطاعت کر لی۔

کی قیاد دین امرا کے ہاتھوں تخت سلطنت پر بٹھایا، وہ قدرتی طور پر صاحب اقتدار ہو گئے اور مختلف عہدوں میں رد و بدل ہوا، یوں تو وزارت و نیابت سب ہی عہدوں پر مختلف لوگ مامور کئے گئے، مگر اصل طاقت ملک الامراء و فخر الدین کو توال کے داماد ملک نظام الدین کے ہاتھوں میں آ گئی، جو داد بگی کے عہدہ پر مامور تھا اس نے سلطان کا اعتماد حاصل کر لیا، اور پوری طرح اس کو قابو میں کر لیا اس کی بیوی شاہی محل میں بیوی بیوی گئی اور سلطان کی منہ بولی ماں بن کر اندرون خانہ کے انتظام کو ہاتھ میں لے لیا، رفتہ رفتہ اس کو خود صاحب تخت و تاج ہو جانے کا خیال پیدا ہو گیا، ملک فخر الدین کو توال نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا مگر وہ اپنی دھن میں لگا رہا، سلطان کو عیش و عشرت کی راہ پر لگا دیا، اور

۱۔ تہذیب نامہ، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱

ایسی صورتیں اختیار کیں، کہ انقلاب سلطنت کا موقع ہاتھ آ سکے،
اس سلسلہ میں اس کو کنخیر دی طرف سے کھٹکا تھا، اس نے سلطان کو کھجا کر اس کے
قتل کرانے کا حکم جاری کر دیا، چنانچہ کنخیر کو دہلی آنے کی دعوت دی گئی اور راہ میں اس
کو فریب سے قتل کر دیا۔

بغرا خاں اور کیتباد کی ملاقات | بغرا خاں نے بنگال میں دار السلطنت کے
حالات سن کر اپنے بیٹے کی بے راہ روی سے
خاندان سے سلطنت کے نکلنے کا خطرہ محسوس کر کے بیٹے کو نصیحت آمیز خطوط بھیجے
مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا، تو ملاقات کا قصد کیا لیکن چونکہ اس نے بنگال میں سلطان ناصر الدین
کا لقب اختیار کر کے اپنے نام کا خطبہ دسکہ جاری کر دیا تھا۔ اور ملک نظام الدین
نے کنخیر کو راہ سے ہٹانے کے بعد بغرا خاں کے نصفہ کو بھی پاک کرنا چاہا، اس لیے
کیتباد کو یہ سمجھا دینا آسان ہوا کہ وہ اگرچہ باپ ہی، مگر سلطنت کی راہ میں باپ
بیٹے کا رشتہ نہیں ہوتا اس نے اپنے نام کا خطبہ دسکہ جاری کر کے ایک قسم کی بغاوت
کی ہی اور اب دلی کے تخت کی بھوس اس کے دل میں پیدا ہوئی ہو، کیتباد کے دل
میں خطرات پیدا ہو گئے، اس لیے اس نے اٹھائے راہ میں اودھ میں سرحد کے
کنارے ملاقات کا مقام مقرر کیا اور نظام الدین کے مشورہ سے لشکر بھی ساتھ لے
گیا، بغرا خاں کو یہ حالات معلوم ہوئے، تو وہ بھی فوجی طاقت کے ساتھ روانہ ہوا
اور سرحد کے دونوں کناروں پر باپ بیٹے کے فوجی پُر اوڑ پڑ گئے نظام الدین کو شش
کرتار ہا کہ کسی طرح ان دونوں میں جنگ چھڑ جائے اور ملاقات کے لیے بے دریغ شش
عائد کر آئیں بغرا تندر اور ہوش مندی سے کام لے کر سب شش طین منظور کرتا گیا، اس طرح
اس نے کہا میں سلطان بلبن کا پسر ہوں، اور دہلی کے تخت کا میں حق دار تھا، مگر وہ میرے

دقیقہ حاشیہ ص ۲۶ فیروز شاہی، برنی ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۵، ۲۵، قرآن السید بن خورشید ص ۱۱۸ ریاضی ہلالین

ص ۷۳ تا ۷۷، نوڈیشن آف مسلم رول ان انڈیا ص ۱۲۰ تا ۱۳۲، ۱۵۱ تا ۱۵۴، پوسٹر کا آف اڑیہ ہنزہ

ج ص ۲۳، گیارہ طیر ص ۲۸، ذوقہ الخواطر ص ۲۱۹، ۱۲۳

بیٹے کے قدموں کے نیچے آگیا ہو، اور وہ میرے باپ کی جگہ بیٹھا ہو، دہلی کے تخت کی عزت سلاطین دیا رکرتے آئے ہیں، میں بھی اس کا احترام ملحوظ رکھوں گا، اور ایسی ہی حاضری دوں گا جیسے شہنشاہ کے دربار میں پہنچا جاتا ہو، بغرا خاں کی اس تحریر کے بعد ملک نظام الدین کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ حیدر جوی سے کام لے کر ان دونوں کی ملاقات کو مزید "معوض التوا میں ڈال سکتا، چنانچہ "شہنشاہ کے دربار میں بنگال کے ایسے حاکم" کو جو اپنے نام کا سکے و خطبہ بھی جاری کرنے کی جرأت کر چکا تھا، حاضری کی اجازت عطا ہوئی اور وہ دربارے سر جو کو عبور کر کے شاہی شہر میں حاضری دینے کے لیے گیا اور دربار میں پہنچ کر اپنی اسی حیثیت کو ملحوظ رکھ کر شاہی مراسم ادا کرنا اور حسب دستور زمین پوس ہوتا آہستہ خرامی سے سلطان کے روبرو بڑھتا گیا، اُدھر "نگاہ روبرو سلطان جہاں پناہ" کی صداچہ بدارنے لگائی، اور "کھنٹی کے گناہ گار کو امان" کی آواز بھی بلند کی گئی، بغرا خاں تخت کے سامنے پہونچ کر مودب کھڑا ہو گیا، اور کعبادشاہانہ جاہ و مہکنت سے تخت پر منگن رہا، بغرا خان اس نظارہ کی تاب زیادہ دیر تک نہ لاسکا، اور وہیں بھوٹ بھوٹ کر رونے لگا، اب بیٹے کے لیے بھی اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا دشوار ہو گیا، تخت سے اتر اور لپک کر باپ کے قدموں پر سر رکھ دیا، باپ نے اٹھا کر گلے سے لگایا، اور دونوں دل بھر کر روئے، اور اس منظر سے سائے و بارہوں پر رقت و گریہ طاری ہو گیا،

اس کے بعد مختلف نشستوں میں باپ نے بیٹے کو نصیحتیں کیں، اور سلطنت کے نشیب و فراز سمجھانے اور اخلاق اور دیں داری کے درس کی تلقین کی، اس کی نصیحتوں کو موغبین نے قلم بند کیا ہو، ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کو ساتھ بلا کر بھی سلطنت کے متعلق مختلف باتیں سمجھائیں، پھر علیحدہ طریقہ سے نظام الدین کو ہوشیار رہنے کی تلقین کی، بغرا خاں کو بیٹے سے ولی تعلق تھا، وہ سلطنت کے شیرازہ کے بھی قائم رکھنے کا خواہش مند تھا، مگر حالات و قرآن سے اس کو اندازہ ہو چکا تھا کہ دہلی کا تخت اس کے خاندان سے بکھٹنا ہو، اس نے وہی کے بعد اپنے رفیقوں سے کہا۔

یہ سہرے سخت جگہ سے میری آخری ملاقات ہو ، وہاں ہی کے رقت آمیز منظر کا نقشہ بھی مورخین نے کھینچا ہو ، کیتھارڈا پ کی نصیحتوں سے کسی قدر متاثر ہوا ، سفر کی وہاں ہی میں چند منزلوں تک اس نے شراب نہیں پی ، عیش و عشرت کی زندگی بھی ترک کر دی ، گرناک نظام الدین نے حسین عورتوں کے جھرمٹ کو پیش کر کے آخر کھجور اس نے اس کو اسی اہ پر لگا دیا ،

ملک نظام الدین کا زوال لیکن نظام الدین کے متعلق بفرخاں نے اس سے جو کچھ لکھا تھا ، وہ اس کے دل نشین ہو چکا تھا ، دہلی پہنچنے کے کچھ دنوں کے بعد اس کو باپ کی بات یاد آئی ، اس نے نظام الدین کو کچھسرو کی جگہ ملتان کی گورنری پر جانے کو کہا وہ اصل مقصد سمجھ گیا ، اور حیلہ جوئی سے دہلی ہی میں ٹھہرا رہا ، کیتھارڈا نے زہر دلو کر اس کا کام تمام کر دیا ، اس کے بعد ایک خطی امیر ملک فیروز کو اس نے حجابت کے عہدہ پر مامور کیا ، اگرچہ اس کی عادتیں جو بگڑ چکی تھیں وہ درست نہیں ہوئیں ، رفتہ رفتہ ملک فیروز خطی کے اقتدار میں اضافہ ہوتا گیا ، اس کے ساتھ کیتھارڈا کی خیر محتاط زندگی سے اس کی صحت بھی بگڑ چکی تھی ، وہ دعتہ تقوٰ اور فالج میں مبتلا ہوا ، اور نقل و حرکت سے بھی معذور ہو گیا ،

نئے تاجدار کا سوال اب دربار کے امراء کے سامنے دہلی کے آئندہ تاج دار کا سوال تھا ، وہ پھر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ، ایک طرف ملک فیروز کی سیادت میں خطی تھے ، یہ ہار پور میں چلے آئے ، دوسرا گروہ ملک ایتیم سرخا کی سرکردگی میں ترکوں کا تھا ، وہ کیتھارڈا کے سہ سالہ بچے کیو مرث کو شاہی محل سے نکال کر چوترا ناصری کے میدان میں چلے آئے ، اور ان دونوں گروہوں میں اقتدار اعلیٰ کو ہاتھ میں لینے کے لیے کش مکش شروع ہو گئی ،

سلسلہ لڑن کیو مرث ملک ایتیم سرخا نے کیو مرث کی تاج پوشی کی رسم انجام دی ، اور شمس الدین لقب دیا ، تین مہینے کے بعد خطیوں نے ترکوں کا محاصرہ کر کے کیو مرث کو پھینک دیا

۶۸۸ھ - ۶۸۹ھ
۱۲۹۰ - ۱۲۸۹

ملک ایتھر سرخا مارا گیا، سرکشوں نے کیتباؤ کو جو مردہ حال بستر پر پڑا سسکیاں لے رہا تھا، بے دردی سے پٹیا، پھر بستر سیمت اٹھا کر جینا کی لہروں کے سپرد کر دیا،

اب ہلی میں بلبن کے خاندان کا کوئی وارث موجود نہیں تھا، طاقت فلیجیوں کے ہاتھ میں آچکی تھی، چنانچہ انھوں نے غلجی سردار ملک فیروز کو سلطان جلال الدین خلجی کے نام و لقب سے تخت نشین کیا اور ملوک سلاطین دہلی کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

علم و فضل کی ترقی رکن الدین فیروز شاہ کے عہد ۶۳۲ھ سے معز الدین کیتباؤ کے زمانہ کے خاتمہ ۶۹۹ھ کی نصف صدی اکابر و اعیان سے اوپر مدت میں بہت سے ممتاز علماء و صوفیہ گذرے جن

کے روشن کارنامے یہاں کے تمدن کے مختلف شعبوں کو ترقی دینے میں انجام پائے، ان میں سے بہت سے ایسے ممتاز اعیان ہیں، جن کے درخشاں خدمات کا سلسلہ خطیہ سلطانہ صفیہ کے عہد سے بلبن کے زمانہ تک کسی نہ کسی حیثیت سے جاری رہا، یہ اساتذ فن اپنے اپنے مستقر پر بیٹھے تھے، اور اپنی جگہ خود ایک مستقل درس گاہ تھے، سلاطین کے دور میں مستقل مدرسے بھی جاری رہے، جن میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم جاری تھی اس دور میں ملک کی علمی و تعلیمی ترقی کا خاص سبب یہ تھا، کہ خود سلاطین کو علم و فضل سے دلی لگاؤ قائم تھا، چنانچہ سلطان اہم تش کے بعد جو سلاطین تخت دہلی پر آئے، ان میں بیشتر خود صاحب علم و فضل تھے، علماء و صلیحا کی قدر کرتے تھے اور علوم و فنون کی ترقی میں حصہ لیتے رہے، نیران میں سے بیشتر سلاطین دیندار تھے، صلیحا و مشائخ کا احترام کرتے تھے اور ان کے ذریعہ رشد و ہدایت کی جو خدمت جاری تھی، اس میں مان ہوتے، چنانچہ سلطان ناصر الدین محمود کے متعلق مورخین کہتے ہیں، ہر سال قرآن مجید کے دو نسخے لکھا کرتا، عبادت و ریاضت میں وقت گزارتا تھا۔ سلطان غیاث الدین اپنے دور کا بہترین حکمران تھا، علما و فضلاء اور صلیحائے امت و مشائخ کا قدردان و دوست تھا

۱۔ نظریات اسلامیہ ص ۲ ص ۴۳۸ تا ۴۵۲، تاریخ فیروز شاہ ص ۲۶ تا ۱۴۳، ۱۱۰ تا ۱۲۰، قرآن مجید ص ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷

شیخ برہان بلی، شیخ سراج الدین سجری اور شیخ نجم الدین ترقی وغیرہ کی مجلسوں اور حلقہ درس میں جانے اور علمی فیوض سے بہرہ اندوز ہونے کا وقت بھی نکالتا تھا، اس کی اس علمی و کچپی سے اس عہد میں علما و فضلاء کی منزلت بڑھی اور علوم کی اشاعت کے مواقع پیدا ہوئے، اس کے زمانے کو ”نجیر الاغصان“ کہا گیا ہی، اس دور میں بڑے بڑے اکابر صلحائے امت و مشائخ موجود تھے، اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کو وہ اپنی سعادت تصور کرتا تھا۔

نیرشہا خاں زادہ کے دوسرے ارکان بھی علم و فضل و صلاح و تقویٰ کے قدردان تھے، سلطان غیاث الدین نے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد کلا علی تعلیم و تربیت سے آہستہ کیا تھا، وہ علوم و فنون اور علما و صلحا کا قدردان تھا، امیر خسرو اور امیر حسین اس کے دامن دولت سے وابستہ تھے، ان کے علمی کمالات اسی دور میں نمایاں ہو چکے تھے، اس نے شیخ سعدی شیرازی کو دو مرتبہ کثیر عطایا بھیج کر ملتان آنے کی دعوت دی کہ وہ ان کے لیے خانقاہ تعمیر کرائے گا اور جاگیریں وقف کرے گا، مگر شیخ نے ہر مرتبہ اپنی پیرائہ سالی کی وجہ سے معذوری ظاہر کی، فن و تشا و شعریں بھی اس کو کابل مہلت حاصل تھی، امیر خسرو نے اس کا پرورد مرثیہ لکھا ہی جو اہل علم میں شہرت رکھتا ہے۔ سلطان غیاث الدین کا بھتیجا امیر علاؤ الدین محمد بن کشی خاں دہلوی علم و فضل کی قدردانی میں اپنے دور میں بے مثال سمجھا جاتا تھا اس کی داد و تحسین کی شہرت سن کر عراق، عرب، مصر، شام، و تارسے لوگ اس کے در دولت پہ آتے اور کامران پہنچ جاتے تھے۔

سلطان غیاث الدین کا دوسرا بیٹا ناصر الدین محمود معروف ب بفر خاں بھی علم و فضل کی قدردانی میں شہرت رکھتا تھا، ناصر الدین محمود اور عز الدین کیتاباد کی تاریخی ملاقات جو دریا کے کنارے ہوئی تھی، امیر خسرو کا ترانہ السعدین اسی کا آئینہ دار ہے بفر خاں نے ۷۹۹ھ میں وفات پائی اس دور کے حسب ذیل ممتاز عمال، فضلاء

علماء و ادباء شرفیہ، اور رباب خیر و صلاح خاص طور پر لائق ذکر ہیں۔

قضاۃ و صدر جہاں | صدر جہاں یا قاضی مالیک کے عہدہ پر ملک کے نامور عالم امور کے جاتے تھے، چنانچہ طبقات ناصری کے مشہور مصنف قاضی ابو عمر عثمان بن محمد جوزجانی معروف بہ منہاج سراج اس منصب پر ۶۵۳ھ تک مختلف زمانوں میں مقرر رہے، منہاج کا تعلق دہلی کی سلطنت سے آتش کے زمانہ میں پیدا ہوا، وہ ۵۸۹ھ میں پیدا ہوئے، تحصیل علوم کے بعد ۶۲۴ھ میں اچھے آئے، ناصر الدین قباجہ نے مدرسہ فیروزہ میں درس و تدریس اور اس کے لڑکے بہرام شاہ نے قضا و سرکار کے منصب پر مامور کیا، ۶۲۵ھ میں سلطان آتش نے گوالیار کے امور شرعیہ کا حاکم، قاضی خطیب اور امام مقرر کیا، ۶۳۵ھ تک یہاں خدمت انجام دیتے رہے، سلطانہ ضیہ کے زمانہ میں وہ دلی آئے تو سلطانہ نے مدرسہ ناصریہ دہلی کے اوقات کا دلی مقرر کیا اور گوالیار کی قضا و سرکار کا منصب بیکسر قائم رہا، پھر بہرام شاہ نے دار السلطنت دہلی کا قاضی مقرر کیا، ۶۳۹ھ تک وہ اس خدمت پر مامور رہے، مسعود شاہ کے زمانہ میں وہ دہلی سے لکھنؤ آئے، طغرل طغان نے عزت و احترام سے جگہ دی دو سال کے بعد پھر دہلی واپس آئے اور ۶۴۳ھ میں بلبن نائب سلطنت نے گوالیار کی قضا و سرکار و خطابت پر دوبارہ مامور کیا، پھر اسی سال مدرسہ ناصریہ دہلی کا سابق عہدہ بھی انھیں مل گیا، پھر ۶۵۲ھ میں صدر جہاں کے منصب پر مامور کئے گئے۔

ان کی تصنیفات کا سلسلہ ۶۴۵ھ سے شروع ہوا، سب سے پہلے آتش کا رزم نامہ "ناصری نامہ" کے نام سے لکھا، بلبن نے قدروانی سے ان کا تہ صلوہ پڑھایا اور رفتہ رفتہ مختلف جاگیریں عطا ہوئیں، قاضی منہاج فقہ، اصول سیرۃ النبیؐ، اور شعر میں دستگاہ رکھتے تھے، تصوف کا بھی مذاق تھا، حضرت نظام الدین اولیاء کے دربار میں حاضری دیتے تھے، آتش کی شان میں متعدد قصیدے بھی ہیں۔ طبقات ناصری ۲۳ جلدوں میں لکھی، طبقات ناصری کے نام سے بنگال ایشیا تک سوانحی نسخے ۶۵۶ھ میں جو جلد مشائخ کی بھی وہ اصل کتاب کی انیسویں جلد تک پر مشتمل ہے۔

(۲) قاضی جلال الدین کاشانی قاضی (چیف جسٹس) کے عہدہ پر بہرام شاہ کے زمانہ تک مامور ہو اس نے ۶۳۲ھ میں انھیں معزول کیا تو اودھ چلے گئے، اور وہاں عہدہ قضا کی خدمت انجام دی علاء الدین مسعود نے انھیں دوبارہ طلب کیا، اور ۶۴۱ھ میں سفارت کی خدمت سپرد کر کے لکھنؤ بھیجا، پھر دہلی کے صدر جہانی کے عہدے پر سلطان ناصر الدین محمود نے ۶۴۶ھ میں دوبارہ تقرر کیا اس منصب پر مامور رہ کر ۶۴۸ھ میں وفات پائی

(۳) قاضی شمس الدین مارہروی بہرام شاہ کے زمانہ میں مارہر کے قاضی تھے ۶۳۹ھ میں شیخ ایوب ترکمانی کے اشارہ سے بعض الزامات کی بنا پر اس نے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال کر بے رحمی سے جان لی۔

(۴) شیخ عماد الدین محمد شتورخانی سلطان مسعود کے زمانہ میں ۶۳۹ھ میں دہلی کے قاضی مقرر ہوئے ۶۴۶ھ میں معزول کر کے بدایوں بھیجے گئے، پھر عماد الدین ریجانی نے اسی سال ماہ ذی الحجہ میں انھیں قتل کر دیا۔

(۵) قاضی شمس الدین بہرائچی کو سلطان ناصر الدین محمود نے اپنی ولایت بہرائچ کے زمانہ میں یہاں کا قاضی مقرر کیا تھا جب وہ سریر سلطنت پر بیٹھا تو ۶۵۰ھ میں دہلی بلا کر یہاں کی قضا کی خدمت سپرد کی اور ۶۵۳ھ میں معزول کیا، جب امراء نے اس کے خلاف ۶۵۵ھ میں بغاوت کی، تو اس کا اہتمام ان پہی رکھا گیا، اور اسی سال وہ دہلی سے جلا وطن کر دیے گئے اور بہرائچ میں انھوں نے مستقل سکونت اختیار کر لی

(۶) قاضی جمال الدین محمد لبطالی کو سلطان ناصر الدین نے ۶۵۳ھ میں شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز کیا۔ ۶۵۷ھ میں انھوں نے وفات پائی

(۷) قاضی جلال الدین کاشانی سلطان معز الدین کی قیاد کے عہد میں دہلی

میں عہدہ قضا پر مامور تھے۔ سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے انھیں وہی سے علیحدہ کر کے بدایوں کی قضاوت پر مامور کر دیا، اور یہی ملوک سلاطین کے دور کے آخری قاضی تھے۔

ممتاز اہل علم امام رضی الدین حسن بن محمد صفحانی اس دور کے ان مشاہیر اہل علم میں سے ہیں، جن پر عالم اسلامی کو ناز تھا، وہ ۷۵۷ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ یہیں نشوونما پائی، اپنے والد شیخ محمد بن حسن صفحانی سے علوم کی تکمیل کی اور ارباب فضل میں شمار کئے گئے، سلطان قطب الدین ایبک نے قضاوت پیش کی مگر علوم کی تکمیل پیش نظر تھی، عہدہ قبول نہیں کیا، لاہور سے غزنی گئے کچھ دنوں وہاں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ پھر اس دور میں عالم اسلام میں علم و فن کے جو اہم مرکز تھے، اور جہاں ممتاز شیوخ علم کی سند درس سنبھلی ہوئی تھی، وہاں پہنچے اور علم و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوئے ۷۸۷ھ میں خلیفہ الناصر الدین التمش نے خلعت سے نوازا اور ۷۹۷ھ میں اپنا فرمان دے کر سلطان شمس الدین التمش کی خدمت میں بھیجا ہندوستان پہنچ کر انھوں نے یہیں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔

اس کے بعد ۸۲۲ھ میں وہ پھر حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور عالم اسلام میں علوم کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر خلیفہ المستنصر عباسی کی نگاہ انتخاب بھی ان ہی پر پڑی اس نے ان کو سلطانہ رضیہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، اور یہاں وہ دوبارہ قیام فرما کر اس کے بعد ۸۳۷ھ میں وہ پھر بغداد تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی اور ابتداء وہیں مدفون ہوئے، پھر وصیت کے مطابق لاش مکہ منظرہ لے جای گئی اور وہی ان کا ابدی خواب گاہ بنا۔

علامہ صفحانی علوم حدیث، فقہ اور لغت کے امام تھے، عالم اسلام کے جلیل القدر علماء و مصنفین نے ان علوم میں ان کے علو کے مرتبت کا عقیدت کے ساتھ اعتراف کیا ہو شیخ شرف الدین ڈمیاطی، محمد بن عمر ہمدانی، ابن مبارک، برہان الدین محمود بن

اسعد بلخی وغیرہ ان کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، ان ہی علوم میں ان کی بہت سی جلیل القدر تصنیفات ہیں، علم حدیث میں ان کی شہرہ آفاق تصنیف شارق الافاضل کی ضیاء پاشیوں سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں علم حدیث کی روشنی پھونچی، عالم اسلام کی ممتاز اہل علم نے اس کی بہ کثرت شرحیں لکھیں، جن کا تذکرہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے، حدیث میں ان کی دوسری تصنیف مصباح الدجانی حدیث المصطفیٰ اور الشمس المنیرہ وغیرہ ہیں، اسی طرح فن لغت میں العیاب الزائری مجمع البحرین الزاد فی اللغة والترکیب وغیرہ کو عام شہرت حاصل ہے، اسی طرح حدیث، فقہ اور لغت میں ان کی دیگر تصنیفات ہیں۔

مولانا شہاب الدین بدایونی اس عہد کے ممتاز افاضل میں تھے، امیر خسرو نے ان کی شان میں قصائد لکھے ہیں۔ شیخ ضیاء الدین نخشی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔ شیخ اسحق بن علی بخاری اس عہد کے ممتاز اہل علم صوفیہ میں سے تھے وہ شیخ منہاج الدین علی بن اسحق بخاری کے صاحبزادے تھے، دہلی میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی، مدرسہ معزنیہ میں ایک مدت تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی، شیخ فرید الدین محمود گنج شکر سے بیعت کی، انھوں نے خرقہ خلافت بھی عطا کیا، مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے "اسرار الاولیاء کے نام سے اپنے شیخ کے ملفوظات جمع کئے تھے، علم صرغ میں ایک منظوم رسالہ بھی لکھا، ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔

علامہ برہان الدین محمود بن ابوالخیر اسعد بلخی اپنے دور کے افاضل روزگار میں سے تھے کہا جاتا ہے کہ نحو، لغت، فقہ، حدیث، اور علوم عقلی میں ان کے تلامذہ میں ہندوستان میں ان سے بڑا عالم کوئی دوسرا نہ تھا، فقہ کی تحصیل ہابیہ کے مصنف شیخ برہان الدین مرغینانی سے کی، حدیث امام مغنی صاحب مشرق الانوار سے پڑھی، اسی کے بعد ہندوستان وارد ہوئے اور غیر معمولی عزت و احترام سے

سید صدر الدین محمد بن سندھی اپنے عہد کے ممتاز علمائے تھے، ۶۶۹ھ میں وفات پائی۔ بھکر میں مدفون ہوئے۔

اسی طرح اس دور کے ممتاز علمائے فقہاء، محدثین میں شیخ کمال الدین احمد حنفی محدث متوفی ۶۷۶ھ، قاضی رفیع الدین گافوردی فقیہ رزہ تھے انھوں نے ۱۵۵ھ قاضی کمال الدین سامانی فقیہ (۱۵۵ھ) مولانا زین الدین بدایونی (نزدیک ۱۶۰ھ) مولانا سراج الدین ترمذی (۱۶۱ھ) مولانا سدید الدین دہلوی فقیہ (۱۶۱ھ) مولانا شرف الدین والوالی فقیہ (۱۶۳ھ) قاضی ظہیر الدین دہلوی فقیہ (۱۷۱ھ) قاضی کمال الدین جعفری صاحب کتاب ابنی فی الفقہ (۲۰۱ھ) شیخ عبد الدین بن خطیر الدین لاہوری صاحب تصانیف مشہورہ (۲۰۲ھ) شیخ یعقوب بن احمد نہروانی متوفی ۶۵۵ھ (۲۳۹ھ) وغیرہ تھے جو اپنے زمانہ میں اپنی اپنی مسندوں سے کھجائے تھے اور ان کے وجود سے علم کا عام فیض جاری تھا۔

مشائخ | اس دور کو اکابر مشائخ میں سے حضرت خواجہ فرید الدین سعد بن سلیمان اچودھنی معروف بہ گنج شکر کے وجود کو اسی سے شرف حاصل تھا وہ حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے اجل خلفاء میں سے تھے ضلع ملتان کے قصبہ کھنول میں پیدا ہوئے یہیں نشوونما پائی، اور ملتان میں تعلیم کی تکمیل فرمائی، حضرت ہار الدین زکریا ملتان سے فیض یاب ہوئے، یہیں حضرت بختیار کاکی سے شرف نیاز حاصل ہوا، فرید تعلیم کی ہدایت پاکر قندھار، سیستان، بدخشان، اور نجد اور تشریف لے گئے، حضرت شہاب الدین سہروردی، شیخ سیف الدین بخاری، شیخ سعد الدین حموی سے فیض حاصل کیا، وہاں کے بعد وہی میں حضرت کاکی کی خدمت میں اقامت اختیار فرمائی اور مجاہدہ دریا خدمت میں مصروف ہوئے، حضرت خواجہ جمیری نے فیض بختیار کاکی کے دستار خلافت سر پر باندھی، پھر شیخ کے حکم کے مطابق بالمشیت تشریف لے گئے اور وہیں بارہ سال قیام فرمایا جب خلائق کا ہجوم بڑھا، تو اچودھن چلے گئے اور وہی کو اپنا مستقر بنایا، خوارق عادات و کمالات کثرت سے مشغول رہے، دنیا

اور اس کی دولت و ثروت سے جہ نیاز رہی، سلطان علاء الدین محمود آپ کی خدمت میں باریاب ہوا، بلین کے توسط سے چند گانوں کی معافی کا پروانہ دیا۔ حضرت نے قبول کرنے سے انکار فرمایا، بلین جو آگے چل کر سلطان غیاث الدین ہوا، کی بیٹی حضرت کے عقد نکاح میں تھی اور سر پر سلطنت پر بیٹھنے کے بعد بھی خانقاہ میں حاضری دیتا رہا، مگر حضرت کی شان استغناء میں کبھی فرق نہ آیا، ایک مرتبہ کسی شخص نے سفارش کے لیے مجبور کیا تو حضرت نے غیاث الدین کو حسب ذیل تحریر لکھ بھیجی۔

”میں نے اس کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا، پھر تمہارے سامنے لایا ہوں۔ اگر تم نے اس کو عطا کیا تو عطا فرمانے والا وہی اللہ تعالیٰ ہوگا اور تمہارا شک یہ ادا ہوگا، اور اگر تم نے اس کو کچھ نہیں دیا، تو روکے والا وہی اللہ ہوگا اور تم معذور سمجھے جاؤ گے۔“

حضرت کے خلفاء میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی ملقب بہ نظام الدین اولیاء حضرت علاء الدین علی ہابر کلیری، حضرت جمال الدین خطیب ہاشمی اور حضرت بدایین السخی دہلوی تھے، حضرت نظام الدین اولیاء نے حضرت سے قرآن مجید کے ۶ پارے اور کتاب العوارف اور کتاب التہذیب کی قرأت کی تھی، ان خلفاء میں سے حضرت نظام الدین نے حضرت گنج شکر کے ملفوظات راحۃ القلوب کے نام سے اور حضرت بدر الدین السخی دہلوی نے سیر الاولیاء کے نام سے جمع کئے تھے، حضرت گنج شکر نے ۹۵ سال کی عمر میں ۶۶۴ھ میں وصال فرمایا،

شیخ ابوالمودید نظام الدین بن جمال الدین غزنوی بھی حضرت بختیار کاکی کے مرید تھے، حضرت نظام الدین اولیاء ان کی مجلس وعظ میں شرکت کرتے اور ان کے پُر اثر موعظ کے مداح تھے، ۶۷۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ جمال الدین احمد بن محمد ہاشمی متوفی ۶۵۹ھ، حضرت گنج شکر کے ممتاز خلفاء میں تھے، حضرت شیخ فرماتے ہیں ”ابوالجمال ہاشمی“ فارسی میں ایک دیوان یادگار چھوڑا (زہرہ انوار ص ۱۲۳)

حضرت خواجہ علاء الدین علی بن احمد صابرقدرس سرہ حضرت گنج شکر کے محبوب خلیفہ تھے، وہ ۶۹۲ھ میں بمقام گنج پیدا ہوئے، اور شیخ کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی اور حضرت گنج شکر کے اجل خلفاء میں شمار کئے گئے اور حضرت کے توسط سے چشتی سلسلہ کو پورے ملک میں عام مقبولیت حاصل ہوئی کہا جاتا ہے کہ ان پر کبھی مشائخ جلالی کا غلبہ طاری ہوتا تھا ابتداً انھیں شیخ نے دہلی میں اقامت اختیار کرنے کا اجازت نامہ عطا کیا لیکن ہدایت کی کہ پہلے جمال الدین کو اسے دکھالیا، وہ ہانسی تشریف لائے، اجازت نامہ ان کے ہاتھ میں دیا اور تھوڑی دیر انتظار کر کے شخصیت چاہی، شیخ جمال الدین نے کہا دہلی کے لیے برادر صاحب ولایت چاہیے، تم ایک لمحہ کے لیے ٹھہر نہیں سکتے، انھوں نے کچھ شان استعنا سے جواب دیا تو شیخ جمال الدین نے برہم ہو کر اجازت نامہ کو چاک کر کے پارہ پارہ کر دیا، انھوں نے جلال میں آ کر کہا کہ اسی طرح آپ کا سلسلہ بھی پارہ پارہ ہو جائے گا۔ چنانچہ شیخ جمال الدین کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔ حضرت خواجہ علاء الدین ہانسی سے لوٹ کر پھر حضرت گنج شکر کی خدمت میں واپس آئے اور توبہ سنایا، تو حضرت گنج شکر نے فرمایا جمال الدین نے جس کو ٹکڑے کر دیا، ہمیں اس کو جوڑ نہیں سکتا اور دہلی کے بجائے کلیر جہان کی ہدایت کی چنانچہ ۶۹۵ھ میں کلیر تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی اور ان کے توسط سے سلسلہ چشتیہ کا عام فیض جاری ہوا اور جب عام شہرہ ہوا تو خلافت اطراف ہند سے جوق درجوق آکر فیض اٹھانے لگی۔ ۶۹۹ھ میں اصل بستی ہوئے۔ حضرت خواجہ علی بن الدین ترک پانی پتی حضرت کے ممتاز خلیفہ تھے۔

شیخ بدر الدین سخت بن علی سجاری دہلوی نہر شکر گنج سے نکلتے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ ان سے حضرت غایت الفت رکھتے تھے، اور اپنے تہذیب سے علو بہ کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ ۶۹۹ھ میں اجمودھن میں واصل ہوئے۔

حضرت نظام الدین محمد بن احمد بدایونی معروف بہ عجب سب آگاہی حضرت نظام الدین اولیا قدرس سرہ حضرت گنج شکر کے وہ تائب خلیفہ ہیں جن کے توسط سے چشتی نظامی سلسلہ

کی پورے ملک میں ہمت ہوئی، حضرت محبوب الہیؒ میں بدایوں میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والدہ محترمہ کی آغوش میں تربیت پائی، شیخ علاء الدین ہسولی سے فقہ، اصول اور دوسرے دینی علوم کی تکمیل کی، ۵۰ سال کی عمر میں دہلی تشریف لائے اور یہاں کے اساتذہ شمس الدین خواجہ زری کمال الدین، ماریکلی وغیرہ سے تحصیل علم کی تکمیل فرمائی۔ پھر ۶۵۵ھ میں دہلی تشریف لائے اور یہیں اقامت کی اجازت عطا کی گئی اور رشد و ہدایت کا فیض جاری ہو گیا، یہ مملوک سلاطین کا آخری دور تھا، حضرت کا قیام غیاث پور میں تھا، معز الدین کہیقاوند نے اس کے قریب کیل کھری میں شاہی محل تعمیر کرایا، دربار کے قریب ہونے کی وجہ سے امر او اکابر کی آمد و رفت یہاں شروع ہوئی، اس اثنا میں خلجی سلطنت کا آغاز ہوا۔ اور حضرت کے فیوض و برکات کا یہ سلسلہ اس دور میں جاری رہا، سلاطین و احرار نے سرفراز و غم کیا اور اپنی طرف حضرت کی نگاہ کرم منعطف کرانے کو ابدی سعادت تصور کیا، حضرت کی تصنیفات میں نوائد الفوائد، فضل الفوائد اور راحتہ المجین ہیں ۶۲۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت شیخ صدر الدین عارف حضرت بہار الدین زرکریا مغانی کے صاحبزادے اور جانشین تھے سلطان غیاث الدین کے بیٹے شاہزادہ محمد کو ان سے عقیدت تھی، ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ۶۸۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوعلی شرف الدین قلندر اس عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں سے تھے ۶۸۸ھ میں پانی پت میں پیدا ہوئے، اکابر علماء سے علوم کی تحصیل کی، عالم اسلامی کی سیاحت فرما کر صلوائے امت کے فیوض سے بہرہ اندوز ہوئے حضرت شمس الدین جبریزی اور جلال الدین رومی سے ختم حاصل کیا، تیس سال تک درس و افادہ کی خدمت انجام دی سرکرمی کا عالم طاہر ہوا، اور آخر عمر تک باقی رہا، ان کی تصنیفات میں حکمت نامہ اور چند دیگر رسائل نقود ہیں، ۶۲۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔

شیخ ایوب ترکمانی بہرام شاہ کے زمانہ میں با اقتدار مشائخ میں تھے ، بارہراہ ان کا مرکز تھا ، سلطان کو ان سے عقیدت تھی ، دہلی آ جایا کرتے تھے ، اور مختلف امور میں بہرام شاہ سے اپنی مرضی کے احکام صادر کرتے تھے ۔

شیخ ابو بکر طوسی بلبن کے عہد کے ممتاز مشائخ میں سے تھے ، بلبن نے ان کے لیے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کرائی ، جس میں لنگر جاری تھا ، شیخ جمال الدین بانسوی ان کے فضل کے معترف تھے ، اور ان کی مجلس میں تشریف لایا کرتے تھے ۔

شیخ حسام الدین ملتانی حضرت صدر الدین محمد زکریا ملتانی کے مریدین میں سے تھے ، ۶۸۵ھ میں وفات پائی ۔

حضرت خواجہ محمد بن حسن اجمیری حضرت خواجہ اجمیری کے خلف صدق تھے ، اجمیر میں پیدا ہوئے ، اور وہیں حضرت خواجہ کے دامن تربیت میں فیض اٹھایا ، اور ان کے بعد شیختی و ارشاد کے منصب پر سرفراز ہوئے ، ۶۵۳ھ میں وفات پائی ۔

شیخ نجیب الدین بن حماد الدین فردوسی دہلوی ، شیخ رکن الدین فردوسی کے مرید تھے حضرت محمد دم شیخ احمد بن یحییٰ منیری ان کے مرید و خلیفہ تھے ، ۶۹۱ھ میں دہلی میں وصال پائی ہوئے ۔

شیخ بابا رجب گجراتی حضرت سیاح محمد کبیر رفاعی کے مرید تھے ، ۷۱۶ھ میں گجرات میں آئے ، نہروال میں قیام تھا ، ایک خلق کثیر ان کے ہاتھ پہنچا ۔ ۷۲۱ھ میں وفات پائی شیخ عثمان بن حسن موندی معروف برعل شاہ باز ۶۶۲ھ میں ملتان پہنچے سلطان غیاث الدین کے بیٹے شاہزادہ محمد نے ان کے لیے ایک عظیم خانقاہ تعمیر کرائی اور یہ رستم و دہایت میں مصروف ہوئے ۶۷۳ھ میں سیوستان میں مرنے لگے شیخ فخر الدین میرٹھی حضرت خواجہ بکتیار کاکی کے مرید و خلیفہ تھے ۔ رتبہ زینت ناما سفر از ہونے کہا جاتا ہے کہ وہ سکندر یونانی کی نسل سے تھے ۔

۱۷۵ھ ایضاً ص ۱۲۳ ۱۷۶ھ ایضاً ص ۱۲۴ ۱۷۷ھ ایضاً ص ۲۳۵ ۱۷۸ھ ایضاً ص ۲۳۵ ۱۷۹ھ ایضاً ص ۱۵۴ ۱۸۰ھ ایضاً ص ۸ ۱۸۱ھ ایضاً ص ۱۹۵ ۱۸۲ھ ایضاً ص ۲۰۳

شیخ نجیب الدین بن سلمان متوکل حضرت گنج شکر کے خلفا میں سے تھے، ۶۶۹ھ میں
دہلی میں وفات پائی۔

شیخ حسین بن علی بخاری حضرت زکریا ملتانی کے مرید تھے اور بھکر میں مقیم
سکونت رکھتے تھے ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔

مولانا شیخ شریف الدین عراقی جو حضرت شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے
۶۸۷ھ میں وفات پائی۔

اسی طرح اس دور میں ممتاز صوفیہ و شائخ میں شیخ عبدالرشید کتھلی متوفی ۶۳۸ھ
دربارہ خاں (۱۷۱) شیخ خواجہ عزیز گشتی بدایونی فقیہ و صوفی متوفی ۶۶۶ھ (۱۷۸)
سید محمد شجاع کی متوفی ۶۴۶ھ شیخ بدر الدین محمد بن محمد سندھی متوفی ۶۸۰ھ بھکر
۲۲۳ (سید صدر الدین محمد بن محمد بھکری متوفی ۶۶۹ھ (۲۲۶) شیخ نور الدین
لاری متوفی ۶۹۵ھ (۷۳۸) وغیرہ کے وجود گرامی سے رشد و ہدایت کا عام فیض
جاری تھا۔



ملوک سلاطین کا دور حکومت

ملوک سلاطین کے خاتمہ پر دہلی سلطنت کے سلاطین کے سلسلہ کا خاتمہ ہوا جن کا آغاز سلطان شہاب الدین غوری سے ہوا تھا، کہ اسی کے غلام درغلام تاجدار بن کر تخت نشین ہوتے گئے، اس کے ساتھ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کے ہاتھوں سے ہندوستان کو زیر نگین کرنے کی جو ہم شروع ہوئی تھی، وہ بھی اسی دور میں پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

ہندوستان مسلمانوں کے غزنوی اور غوری کشور کشاؤں کے ہندوستان پر حملہ اور ہونے کے محرکات

ہم نے پہلے ایک نظر ڈال لینا چاہیے، عام طریقہ سے محمود کی بٹھکانی کے جذبہ کو شہرت دی گئی ہے۔ مگر یہ تاہم یورپ کے مورخین کے ذہن کی پیداوار ہو، ان نو مسلم ترکوں میں اس قسم کے کسی جذبہ کے بجائے دراصل اس زمانہ کی سماجی زندگی کے وہ مطالبے تھے جو بلند می اور نام درمی حاصل کرنے کے لیے فوجی طاقتیں مہیا کر کے سپہ سالار ایک ملک سے دوسرے ملک میں جایا کرتے تھے۔ ہندوستان کی دولت کی شہرت عام تھی، اس میں بھی ایک خاص قسم کی کشش موجود تھی، ان قبائل میں اپنی نوآبادیاں قائم کرنے کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا، وہ اپنے بڑے بڑے جہگوں کے ساتھ نکل جاتے تھے اور جہاں سرسبزی نظر آتی تھی، وہاں ڈیرے ڈال دیتے تھے، محمود نے ہندوستان کو خاص طور پر رہنے کے لیے پسند کیا تھا، لیکن وہ یہاں اقامت اختیار نہ کر سکا۔

مسلمانوں کو ان کی ترقی کے سلاطین دہلی کے زمانہ میں جن حکمرانوں کے ہاتھوں عام شعبوں میں عمومی آزادی میں ملو اور تھی انہیں اس پر اتنا بھروسہ تھا کہ انہوں نے ہندوستان کے پُرانے رہنے والوں کو ہٹا کرنے کا کبھی قصد نہیں کیا، یہاں انہوں نے قانون سلجھا جاری کرنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی، ناسلہوں کو عام اجازت تھی

کہ وہ ہتھیلہ بند رہیں، اور اپنی مرضی کے مطابق جو گے تیار کر دیں، ان کی سماجی، معاشرتی و اپنی زندگی سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا جاتا تھا، انھیں ہر قسم کی پوری آزادی حاصل تھی انھیں اپنی اقتصادی و معاشی ترقی حاصل کرنے کے پورے مواقع دیے گئے تھے، اور اسی زمانہ میں وہ حکومت کے شعبوں سے بھی کہیں کہیں وابستہ ہونے لگے تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی حیثیت | درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اگر ہندوستان پر حملہ اور عی میں کوئی دینی جذبہ کا درخشاں ہوتا تو وہ یہاں کی سلطنت کی بنیاد اسلامی اصول و شرائط پر قائم کرتے، اگرچہ بعض نے اس سلطنت کو "عاصی اسلامی سلطنت" لکھا ہے جس کی بنیاد شرعی حکام پر تھی، لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ عملی طور پر دراصل یہ اسلامی سلطنت نہ تھی، اور بدنی جیسے مورخ کو بھی اپنی تصنیف "مفتاویٰ جہانمندی" میں یہ اقرار کرنا پڑا ہے، کہ یہاں بادشاہی نظام خاص "دنیاداری" پر قائم تھا جو "دین و داری کے قطعی خلاف تھا جس کا قیام غیر اسلامی طور و طریق اور طرز حکومت کو اختیار کئے بغیر ممکن تھا، سلطان اگرچہ خود اسلامی عقیدہ کا قائل اور شرائط کا پابند تھا، لیکن اس کی سلطنت کا نظام شرائط کے بجائے قائم ہونے کے بجائے فاسق تسلط اور فوجی طاقت پر قائم تھا، اس نظام میں شرائط کو بھی وہی حیثیت حاصل تھی، جو دوسرے قوانین کو تھی، اس لیے دراصل یہاں مسلمانوں نے جس سلطنت کی داغ بیل ڈالی تھی وہ نہ یہی حکومت کے بجائے غیر مذہبی اور غیر جانب دار سلطنت (سیکولر اسٹیٹ) تھی پروفیسر حبیب اللہ نے یہ صریح لکھا ہے کہ

"مورخین کی بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلطنت خاص اسلامی ریاست

تھی، جو اپنی باطنی کو شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کرتی رہی، لیکن جیسا کہ

گذشتہ ادوار سے معلوم ہوگا کہ عملاً ایسا نہ تھی، بادشاہت کے غیر اسلامی طرز کا

مطالعوں سے پتہ چلتا ہے، برہمنوں نے اس کا اعتراف کیا ہے، کہ دنیاداری جس کا منہائے کمال بادشاہت

ہو، وہ دنیاداری کے خلاف ہے، برہمنی مذہب بتایا ہے کہ بادشاہت کے مشرق کا نہ طریقہ

اسلام پس جاری رہی اور اس کے بدوہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ غیر اسلامی طریقہ

کے بادشاہت ممکن نہیں، بعض خوش عقیدہ مذہبی گروہ اپنے کو پستی دے سکتا ہو، کہ
 سلطان صرف مذہب کی اشاعت اور شریعت کی بقا ہی کے لیے جوتا ہو، لیکن مذہب کی
 شک و شبہ کے یہ کہا جاسکتا ہو کہ اس کے عمل میں جو چیزیں فیصلہ کن ہوتی تھیں، وہ
 قوت اور ضرورت کا قانون تھیں، برنی نے بادشاہت کی اصلیت اور نوعیت کی تفصیل
 بتائی ہو، وہ کہتا ہو کہ بادشاہت کے معنی و وسیلہ کے ہیں، چاہے وہ قانونی طریقے
 ہو یا قوت سے ہو اور شریعت کی عملی طور پر اس سے زیادہ توقیر نہ تھی، جیسا دوسرے
 قوانین کی، برنی کو یہ اعتراض ہو کہ مسلمانوں کو جو سترائیں دی جاتی تھیں وہ قرآن
 پاک کے خلاف تھیں، لیکن ان کو رد کر دیا جاتا تھا، اسی طرح قانون و راجت اور حلال و
 حرام کا امتیاز اور دوسری حدود، اعتدالی پابندیوں کو توڑ دیا جاتا تھا، مذہبی طبقہ اس
 کے خلاف احتجاج ضرور کرتا تھا، سود کے متعلق جو شرعی پابندیاں تھیں ان کا لحاظ مطلق
 نہیں کیا جاتا تھا، میر خسرو نے واقعہ بیان کیا ہو، کہ ایک تنکیر پر ایک قبیل سودا ہوا
 لیا جاتا تھا، اور فریقین میں جب تحریری معاہدہ ہو جاتا تھا، تو اس کو قانونی وجہ
 حاصل ہو جاتا تھا، اور قاضی کو اس کو عمل میں لانا پڑتا تھا وہ چار شرائط برنی نے
 بادشاہوں کو عمل کرنے کے لیے لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہو کہ وہ جب کسی مفاد پر
 کو جاری کرے، تو ان میں سے اگر کوئی شریعت کے خلاف ہو تو وہ واپس نہ لے
 جائیں، بلکہ عیب تک ضرورت ہو اس کو قائم رکھا جاسکتا ہو۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی اسی غیر مذہبی سلطنت کی تاسیس عمل میں آئی، اور بیشتر
 زمانوں میں اپنے کو غیر مذہبی حکمران تصور کیا، انھوں نے اپنی ذات اور مسلمانوں کے لیے دین
 کی عام پابندی کو لازم کر رکھا تھا، مگر مسلمانوں کے ساتھ اپنے سیاسی برتاؤ میں اس کا لحاظ
 نہیں رکھا، اس طرح وہ دینداری اور دنیا داری دونوں کو دونوں پلوں پر رکھ کر نظم و حکومت
 سنبھالے ہوئے تھے اور ان میں سے جو سلاطین دینداری کی طرف مائل ہوتے، ان کا بازو
 کسی قدر جھک جاتا، اور جو مخالفین دنیا داری کے رخ کو سامنے رکھتے، وہ اس سمت کو جھک
 جاتے تھے، یہی طرز ملک سلاطین ہند سے لے کر تیموری سلطنت کے چرارغ کے کچھ تک

قائم رہا، تیوری دور میں دین داری و دنیا داری کے دونوں سوال کو دو حکمرانوں عالمگیر اور اکبر نے اپنے اپنے دوروں میں اپنے کردار سے زیادہ نمایاں کر دیا تھا اور اسی لیے ان دونوں کی بادشاہی کا طرز ایک دوسرے کے بالکل برعکس تھا باہن ہمہ پورے اسلامی دور میں کسی ایک حکمران کا بھی زمانہ ایسا مشکل سے مل سکتا ہے جس کو ہم خالص اسلامی حکومت سے تعبیر کر سکتے ہیں اور جس میں ہم عہد صدیقی و دہوی کی مثالیں دیکھ سکتے ہوں، بلکہ یہاں اسلامی حکومت کے بجائے مسلمان بادشاہوں کی حکومت قائم تھی جس میں جب حکمرانوں اور محکموں میں ارتباط بڑھا تو دونوں کو یکساں حیثیت کے شہری حقوق حاصل ہو گئے اور حکومت کا کوئی عہدہ یا منصب محض ہمسلمان ہونے کے سبب سے کسی کے لیے بند نہیں رہ گیا۔

ہندوستان کی حفاظت | سلوک سلاطین اپنے دور میں حکمرانی میں مغربی سرحد کی اہم خدمت انجام دیتے رہے، اس دور میں وسط ایشیا میں بے دریغ انقلابات آئے اور ان کی لہریں دریائے سندھ تک بھی پہنچیں۔ مگر ان سلاطین نے ان کی موجوں کو بکھر دیا اور پنجاب تک کے علاقہ کو مضبوطی سے زیر نگین رکھا، ان کا یہ کارنامہ مغل سلاطین کے کارناموں سے بڑھا ہوا تھا، اس لیے کہ مغلوں کے تسلط میں افغانستان اور قندھار کا علاقہ بھی تھا اور انھیں آگے بڑھ کر ہندوستان کی سرحد کی حفاظت کا موقع حاصل تھا۔

حکومت کا ڈھانچہ | اس لیے ان سلاطین دہلی کی مرکزی حکومت پر ملکی حفاظت اور خدمت کا عظیم بار تھا، اور ان کی لحاظ سے ان کے غیر معمولی مصارف بھی تھے اور مرکزی حکومت سب سے زیادہ فوجی اخراجات ہی پر صرف کرتی تھی۔

اس دور وسطی میں مسلمان سلاطین کی سلطانی کا استناد خلفاء کی منظوری سے حاصل ہوتا تھا، ہندوستان کے یہ سلاطین بھی خلفاء سے اپنا یہی رشتہ قائم رکھتے تھے اور رسماً خلیفہ المسلمین کو سب پر تفوق حاصل تھا، اور یہ سلاطین گویا اس کی طرف نیابتاً حکومت کرتے تھے، اس لیے خلیفہ بنی خلفائے اسلام کے ساتھ ان کے نام لیے جاتے تھے

حکومت کے شعبے | سلطان کے بعد قدرۃ ذرا کو اہمیت حاصل تھی، جنہیں نظام الملک، مودی الملک، صدر الملک، عین الملک وغیرہ کے خطابات دیے جاتے تھے، لیکن یہ ذرا صرف کنوری امور کے مالک تھے، شعبہ عسکری، شعبہ مال، دیوان انشا، معاملات خارجیہ، اطلاعات اور وزارت انصاف کے شعبے علیحدہ قائم تھے ان کے علاوہ امیر، حاجب، وکیل دار، سار جانداز اور کبھی نائب مملکت کے عہدہ دار مقرر ہوئے، پھر آخر میں نیابت کے عہدے مستقل کر دیے گئے جس میں نائب وزیر، نائب وکیل عہدہ دار تھے۔

فوج | فوج کی کئی قسمیں تھیں، ایک تو شاہی فوج تھی جو ملک اور خصوصاً سرحد کی حفاظت پر مامور تھی، دوسرے صوبائی فوجیں صوبہ داروں کے ماتحت تھیں، کبھی سرحد کے وقت بھرتی ہوتی تھی، فوج کے افسروں کو تنخواہیں دی جاتی تھیں، البتہ جاگیر سپرد تھیں، البتہ قائم فوج کے سپاہیوں کی تنخواہیں، جو موہب کھلاتی تھیں مقرر تھیں **آئین و عدالت** | قانون شریعت بنیادی آئین سمجھا جاتا تھا، مگر ضرورت کے مطابق اس کے خلاف عمل ہوا کرتا تھا، ہندوؤں کے لیے ہندو کوڈ کے مطابق تو آئین نافذ تھے، خصوصاً پرسنل لاء میں انھیں کامل آزادی حاصل تھی۔ صدر جہاں کا عہدہ ہندستان کی مرکزی عدالت کے چیف جسٹس کے لیے تھا امراء و وزراء سے رتبہ و احترام میں اس منصب کا درجہ اونچا تھا، چنانچہ مورخین نے فہرست میں شہزادوں کے بعد ان کے نام لکھے ہیں وہ صدر جہاں کے علاوہ قاضی نضاۃ، قاضی ممالک یا شیخ الاسلام بھی کہے جاتے ہیں، عدالتی نظام بظاہر اور قدر کے سارے اختیارات اسی کو حاصل تھے۔

پھر اس کے ماتحت عہدہ دار تھے، دیوانی کے مقدمات قاضی اور فوجداری کے مقدمات امیر داد سماعت کرتے تھے کو تو ال اور محتسب پولیس کا کام کرتے تھے۔ زکوٰۃ کا نظم بھی قائم تھا اور دوسرے محاسل بھی لیے جاتے تھے ہمسایہ تقرری

اور ہلائی سکے کئی قسم کے جاری تھے۔ ہندوستان کے عہد اسلامی میں زکوٰۃ کا نظام کے عنوان سے اس مجموعہ میں ایک مستقل تحریر علیحدہ مندرج ہے،

ڈاک کا نظم | ڈاک کے نظم کا بڑا عہدہ دار "برید مالک" کہا جاتا تھا، اس کا صدر دفتر پائپ تخت میں تھا اس کے ماتحت راستوں کا مقول نظم قائم رہتا تھا۔ صوبوں کا نظم | صوبوں کا نظم اس طرح قائم تھا، کہ صوبہ دار اپنے حدود کے کامل ذمہ دار ہوتے تھے، کبھی نائب والی بھی مقرر ہوتے تھے صوبوں میں بھی چھوٹے پیمانہ پر حکومت کے وہ سب شعبے موجود تھے، جو مرکز میں قائم تھے اس زمانہ میں صوبوں کے لیے اقطاع کی اصطلاح قائم تھی، صاحب اقطاع کو عہدہ انتظام میں دخل دینے کا اختیار حاصل نہ تھا، صوبہ دار تختہ دکنوال کی مدد سے نظم و امن قائم رکھتا تھا اور مرکزی حکومت کی طرف سے خطبہ و سکے جاری رہتا تھا، کبھی باجگزار صوبے اپنا سکے علیحدہ بھی جاری کرتے تھے۔

سلاطین کا طرز | مورخین نے مملوک سلاطین کے شاہانہ طرز و بود و ماند کی نہایت بود و ماند | دلکش تصویر کھینچی ہو، سلطان کے گرد و صد ہا نقیب و جاووش پیادہ و سربنگ احرار و فوجی سوار جمع رہتے تھے، اور ایسا دبہ چھایا رہتا تھا کہ کبھی بڑی بڑی سلطنتوں کے امرا و سفراء "خاک بوسی" یعنی سلام کے وقت شدت تاثر سے لڑکھڑا کر گرتے اور بے ہوش ہو جاتے تھے، اس طریقہ سے رعبد و دبہ قائم کر کے فتنہ انگیزی کو روکنا مقصود تھا، حالانکہ خود پرستی و عظمت منائی کے یہ طریق اسلام اور اس کی تعلیمات کے منافی تھے، لیکن ملین خود کہتا ہے کہ ان کو جائز اس لیے رکھا گیا ہے کہ قیام امن و عدل میں ان سے مدد ملتی ہے، مظلوموں کی دوسری ان سلاطین کا خاص شیوہ رہا، نیرودہ امور دین میں دینداری کو راہ دینے کا جذبہ بھی رکھتے تھے، لیکن انھوں نے اپنی حکومت کو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔

اسلام کی اشاعت | اس دور میں اسلام کی اشاعت ضرور ہوئی، مگر وہ حکومت کے بل پر ہونے کے بجائے مسلمانوں کے ہندوستان کی منتشر آبادیوں میں

گھل مل کر رہ بس جانے سے ہوئی، ہندوؤں میں یہ سورتی پوجا، پر عقیدہ کر دیتا گیا۔
 توحید اور مساوات انسانی کے جذبات کی ان میں پرورش ہوئی۔ ہندوؤں کے
 مختلف فرقوں نے بعض اس زمانہ میں اور بعض آگے چل کر توحید کی تعلیمات کو
 اصول کے طور پر مانا اور ویشی، شودرا، کھتری اور برہمن کی تفریقوں کو مٹایا، صوفیہ
 کوام شمالی ہند کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکے تھے، اور اسلامی تصوف کے ذریعہ ہندوستان
 میں اسلام کو فروغ ہوتا جاتا تھا، خصوصاً خانوادہ چشتیہ نے وہ خدمات انجام دیے
 جو سلاطین دہلی سے انجام نہ پاسکے، کلاہ تتری رکھنے والے درویش صفت امیر
 اور خواجہ حسن نے سلطان نظام الدین کی چو کھٹ چومی۔

اس دور میں علمائے دین بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور متنبس
 انجام دیتے تھے، مسجدیں اور مدرسے ان کی سیادت میں مہمور تھے۔
 علوم کی ترقی اچھیا کہ اوپر گورا ملوک سلاطین نے علوم کی ترقی میں غیر معمولی
 دیکھی لی، ضیاء الدین برنی نے ہر ایک سلطان کے عہد کے میان میں شعرا، علماء
 فضلاء، فقہاء، محدثین وغیرہ کی طویل فہرست درج کی ہے۔ مذکورہ کی کتابوں میں مختلف
 مدارس کا حال ملتا ہے۔ اس دور میں جو علمی تعلیمی ترقیاں ہوئیں ان کا ذکر جبالا اوپر گزرا اور
 تعلیمی ترقیوں کا تفصیلی بیان اس مجموعہ کے مستقل مقالوں میں ملے گا، آئیے۔

ایک نئے کلچر کی تخلیق اور انسانی آبادی کے طبقات

ہندستان کے شمالی حصہ میں اس دور میں ایرانیوں
 افغانیوں اور ترکوں نے عربوں کے تمدن سے آمیزش
 کے بعد مسلمانوں کی سوسائٹی میں یہاں ایک طبقہ اعلیٰ قائم
 کر لیا تھا، اور پھر ہندوؤں میں سے ایک بڑا طبقہ اسلام میں داخل ہوا، اور حیا کہ گزرا وہ ترقی
 کر کے نیابت مملکت کے منصب تک پہنچا اس طرح شمالی ہند میں ایک ایسے کلچر کی بنا پڑی
 جس میں عرب تمدن آمیز ایرانی افغانی، ترک کلچر میں ہندو کلچر کی آمیزش ہوئی اور ایک
 نئے کلچر کی تشکیل عمل میں آئی، دوسری طرف سندھ میں مغربوں کے غالب اثرات سے
 ہندی کلچر کی آمیزش سے ایک جداگانہ کلچر کی تشکیل ہو رہی تھی، اس طرح شمالی ہند

ہندستان آٹھویں صدی ہجری میں

ابوالعباس احمد قلعشندری رشتی ۵۲۱ھ کی مشہور کتاب صبح الاعشی عربی علم ادب میں
 لا زوال شہرت رکھتی ہے اس کا موضوع فن انشا ہے، لیکن اس انشا سے مقصود انشا پروری
 نہیں ہے جیسا کہ اب سمجھا جاتا ہے بلکہ اس مجموعہ علم و فن سے مقصد یہ ہے جس کی واقفیت ایک شاہی
 سرکاری کے فرائض بجالانے کے لیے ضروری ہے، اور اس لیے مصنف نے اہل انشا کی عام علمی
 علمی ضروریات کے اقتضا کے لحاظ سے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں ایک ایسا وسیع رشتہ
 اختیار کیا جس کی بدولت اس کی تصنیف درصن فن ادب کا ایک گراں گزیر تحفہ بنی بلکہ مختلف
 علوم و فنون کا بھی ایک دلائل و جز مجموعہ بن گئی ہے۔ یہ کتاب تاریخ و سیر بھی ہے، اور فن و ادب بھی
 تفسیر و حدیث بھی ہے اور فقہ و آقا بھی، عالم اسلامی کا جغرافیہ بھی ہے اور اسلام کی تمدنی ترقیوں
 کا آئینہ بھی، فن انشا کے اصول و تدوین، مختلف ممالک اسلامی میں اس کے مختلف حالات و کیفیات
 زبان عربی کا تمام خصوصیات اور جمالیات سے آٹھویں صدی ہجری تک تمام عالم اسلامی
 میں اس کی تدریجی نشر و اشاعت، دیوان انشا کا قیام اور ہی خاصیت سے خلافت اسلامیہ کا
 ثروت و طاقت کے اصول و شرائط، خلفائے اسلام کے مفصل حالات، تمام عالم اسلامی میں ان کا
 نفوذ و اثر، اور پھر اسی ضمن میں مشرق و مغرب کے تمام ممالک اسلامیہ کے جغرافیائی حدود، ان کی
 حکومتوں کا اہمائی و تذکرہ، اور خصوصاً مختلف ممالک کے تفسیری و تمدنی، معاشرت اور عام طرز
 و رسوم و اندک حالات نہایت اہمیت و اہمیت سے مرتب کئے گئے ہیں۔

اس لیے یہ کتاب گویا ایک بحر و خا رہے۔ اس موقع پر اس کے اس ٹکڑے کو سامنے لانا
 جو سب ان اس میں ممالک اسلامیہ کے ذیل میں ہندستان کے عام حالات بیان کئے گئے ہیں۔

صبح الاعشی کا مصنف قلعشندری مصر کا رہنے والا تھا، اور ہمیں دیوان انشا کا افسر
 مقرر ہوا ۵۶۱ھ میں قلعشندری (ولایت مصر) میں پیدا ہوا، اور ۵۷۱ھ سے اس کی
 علمی و علمی زندگی کا آغاز ہوا ۵۹۱ھ سے دیوان انشا مصر سے متعلق ہوا، اور یہی عمر میں

ہیں نے صبح الاٹھی کی تالیف کی ابتدا کی اور سترہ میں اس سے فارغ ہو گیا۔

اس لیے قلعہ شندی نے مالک اسلامیہ کے ذیل میں ہندوستان کے جو حالات فراہم کئے ہیں، وہ دراصل آٹھویں صدی ہجری سے متعلق ہیں۔ ہندوستان کے یہ حالات یہاں کی گئی مرتبہ تاریخ کی صورت میں نہیں ہیں، بلکہ اس نے سرزمین ہند کا نقشہ کھینچ کر اس کے ایسے خط و خالی نمایاں کئے ہیں، اگر آٹھویں صدی کے ہندوستان کا ایک مربع تیار ہو گیا ہو جس میں اس کے عام تہذیب و تمدن و معاشرت کا پتہ چلتا ہو، اور ہندوستان کی اسلامی حکومت کے نظام و طریق حکومت کا ایک ایسا نقشہ سامنے آتا ہو جو ہندوستان کی عام فارسی تاریخوں میں اس مرتبہ شکل میں موجود نہیں۔

اس لیے قدرتی طور پر ہندوستان کے ان حالات کے متعلق قلعہ شندی کے دو ماخذ ہیں ایک عرب سیاحوں کے جغرافیہ کی کتابیں اور دوسرے ہندوستان کے بعض ایسے اہل علم کے بیانات جو ان مالک اسلامی تک پہنچے تھے ہندوستان کے اہل علم میں سے شیخ مبارک بن محمود الانباتی دکنہاٹی شیخ سراج ہندی الدین شیخ عبدالرحمن الریای الاندلی وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، یہ وہ زمانہ تھا، جب محمد تقی نے مصر کے عباسی خلفاء کی بیعت کر لی تھی اور اس تعلق سے مصر و ہند میں گہرے تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔

قلعہ شندی نے ہندوستان کے اس تذکرہ میں اولاً یہاں کا مفصل جغرافیہ دیا ہے، اس ضمن میں یہاں کے شہروں خصوصاً اپنی نعمت دہلی کے حالات نہایت دل چسپ ہیں، پھر ہندوستان کے اقتصادی مباحث ہیں، اس میں یہاں کی عام پیداوار، حیوانات، صنعت، اور تجارت وغیرہ کے تذکرے کے ساتھ یہاں کے سکے اور نرنخ وغیرہ کو تفصیل سے درج کیا ہے۔ پھر ملین اسلام کا ذکر ہے اور محمد بن تقی شاہ کا تذکرہ کر کے اس کے عہد کے مفصل نظام حکومت کو پیش کیا ہے، اور خصوصیت کے ساتھ اسی کے طرز حکومت اور لوازم شہری کو تفصیل سے دکھایا ہے۔ ہندوستان کے ان حالات کا آغاز ”القطر الزلج“ سے شروع کرتا ہے، اولاً ہند کا اچال خاندان عرب جغرافیہ نویسوں صاحب ساکب الا بشار اور صاحب تحفۃ الالاباب محمد بن عبد الرحیم اندلی وغیرہ کے اقتباسات سے کرایا ہے اور پھر شیخ محمد بن محمود الانباتی وغیرہ کی روایت سے

حالات بیان کئے ہیں، مرقن اس میں ہندستان کے متعلق قریبی معلومات، انقطاع کے ساتھ یکجا ہو گئے
اور اس لائق میں یکہ نہیں اور وہی کی خاص ترتیب کے ساتھ متصل کی جائے، ذیل کی سطروں میں
اسی خدمت کو انجام دیا گیا ہے:

ہندستان کا تعارف | فلقندری نے ہندستان کا تعارف صاحب ماساک الالبصار کی

زبان سے حسب ذیل شاندار الفاظ میں کرایا دہ لکھتا ہے:۔

”ہندوستان ایک عظیم الشان مملکت ہے اس کے حدود کی وسعت، دولت و ثروت
کی ہمتاء اور فرماں روا یان ہند کا جاہ و جشم، شان و شوکت، اور خدم و حشم تمام روئے
زمین میں یکناویگ نہ ہو، یہی وہ خطہ ارض ہے، جس کے سمندر موتیوں سے بھرے ہوئے،
طبقات زمین سونے کی کانوں سے پے ہوئے پہاڑ، یا قوت و الماس سے مالا مال،
دادیاں عود و کافور سے بھرپور اور جنگل، ہاتھی اور گینڈے سے بے ہوئے ہیں، یہیں
کی چند تلواریں اپنی آب داری میں روز ازل سے مشہور ہیں، اور پھر نرنگ کی اورانی
لشکر کی غیر محدود تعداد، اور باشندگان ہند کا علم و حکمت اور دانائی اور فرزائیگی
تعارف سے مستغنی ہے۔“

اس کے بعد فلقندری نے ہندوستان کو دو اقلیموں، اقلیم سندھ اور ہند میں
تقسیم کیا ہے، پہلے اقلیم سندھ کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

اقلیم سندھ | اقلیم سندھ کے حدود اربعہ یہ ہیں،

مغرب میں حدود کرمان اور صحرا سے بحبستان، جنوب میں صحرا سے ماہین کرمان
و بحر ہند، مشرق میں بحر فارس اور شمال میں حدود ہند،

منصورہ یا پٹنہ تخت سندھ | سندھ کا پایہ تخت منصورہ ہے، یہ سندھ کا مشہور
ترین شہر ہے، اس کا قدیم نام ”مینورہ“ ہے، منصورہ

کی وجہ تسمیہ مختلف بیان کی جاتی ہے، بعض لوگوں کا بیان ہے، کہ سب اسلامی لشکریاں
داخل ہوا، تو سپہ سالار کی زبان سے ”نصرنا“ نکلا، اور اسی لفظ سے منصورہ اور منصورہ
منصورہ“ نام پڑ گیا، لیکن پہلی کی روایت اس سے بالکل جدا گانہ ہے، یعنی یہ عربی

قدیم شہر نہیں بلکہ خلیفہ عباسی المنصور کے عہد میں عرب جنص المصروف بہ ہزار مرد نے اس کو آباد کیا ، اور اسی نے خلیفہ وقت کے نام سے اس کو موسوم کیا ، لیکن مؤرخانہ ذکر روایت صحیح نہیں ہے ، حضرت الامام مولانا سید سلیمان ندوی نے اس پر مفصل بحث کی ہے ، اور ان کی تحقیق سے یہ بنی امیہ کے زمانہ میں محمد بن قاسم کے لڑکے عمرو کے ہاتھوں تعمیر پاچکا تھا

منصورہ نہایت عظیم الشان شہر ہے ، طول بلدہ ۷۵ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۲۲ درجہ ۲۲ دقیقہ ہے ، دریا سے ہران کی خلیج اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے ، جس سے ایک جزیرہ کی شکل پیدا ہو گئی ہے ، یہاں کی آب و ہوا نہایت گرم ہے ، درخت بہت کم اگتے ہیں ، صرف بھجور اور گنے وغیرہ کی پیداوار ہے ، یہاں سیب کے مانند ایک پھل نہایت ترش ہوتا ہے ، جو ”ایومہ“ کہا جاتا ہے

سندھ کے شہر | ”اقلم سندھ میں چند شہر خاص انبیا زہر کہتے ہیں ، اور وہی سندھ کے شہر قابل ذکر ہیں ، ان میں زیادہ شہرت دیبل ، بیرون ، سدرہ ، ملتان ، اور آرزو وغیرہ کو حاصل ہے ،

دیبل (ٹھٹھ) منصورہ سے ۶ منزل پر واقع ہے ، شہر زیادہ کچھ بڑا نہیں ، گرمی سخت پڑتی ہے ، بصرہ وغیرہ سے اس کے تجارتی تعلقات قائم ہیں ، بصرہ سے بھجوریں آتی ہیں ، اور یہاں سے ”سراع دیبل“ بھیجی جاتی ہے ، تل وغیرہ کی پیداوار زیادہ ہے ، بیرون یہ دیبل اور منصورہ کے درمیان میں ہے ، یہاں مسلمانوں کی خالص آبادی ہے ، یورپیان بیرونی صاحب کتاب الهند اسی طرف شرف انتساب لکھتا ہے لیکن فلفلسفی کا یہ بیان صحیح نہیں ہے ، یہ شہر بیرون نہیں ، بیرون ہے ، جیسا کہ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ”عرب و ہند“ میں یہ تحقیق کی ہے ، ”افشن صاحب“ کی تحقیق کے رو سے حیدر آباد سندھ کا قدیم نام بیرون تھا ، ہو سکتا ہے کہ وہی شہر ہو

پائی اور بیکان بیرونی کے انتساب کے تعلق قلعہ بندی نے جو کچھ لکھا ہو، وہ سرے سے صحیح نہیں، اور بیکان بیرونی "ہندوستانی" نہیں بلکہ "خوارزمی" تھا، البیرونی کا یہ انتساب خوارزم کے "بیرونی تعلق" کو ظاہر کرتا ہو، سمجھانی نے اپنی کتاب الانساب میں اور بیکان کے اس نسبت سے منسوب ہونے کا تذکرہ خاص طور پر کیا ہو، اور یہی لائق اعتماد ہو، وہ لکھتا ہو:-

بذہ النسبتہ الی خارج خوارزم خان ہماں کیون سن یہ نسبت خارج خوارزم کی طرف ہی، و ہاں شخص خارج البلد و لا کیون سن نعمہا یقال لہ "فلان بیرونی" شہر سے ابھر رہا ہو اور اندرون شہر کا نہ ہو اس یقال فلان بیرونی است و المشہور بذہ النسبتہ الی کے لیے کہا جاتا ہو کہ "یہ بیرونی ہو" یعنی فلان بیکان النجم البیرونی بیرونی است اور اور بیکان نجم بیرونی ہی طرف منسوب ہو
سدروسان، یہ دریا سے ہران کے مغرب میں نہایت خوب صورت شہر ہو، مضافات میں اچھے اچھے گاؤں آباد ہیں،
مولتان اکثر کتابوں میں داؤ کے ساتھ "مولتان" لکھا ہوا ہو اور بعض لوگ "لتان" بھی لکھتے ہیں، اس کو ابوبیکان بیرونی نے شہر سندھ میں اور ابن مقل نے ہند میں شمار کیا ہو، یہ منصورہ سے چھوٹا شہر ہو، ملتان کے ماتحت ایک لاکھ ۲۶ ہزار قریب آباد ہیں، اس کے ایک طرف کمران کی سرحد ہو، اور دوسری طرف منصورہ کی سرحد اس کے اور غزنی کے درمیان صحت ۶۸ فرسخ کا فاصلہ ہو،

آزور یہ تقریباً ملتان ہی کے برابر شہر ہو، اس میں حدود شہر تباہ قائم ہیں، دریائے ہران پر واقع ہو، اس کی آبادی خالص اسلامی ہو، منصورہ کے ماتحت ہو، دونوں کے درمیان ۲۰ فرسخ کا فاصلہ ہو، غالباً اس کا صحیح نام المور ہو، اور عربوں نے کہیں اس کو "الرد" بھی لکھا ہو،
اسی طرح اقلیم سندھ میں چند دوسرے مشہور شہر کوکلی، تیر، طران، اور ہمد خیر

ہیں، جن کے مفصل حالات صاحب صبح الاعشی نے تفصیل سے لکھے ہیں، جنھیں یہاں نقل کرنا چنداں ضروری نہیں،

اقلیم ہند | اقلیم دوم، اقلیم ہند ہے، تقویم البلدان میں اس کے حدود اربعہ یہ ہیں:

حدود اربعہ | مغرب میں بحر فارس، جنوب میں بحر ہند، مشرق میں صحراے ماہین ہند و چین تقویم البلدان میں اس کی شمالی سرحد مذکور نہیں، لیکن مسالک الابصار میں اس کے شمال میں بلاد ترکستان کو بتایا گیا ہے،

دریا | یہاں چھوٹے بڑے تقریباً ایک ہزار دریا ہوں گے جن میں سے بعض دریائے نیل کے برابر وسیع ہیں، اور بعض اس سے چھوٹے ہیں، یہاں کے بڑے بڑے شہر بالعموم کسی دریا کے ساحل پر آباد ہیں،

آب و ہوا | یہاں کی آب و ہوا اور موسم نہایت معتدل ہے، نہ زیادہ سرد ہو، نہ زیادہ گرم، بلکہ اس کا ہر ایک موسم گویا فصل بہار ہو، ہمیشہ نہایت لطیف اور خوش گوار ہو اس کے چھوٹے بڑے آئے رہتے ہیں، چار مہینے مسلسل بارش ہوتی ہے، جو بالعموم موسم گرما کے بعد اس کے آخر میں شروع ہو جاتی ہے،

پایہ تخت | حکومت ہند کے دو پایہ تخت ہیں، ان میں سے پہلا پایہ تخت دہلی ہے، اور دوسرا دواکیر (دیوگیر) جہاں محمد تغلق نے اپنے زمانہ میں پایہ

تخت کو منتقل کیا تھا،

دہلی ہندوستان کا پہلا پایہ تخت ہے، اس کو دہلی بھی کہتے ہیں، یہ بہت اقلیم میں سے اقلیم ہند میں واقع ہے، طول بلد ۲۸ درجہ اور ۵۰ دقیقہ، اور عرض ۲۵ درجہ ۵۰ دقیقہ ہے۔

یہ رو سے زمین کا ایک بہت بڑا شہر ہے، یہاں کی زمین پتھر ملی ہو، اینٹ کی فصیل قائم ہے، جو حماۃ کی فصیل سے (جو دنیا کی بڑی فصیلوں میں سمجھی جاتی تھی) بھی زیادہ بڑی ہے، دریا (جہنا) سے کچھ دور پر آباد ہے، یہاں سے تقریباً ایک فرسخ پر ایک دریا بہتا ہے، جو فرات سے بھی چھوٹا ہے، گرمیوں کے زمانہ میں بارش ہوتی ہے، بارش زیادہ نہیں ہے،

خصوصاً انگوڑا بالکل نہیں پیدا ہوتے ، اس کی ”جامع مسجد“ میں ایک بیٹا رہو ، جو تمام دنیا میں اپنی آپ خال ہو ، سنگ سرخ کا بنا ہوا ہو ، جس میں تقریباً ۲۰ بیڑھیاں ہیں ،
خصوصاً اس کی بلندی خاص طور پر قابل ذکر ہو ، جو تقریباً اسکندریہ کے مینار کے برابر
ہوگی ، شیخ برہان الدین بن خلیل بڑی کوئی کا بیان ہو ، کہ یہ ۶۰۰ فٹ بلند ہو ۔

دلی دراصل متعدد شہروں کے مجموعہ کا نام ہو ، ان کی مجموعی تعداد ۲۱ ہو ، ان
میں سے ہر ایک شہر کے لیے جداگانہ نام ہیں ، ان میں ایک دلی بھی ہو ، پھر سب کے مجموعہ
کو بھی دلی کہتے ہیں ،

پوری دلی تقریباً ۲۰ میل کے دور میں ہوگی ، یہاں کے مکان ، پتھر اور اینٹ کے
ہوتے ہیں چھتیس لکڑی کی ہوتی ہیں ، سڑکوں پر سنگ مرمر کی طرح کا ایک قسم کا سفید پتھر
بچھایا گیا ہو ، مکان بالعموم دو منزلہ سے زیادہ نہیں ہوتے ، بلکہ اکثر مکان ایک منزلہ
ہیں ، مکانوں میں سنگ مرمر بچھانے کا حتی بہ جز سلطان دلی کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے ،

یہاں ایک ہزار مدارس قائم ہیں ،
مدارس ، اسپتال اور خان قایم ہیں جن میں سے صرف ایک مدرسہ خانیہ
کا ہو ، بقیہ تمام مدرسے احتانات کے ہیں ، اسی طرح ۷ اسپتال ہیں ، جو دارالشفاء کہلاتے
ہیں ، تقریباً دو ہزار خان قایم ہیں ، جہاں زائرین کا ارشاد عام لگا رہتا ہو ، بازار نہایت
کشادہ اور وسیع ہیں ، جاہ جاہام قائم ہیں ،

اولی سارے ہندوستان کا دارالسلطنت اور سلطان ہند کی جائے
شاہی محل قیام ہو ، مستقر سلطانی نہایت عالی شان ہو ، ایک وسیع سلسلہ
محلات قائم ہو ، جن میں سلطان اور حرم سلطانی کے جداگانہ مسکن ہیں ، اسی طرح سلطان
کی خواہں اور دوسرے پیش خدمتوں کے لیے بھی نہایت خوب صورت عمارتیں ہیں ، خواتین
وامراد کو مستقر سلطانی میں رہنے کی اجازت نہیں ، اور نہ محل خاص میں بہ جز اجازت

خاص اور کار خاص کے کبھی کوئی باریاب ہو سکتا ہو، اگر کبھی ضرورت پیش آتی ہو، تو لوگ شاہی محل میں بلائے جاتے ہیں، اور کام کے ختم ہوتے ہی لوٹ آتے ہیں، شاہی محل کے تین طرف مشرق، جنوب، اور شمال ہیں گرد اگر خوب صورت باغ لگے ہوئے ہیں، اور مغرب کی طرف ایک پہاڑی کے خوش نما قدرتی مناظر ہیں،

دولت آباد دو اکیر دیوگیر "دیوگرام" دولت آباد کے نام سے مشہور ہے، یہ ہندوستان کا دوسرا پایہ تخت ہے، دو اکیر دیوگیر نام کا ایک

قدیم شہر تھا، اس کو محمد تغلق شاہ نے نئے سرے سے تعمیر کرانا شروع کیا، اور قبتہ الاسلام نام رکھا، لیکن اپنے حین حیات میں اس کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکا،

سلطان محمد بن تغلق شاہ نے اس کی بنا ایک بالکل جدید طریقہ پر ڈالی تھی، مختلف قسم کے لوگوں کے لیے جداگانہ محلے قائم کیے تھے، مثلاً فوج کا ایک مخصوص محلہ تھا، وزراء کے لیے ایک جداگانہ محلہ، اہل انشا کے لیے ایک الگ آبادی، اور پھر اسی طرح قضاۃ علماء مشائخ، اور فقراء کے لیے الگ الگ محلے قائم کیے گئے تھے، پھر ہر ایک محلہ کے باشندوں کی ضروریات کی مناسبت سے مسجدیں، حمام، اور بازار کا مختلف اسلوب پر اہتمام کیا گیا تھا، اور ہر محلہ میں مختلف کارگر اور صنایع، رنگینہ رنگ ساز، بخار، اور دباغ وغیرہ بسائے گئے تھے، تاکہ کسی ایک محلہ کے رہنے والے کو کسی دوسرے محلہ میں جا کر خرید و فروخت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے، گویا ان میں سے ہر ایک محلہ اپنی اپنی جگہ مستقل ایک چھوٹا سا شہر تھا،

ہندوستان کے تین خطے اس کے بعد مصنف نے سارے ہندوستان کی آبادی کو عمومی طور پر تین قسموں اور خطوں میں تقسیم کیا ہے،

قسم اول: بلاد جزائر (گجرات)، قسم دوم: بلاد غبار (بلخار)، اور قسم سوم: بلاد معبرین، قسم اول کے ممتاز شہروں میں نلوارہ یا نروارہ (نروالہ)، کھنباہت، تانہ (تھانہ)،

صومناٹ (سومناٹ)، سندان، ناگور، جالور، اور منوری کو شمار کیا ہے، بھران میں سے ہر ایک کی ہاے وقوع طلی بلد اور عرض بلد کے ذریعہ سے، اور ہر ایک کے اہم

خصوصیات بتائے ہیں ،
 نہاوارہ (نہروالہ) کی جائے وقوع وغیرہ بتانے کے بعد لکھناہو، یہ شہر کھنایت سے بڑا ہے،
 کھنایت کے متعلق لکھناہو، کہ اس کو "انبات" بھی کہتے ہیں، اور اسی سے "انباتی" نسبت آتی ہو، شیخ مبارک انباتی اسی طرف منسوب ہیں، پھر جائے وقوع بتانے کے بعد
 کھنایت، یہ بہت بڑا شہر ہو، مکان انیسویں کے ہیں، اور شہر میں سپید سنگ خام کچھ ہوتے
 ہیں، اسی طرح تانہ نقابہ (نزد بمبئی) کے متعلق لکھناہو، یہ نہایت بخاری شہر ہو، اس
 کی زیادہ آبادی ہندوؤں پر مشتمل ہو، اور مسلمان بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں، عرب تاجروں
 کی یہاں کثرت سے آمد و رفت ہو، اور اسی لیے اس کا نام تاجروں کے طبقہ میں ہر خاص
 و عام کی زبان پر ہو، "تانشی" سے اس کی نسبت کو ظاہر کرتے ہیں، ہندوستان کا مشہور کپڑا
 "نشاب" تانشیہ "یہیں" بنا جاتا ہو،

سومناٹ کے متعلق لکھناہو، اس کو بھی بخاری حیثیت حاصل ہو، اور یہ زیادہ تر
 "بلادار" کے نام سے مشہور ہو، اس کی زیادہ شہرت اس بت کی وجہ سے ہو، جس کو
 محمود بن سبکتگین نے فتح کے وقت توڑ ڈالا تھا، پھر اسی طرح سندان، ناگور،
 جالور، اور منوری کے حالات بیان کیے ہیں، جالور کے متعلق لکھناہو، یہاں کی
 آبادی نہایت دفا شعا ہو، کہا جاتا ہو کہ جالور نے سلطان دلی سے کبھی بغاوت نہیں کی
 قسم دوم بلاد میں بلار (میلبار) کے مشہور شہروں میں ہنور، باسور، منجور

(منگلور) تندپور، شالیات (چالیات) شکلی اور کولم (موجودہ ٹراونکور میں داخل ہے)
 وغیرہ ہیں، آخر الذکر شہر میں مسلمانوں کا ایک مخصوص محلہ ہے، جس میں جامع مسجد بھی ہے،
 ورنہ اکثر شہروں میں ہندو آباد ہیں، اور اکثر شہر بھی غیر مسلم فرماں رواؤں کے قبضہ میں
 ہیں، مینبار (مالابار) کا پورا خطہ نہایت سرسبز و شاداب ہے، باغ بہ کثرت ہیں، اور
 ہر قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں، اس کے بخاری تعلقات بھی دوسرے ممالک سے بہت
 اچھے ہیں، اور مسافروں اور تاجروں کی عام آمد و رفت جاری رہتی ہو،
 بلاد منجہر میں چند مشہور شہر ہیں، جن میں پیرد اول (پیردھول) کو زیادہ شہرت

حاصل ہو، یہی یہاں کا پایہ تخت ہو، یہاں گھوڑوں کی درآمد بہت زیادہ ہو،
ہندوستان کے ان تین خطوں کے ماوراءچند ایسے شہرہ جاتے ہیں جو خاص طور پر
قابل ذکر ہیں، ان میں سے ماہورہ (متھرا) لوہور (لاہور) اور قنوج خصوصیت سے قابل
تذکرہ ہیں

ماہورہ (متھرا) کے سر بہ فلک قلعے بہت شہرت رکھتے ہیں، انھیں زیر کرنا سخت دشوار
ہو، یہاں خالص پرمیوں کی آبادی ہو،
لوہور (لاہور) بہت بڑا شہر ہو، اور بہت کچھ نفع بخش ہو، یہاں سے ممتاز اہل علم کی
ایک جماعت پیدا ہوئی ہو

قنوج لہادر کا دارالحکومت ہو، ہندوستان کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہو، لوگوں
میں اس کی آبادی اور دولت و ثروت کے متعلق مبالغہ آمیز داستانیں مشہور ہیں، کہا جاتا
ہو، کہ یہاں تین سو بازار صرف جوہریوں کے ہیں، والی قنوج کے محل کے سامنے ڈھائی
ہزار باغی، جھوٹے رستے ہیں، سونے کی کانیں بہ کثرت ہیں، تجارت کا عام بازار گرم
رہتا ہو، کشمیر اسی کے ماتحت ہو،

اسی طرح ہندوستان کا ایک خطہ قامرون (کامروپ یعنی آسام کے پہاڑوں سے گھرا
ہوا ہو، یہ وسیع سلسلہ کوہ ہو، جو ہندوستان اور چین کے درمیان حائل ہو، (سلسلہ
کوہستان ہمالیہ سے مقصود ہو)

ولایات ہند یہ سب اقلیم فرماں رواؤں دلی کے ماتحت ہیں، قاضی سرراج الدین
ہندی نے سب کو نام بہ نام گنایا ہو، وہ یہ ہیں، اقلیم دہلی، اقلیم دو اکیر (دیوگیر)
اقلیم ملتان، کرائی (کمران علاقہ سرحد) اقلیم ساٹوا، سبوتان (سیستان) و جا

۱۰ مصنف نے یہ معلومات کسی ابتدائی عربی جغرافیہ سے لیے ہیں، حالانکہ آٹھویں صدی ہجری میں یہ حالت
تمام تبدیل چکے تھے، ۱۱
۱۲ اقلیم کی تعداد ہند میں ۲۳ لکھی ہو، اور تین میں ۲۴ درج کیا ہو۔ اس لیے ۱۳ کے بجائے ۲۴ لکھا گیا۔

ہاشی (ہانسی) ، شترتی ، مغیر (کارومنڈل) ، تلنگ (گجرات) ، برون
(ہریانہ) ، عوض (اردو) ، قنوج ، کنوئی (بنگال) ، ہارہ ہار ، کرہ
کرہ یعنی دوآبہ (الہ آباد) ، لاوہ (مالوہ) ، لہاؤر (لاہور یعنی پنجاب) ، ظیم کلانور
جائنگز (جائنگز موگیر وغیرہ) ، تلنج (تلنگ) اور چمپویں اٹھیم دور سند (جہاں
اب میور کی ریاست واقع ہے) ،

پھر ان تمام اقلیموں میں ایک ہزار دو سو (۱۰۰۲) شہر آباد ہیں ، اس کے بعد ان شہروں
میں کس قدر قریب ہیں ، اس کے اعداد و شمار معلوم نہیں ، البتہ قنوج کے متعلق معلوم
ہو ، کہ اس کے ماتحت ۱۲ لاکھ گائوں آباد ہیں ،

اس کے بعد فلقتندی نے جو اہم ہند اور ہندوستان کے رہتوں کا ذکر کیا ہے ،
پھر اس جزئی تقسیم کے بعد یہاں کے حیوانات اور عام پیداوار وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے
ان حالات میں سب سے دل چسپ بیان یہاں کے جانوروں کے متعلق ہے ، لکھتا ہے :-
حیوانات | یہاں گھوڑوں کی دونسیں ہوتی ہیں ، ایک عربی اور دوسری براہین
(معمولی گھوڑے) لیکن براہین میں سے اکثر جانور بے کار ہوتے ہیں
اور اسی وجہ سے ہمسایہ ملکوں ترکستان ، بحرین ، یمن ، اور عراق وغیرہ سے گھوڑے
منگائے جاتے ہیں ، اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں عربی گھوڑے بڑی بڑی قیمتوں پر
فروخت ہوتے ہیں ،

نچر اور گدھوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے متعلق باشندگان ہند کی مخصوص ذہنیت
کا اس طرح تذکرہ کرتا ہے ،

یہاں نچر اور گدھے ہوتے ہیں ، لیکن ان کی سواری محبوب ہے ، اگرچہ عوام کبھی
کبھی سواری ہو جاتے ہیں ، لیکن معززین اور اہل علم سے کوئی بھی بھی نچر پر سواری نہیں ہوتا
لیکن گدھے کی سواری تو سخت ذلت آمیز اور باعث ننگ سمجھی جاتی ہے ، اس لیے یہ نچر
بوجھ اٹھانے کے کسی کام میں نہیں لائے جاتے ، اور معززین اور خواص کے طبقہ تو گدھوں
کو بار برداری کے کام میں لانا بھی پسند نہیں کرتے ، گدھوں کے بجائے ایسی گھوڑے اور

میل پر بوجھ لادتے ہیں ،

گائے ، بیل بھی کثرت سے ہیں ، اور کاموں کے علاوہ ان پر بوجھ بھی لادتے ہیں ،
اونٹ کم ہوتے ہیں ، صرف سلاطین ، خوانین ، احرار و وزراء اور اکابر سلطنت کے
ہیاں یہ طور شان اتنا نہ رہتے ہیں ،

چوپایہ جانوروں میں ان کے علاوہ بھینس ، بکری ، مینڈھاہو ، پرندوں میں
مرغیاں ، کبوتر ، اور وحشی جانوروں میں ہاتھی اور گینڈے کثرت سے ہیں ، اور ان
کے علاوہ جنگلوں میں ہر قسم کے درندے بھی پائے جاتے ہیں ،

اس کے بعد یہاں کی پیداوار کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہو ، اور
یہاں کے ہر قسم کے غلے ، پھل ، میوے ، اور بہتری
زرکاریوں ، وغیرہ کو نام بہ نام پوری تفصیل سے درج کیا گیا
ہو ، اور پھر اسی سلسلہ میں مختلف صنعت و حرفت اور پیشہ والوں کا تذکرہ کیا ہو ، جس میں
ارباب صنائع داخل ہیں ، اس کے بعد ہندوستان کے سکوں کا تفصیل سے ذکر آیا ہو ،
سکوں کے متعلق لکھا ہو ۔

یہاں چار قسم کے درہم رائج ہیں ، ایک ہشت گانی (مساوی آٹھ آنہ)
کے ہو ، کہا جاتا ہو ، کہ یہ مصر کے نفرتی درہم کے مساوی ہوتا ہو ، دونوں میں
بہت کم فرق ہو ، ہندوستان میں آٹھ جنبیل کا ایک ہشت گانی ہوتا ہو ، اور ایک جنبیل (مساوی)
ایک آنہ ، چار فلس (پیسوں) کا ہوتا ہو ، یعنی ۳۲ پیسوں کا ایک ہشت گانی ، ایک دوسرا سکہ
درہم سلطانی ہو ، یہ دو گانی بھی کہا جاتا ہو ، مصری درہم کا چوتھائی ہوتا ہو ، اور جنبیل
کا ایک درہم سلطانی ہوگا ، گویا آٹھ پیسوں کا ایک درہم سلطانی ہوگا ، تیسرا سکہ
ہشت گانی ہو ، یہ ہشت گانی کا نصف درجہ ہوتا ہو ، اور درہم سلطانی سے تین
درہم ہوں گے ، چوتھی قسم کا سکہ دوازدہ گانی ، یہ بھی ہشت گانی کا نصف درجہ ہوتا
ہو ، گویا ہشت گانی کے مساوی ہوتا ہو ، اور پھر ہشت گانی کے آٹھ درہم مل کر ایک
شکہ (شکہ مساوی ایک ٹروپہ) ہوتا ہو ،

پھر ہمیں سو سونے کے سکے شروع ہوتے ہیں ، سونے کے سکوں کا حساب مثقال سے ہوتا ہے ، تین مثقال کا ایک تنکہ ہوتا ہے) ، تنکہ سونے اور چاندی دونوں طرح کے رائج ہیں ، سونے کا تنکہ ، تنکہ سرخ اور چاندی کا تنکہ سپید (مساوی تقریباً ڈھائی روپیہ) اور پھر ایک لاکھ تنکہ کا ایک لک (لاکھ) ہوتا ہے ، اور یہ بھی سونے اور چاندی کے لحاظ سے سرخ و سپید کہا جاتا ہے ،

یہاں کا رطل ستر (سیر) کہا جاتا ہے ، جو ۷ مثقال کا ہوتا ہے ، اور پھر چالیس سیر پیمانہ کا ایک من ہوتا ہے ، یہاں عام خرید و فروخت وزن ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے ، ناپ رکھیں ، کا طریقہ رائج نہیں ہے ،

نرخ | ہندوستان میں عام نرخ نہایت ارزاں ہے ، ایک ہندی عالم قاضی القضاۃ کا بیان ہے ، کہ دہلی میں کام کاچ کرنے والی باندیوں کی قیمت ۸ تنکہ (روپیہ) سے زیادہ نہیں ہے ، اور جو باندیاں کام کاچ بھی کر سکتی ہیں ، اور ام دلہ بھی بہائی جاسکتی ہیں ، وہ ۵۰ تنکہ میں مل جاتی ہیں ، یہ تو بابت تخت کا حال ہے ، ورنہ دوسرے شہروں میں اس سے بھی ارزاں قیمتوں پر فروخت ہوتی ہیں ، خود سراج الدین ہندو نے ایک غلام صرف ۴ درہم میں خرید لیا تھا ، لیکن اس ارزائی کے باوجود ہندوستان میں بعض لوندیاں اپنے حسن و جمال کی قیمت میں بیس ہزار تنکہ (روپیہ) سے بھی زیادہ پاتا ہیں ، اور لوگ نہایت کشادہ دلی سے یہ قیمتیں ادا کرتے ہیں ،

شیخ مبارک انباتی نے ایک بیان میں ہندوستان کے عام نرخ کا تذکرہ کیا ہے ، جس سے آٹھویں صدی کے ہندوستان کی اقتصادی حالت کا عام اندازہ ہو سکتا ہے ان کے بیان میں نرخ کا حسب ذیل نقشہ ہے ،

(ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹۸)

۱۵ ایک عربی مثقال ایک سو جو کے ہم وزن ہوتا ہے ، جو ہندوستان کے موجودہ اوزان میں ۴۰۰

۴ رقی کے برابر ہوتا ہے ،

نام	مقدار	قیمت	کیفیت
گیہوں	فی من	ڈیڑھ ہشت گانی درہم	یعنی ۱۲ فی من
جو	" "	ایک	
چاول	" "	پونے دو ہشت گانی درہم	لیکن چاول کی بعض اچھی تسلیماتیں زیادہ تر اچھوتے ہیں
چنا	" "	نصف "	یعنی ۲۴ من
گائے اور بکری کا گوشت	۴ سیر	ایک درہم سلطانی	
بط	ایک عدد	۲ درہم ہشت گانی	
مرخی	۴ عدد	ایک "	
شکر	۵ سیر	ایک "	ایک روپیہ
بکری	ایک عدد	ایک تکرہ آٹھ درہم ہشت گانی	یہ خوب تن و مندی بکری کی قیمت بڑھ کر ہے
گائے	ایک عدد	۲ تکرہ	یہ خوب تن و مندی گائے کی قیمت بڑھ کر ہے
بھینس	ایک "	"	یعنی ۲ روپیہ

اسی طرح پرندہ کو تر وغیرہ نہایت ارزاں قیمت پر ملتے ہیں، اور ہر قسم کے شکاری جانور بھی
سمستے و ہموں پر کثرت سے ملتے ہیں، یہاں گوشت زیادہ تر گائے اور بھیر کا کھایا جاتا ہے، حالانکہ
مینڈھے بھی بہ کثرت ملتے ہیں، اس لیے سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ لوگ لحم بقدر
کھانے کے زیادہ عادی ہو گئے ہیں،

نرخ کی عام آراء اتنی | صاحب مسالک الابصار نے شیخ خجندی کا ایک بیان نقل کیا ہے
” میں اور میرے اور تین دوستوں نے دلی میں گائے کا گوشت، روٹی، اور گھی نہایت سیر
ہو کر کھایا، اور چاروں آدمیوں کے پورے کھانے کی قیمت ایک جنتیل یعنی صرف چار پیسے تھی،
اس کے بعد ہندوستان کے سلاطین اسلام کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے،
سلطین | جس میں سلاطین غزنویہ سے شروع کر کے سلطان غیاث الدین محمود کے
عہد پر ختم کیا ہے، یہی آخر ان کے سلطان اور قلعہ بندی، صاحب معج الاشیاء دونوں، ہم عصر تھے۔

سلطان محمد بن تغلق شاہ | اس کے بعد ان سلاطین اسلام میں سے اپنے دور
یعنی آٹھویں صدی ہجری کے فرمان رواے ہند
سلطان محمد بن تغلق شاہ کے عہد کو کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے، کیوں کہ شیخ مبارک
انباتی وغیرہ اسی عہد میں گذرے ہیں، اور اسی کے دربار سے وابستہ تھے، محمد بن تغلق
شاہ کے عہد حکومت کے یہ حالات ان ہی کے بیانات سے ماخوذ ہیں، اس عہد حکومت
کے حالات بیان کرتے ہوئے پہلے حکومت کے فوجی نظام اور عمال حکومت پر روشنی
ڈالی گئی ہو، پھر سلطان کے عام مشاغل دربار، سیر و شکار اور طریقہ حکومت کو بیان
کیا گیا ہو، اس سلسلہ میں لکھتا ہے:-

شاہی فوج | سلطان محمد بن تغلق شاہ (جلوس ۷۲۵ھ وفات ۷۵۲ھ)
اسی شاہی فوج نولاکھ سے زیادہ ہو، جس میں ترکی، ایرانی،
اور ہندوستانی وغیرہ مختلف قومیں ہیں، فوج نہایت زرق برق لباس میںلبوس
اور نہایت شان و شوکت سے عربی گھوڑوں پر سوار رہتی ہو، شاہی فوج کے
عہدے بہ ترتیب یہ ہیں، خونین، لوک، احرار، سپہ سالار اور سپاہی،
ان تمام عہدے داروں کے ماتحت مختلف تعداد میں فوج ہوتی ہو، جس کا نقشہ
حسب ذیل ہو،

(۱) خان (۱۰۰۰۰) دس ہزار سوار (۲) ملاک (۱۰۰۰) ایک ہزار سوار
(۳) امیر (۱۰۰) سو (۴) سپہ سالار (۱۰۰) سو سے کم
خاص بارگاہ سلطانی میں ۸۰ سے زیادہ خونین حاضر رہتے ہیں، چھوٹے عہدہ
سپہ سالار وغیرہ بارگاہ سلطانی میں خود حاضر ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے، او
حسب ضرورت وہ بھی بلند مرتبہ عہدہ داروں کے فرائض انجام دیتے ہیں،
میدان جنگ میں سلطان کے سرپرست حیر لگائے
سلطان حالت جنگ میں | عباتے ہیں، جن میں سے وہ خصوصیت کے ساتھ

نہایت مرصع مطلقا اور نہ ہب ہوتے ہیں ، جنگ کا نقشہ یوں ہوتا ہے ،
 سلطان خود قلب فوج میں ہوتا ہے ، اور اس کے گرد اگر دائرہ و علما و اوران
 کے بعد تیر انداز پرے جمائے کھڑے ہوتے ہیں ، پھر سلطان کے دو بازوؤں پر ہینہ
 میسرہ بنائے جاتے ہیں ، اور اس کے سامنے ہاتھیوں کا جھنڈ ہوتا ہے ، ہاتھیوں پر
 برجوں سے ڈھکے ہوئے آہنی ہودج رکھے جاتے ہیں ، جن پر تیر انداز سوار رہتے ہیں
 اور پھر ان ہی برجوں کے ہر سمت میں سوراخ بنے ہوتے ہیں ، جن سے تاک تاک کر نشانے
 لگائے جاتے ہیں اور ان ہی ہودجوں میں روغن لفظ ہوتا ہے ، جو شیشہ کی ٹنگیوں سے
 دشمنوں پر اچھالا جاتا ہے جس سے شعلے پیدا ہوتے ہیں ۔

ملازمین بارگاہ سلطانی | اس شاہی فوج کے علاوہ ایک متعین تعداد ملازمین
 بارگاہ کی ہوتی ہے ، جو اتنا مال امر کے لیے ہمہ وقت
 محل شاہی کے گرد موجود رہتے ہیں :-

ترکی غلام دس ہزار (۱۰۰۰۰) خواجہ سرا دس ہزار (۱۰۰۰۰)
 خزانہ دار ایک ہزار (۱۰۰۰) بشمقداد ایک ہزار (۱۰۰۰)
 ہر کاب غلام (باڈی کاڈ) دو ہزار (۲۰۰۰) یہ اہلچہ سے آراستہ ہمہ وقت
 ساتھ رہتے تھے ،

شاہی فوج اور ملازمین بارگاہ کی تمام تنخواہیں دیوان سلطانی سے ادا ہوتی تھیں
 عمال شاہی میں ایک وزیر اعظم ہے ، جس کے چار سکریٹری (کاتبین)
 عمال شاہی | ہوتے ہیں ، جو ملکی زبان میں دیبہ کہے جاتے ہیں ، اور پھر ہر دیبہ
 کے ماتحت ۳۰۰ نشینی ہیں ، جنہیں عدالت شاہی میں سب سے بڑا عہدہ وارتقاضی تضاۃ
 ہے ، جو نہایت بلند مرتبہ رکھتا ہے ، اس کے ماتحت محتسب ، شیخ الشیوخ اور ۱۲۰۰
 اہلکار ہیں ،

ان کے علاوہ سلطان کے عام درباری اور حاضر باش عہدہ دار اور
 اہل مناصب حسب ذیل ہیں :-

نام	تعداد	کیفیت
بازو دار	۱۰۰۰	شکار کرنے والے جانوروں (بازو وغیرہ) کو
سواق شکار (مہنگانے والے)	۳۰۰۰	گھوڑے، بھائیے رکھتے ہیں، شکار مہنگانے ہوئے پھر بھرنے لگاتے ہیں
ندیم (مصاحب)	۵۰۰	
معنی و مغنیات	۱۲۰۰	ان میں سے ایک ہزار غلام فن موسیقی پر پورا
شعرا	۱۰۰۰	کمال رکھتے ہیں عربی، فارسی، اور ہندی زبان میں شاعری کرتے ہیں،

جاگیر اور تنخواہیں	ان تمام عہدے داروں، اہل مناصب، اور درباری
مستوبین کی مختلف جاگیریں اور تنخواہیں مقرر ہیں، جو خاص دیوان سلطانی سے ادا ہوتی ہیں، ممتاز عہدے دار اور اہل مناصب کی تنخواہیں اور جاگیریں حسب ذیل ہیں	
نام عہدہ	جاگیر یا تنخواہ
نائب کبیر	جاگیر ایک صوبہ
خان	تنخواہ ۲ لاکھ تنگہ (روپیہ)
امیر	۴ ہزار سے ۱۰ ہزار تنگہ تک،
سپہ سالار	۲ ہزار روپیہ
سپاہی اور چھوٹے عہدہ دار	ایک ہزار تنگہ سے ۱۰ ہزار تک،
ملوک	ایک ہزار تنگہ سے ۵۰ ہزار تک،
غلام	دس (۱۰) تقریبی تنگہ (ایک تنگہ ڈھائی روپیہ یا نانہ
	۲ من گیہوں اور جاول اور ۳ سیر گوشت روزانہ
ارباب قلم ہیں سے حسب ذیل عہدہ داروں کی حسب ذیل تنخواہیں اور جاگیریں ہیں	
وزیر اعظم	جاگیر ایک صوبہ
دبیر	۲۴ شہر
دفتری کبیر	رہنڈہ ایک (تنخواہ ۱۰ ہزار تنگہ

اتقاضی قضاۃ (صدر جہاں) جاگیر ۱۰ لاکھوں جن کی آمدنی کم از کم ۶۶ ہزار تنکے ہوتی ہو،
 شیخ الشیوخ " " " " " " " "
 محتسب ایک لاکھوں جن کی آمدنی ۸ ہزار تنکے ہوتی ہو،
 ندیم ایک یا دو لاکھوں جن میں سے ہر ایک کی آمدنی ۱۲ ہزار سے
 ۲۰ ہزار تنکے تک ہوتی ہو،

لیکن ان تمام عہدہ داروں اور اہل مناصب کے جملہ ذاتی اخراجات خورد و نوش،
 پیشکش اور سواری کا سارا بار شاہی مطبخ اور شاہی خزانہ پر ہوتا ہو، علاوہ ان کی کبھی
 کبھی مختلف موقعوں پر مختلف اہل مناصب کو خلعت ہائے فاخرہ سے بھی سرفراز کیا جاتا ہو
 شاہی محل میں دو دسترخوان ہیں، ایک دسترخوان عام ہو،
شاہی دسترخوان جس پر ۲۰ ہزار اکابر ملک، خاندان، لوگ، اُمراء اور ممتاز
 عمال حکومت روزانہ کھانا کھاتے ہیں، دوسرا دسترخوان خاص ہو، وہ مخصوص سلطان
 ہند کا ہو، دسترخوان پر سلطان کی معیت میں صرف ۲۰۰ علماء و فقہا شریک طعام ہوتے
 ہیں، اور دسترخوان ہی پر سلطان کے سامنے مختلف علمی و مذہبی مباحث پر سرگرم گفتگو
 ہوتی ہو،

شیخ ابوبکر بن خلّال بیان کرتے ہیں، کہ انھوں نے شاہی محل کے باورچی سے روزانہ
 کے ذیچوں کی تعداد دریافت کی تو معلوم ہوا کہ ۲۵۰۰ گائیں، ۱۰۰۰ بکرے روزانہ
 ذبح ہوتے ہیں، ان کے علاوہ دسترخوان پر مختلف قسم کے پرندوں کے گوشت بھی
 ضرور ہوتے ہیں،

سلطان ہفتہ میں ہر سہ شنبہ کو دربار عام منعقد کرتا ہو،
ہفتہ وار دربار اس دربار کے لیے ایک بہت بڑا وسیع ایوان مخصوص ہو
 جو ہر قسم کے تکلفات سے آزاد و پیراستہ رہتا ہو، صدر میں ایک نہایت بلند صحن
 تخت، زیور نگار بچھا ہوتا ہو، سلطان اسی پر جلوں کرتا ہو، دائیں بائیں ارباب حکومت
 ایجاد ہوتے ہیں، بیعت پر ہتھیار بند سلیم وار اور سامنے ارباب وظائف و اہل

مناصب حسب حیثیت و مرتبت کھڑے ہوتے ہیں ، بیٹھنے کی اجازت صرف صدر و جہاں
یعنی قاضی القضاۃ اور خوانین کو ہوتی ہو ، اور ان کے دیر بھی اپنے اپنے دفن و تر
سنبھالے موجود ہوتے ہیں ،

دربار کے افتتاح کے موقع پر ایک نقیب بہ آواز بلند پکارتا ہو ، ”مفلوین اپنی فریاد
سنائیں “ ”اہل حاجت اپنی ضرورتیں پیش کریں“ ، جسے کوئی شکایت ہو ، یا ہر وہ شخص
جو حاجت مند ہو اس کے لیے اذن عام ہو کہ حاضر حضور ہو جائے ، نقیب کے خاموش ہونے
ہی اہل غرض بلا تکلف سامنے آجاتے ہیں ، اور سامنے کھڑے ہو کر نہایت صفائی سے حالات
بیان کرتے ہیں ، اثنائے بیان میں کسی کو کسی کے روکنے کی مجال نہیں ، حالات سن کر سلطان
خود فرمان قلم بند کرتا ہو ،

سلسلہ سل و رسائل | سلطان کے سلسلہ سل و رسائل اور پچھ نو سبھی کا نظام
نہایت عمدہ ہو ، اور اس کی مختلف قسمیں ہیں ، مثلاً ملک
کی عام رعایا کے درمیان چند ایسے افراد مخصوص ہوتے ہیں ، جو عام حالات سے آگاہی
حاصل کرنے پر مامور ہوتے ہیں ، اور وہی لوگ اپنے اعلیٰ افسروں تک ہر قسم کی خبریں
پہنچاتے ہیں جو بہ تند و تیز سلطان تک پہنچا دی جاتی ہیں ،
دور دراز ممالک سے سلطان تک جلد تر خبر پہنچانے کا انتظام نہایت معقول ہو ،
تمام ممالک سے قصر سلطانی تک پختہ سڑکیں بنائی گئی ہیں ، جس کے ذریعہ سے مسر و شام
کی طرح ڈاک کا نہایت عمدہ انتظام ہو ، اگرچہ ان ممالک میں ڈاک کا انتظام اس لیے
زیادہ بہتر ہو ، کہ آبادیاں ایک دوسرے سے دور نہیں ہیں ، لیکن ہندوستان کی حالت
اس سے مختلف ہو ، وہاں نہایت دور دور پر آبادیاں قائم ہیں ، لیکن اس دشواری کے
باوجود ہر چار فرلانگ پر ایک مکان بنا ہوا ہو ، اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک
پہنچنے کے لیے دس دس ہرکار سے مقرر ہیں ، جو خطوط ، قرائین ، اور دوسری مرسلہ انبیاء
نہایت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں ، اور پھر اسی ترتیب سے نہایت
سرعت کے ساتھ وہ ڈاک قصر شاہی اور قصر شاہی سے دوسرے مقام تک پہنچ جاتی

ہو، ڈاک کے اس راستہ میں ہر جگہ مناسب موقع سے مسجدیں، بازار اور کنوئیں موجود ہیں،

شاہی سفر بڑے تزک و احتشام سے انجام پاتا ہے، ایک شخص گھوڑے پر سوار تاج شاہی پر چتر لگائے رہتا ہے، سلاح دار زرق برق۔

شاہی سفر لباس میں بلبوس اپنے چمکیلے ہتھکڑیاں پہنے ہوئے سواری کے پیچھے ہوتے ہیں، دہلی میں تقریباً ۱۲ ہزار خدام باپادہ رہتے ہیں، سواری کے آگے طبل بجاتا رہتا ہے، طبل میں ۲۰۰ نقارے، ۲۰ کوس، ۲۰ بوق، اور ۱۰ چنگ ہوتے ہیں، سلطان کے ساتھ دوسرے اعیان حکومت اپنے اپنے امتیازی جھنڈوں کے ساتھ ہم رکاب ہوتے ہیں بعض خدائین کو سات سات جھنڈوں کے رکھنے کی اجازت ہوتی ہے، ان اعیان حکومت کے چند دیگر امتیازات خصوصی بھی ہوتے ہیں، مثلاً خدائین عام طور پر دس کوئل گھوڑے اپنے ہم رکاب رکھ سکتے ہیں، اور امراد کو صرف ۳ کوئل گھوڑوں کی اجازت ہوتی ہے،

شکار شکار میں سلطان کی بالکل جداگانہ شان و شوکت ہوتی ہے، وہ خود تو نہایت معمولی لباس میں بلبوس رہتا ہے، لیکن ایک لاکھ سوار اور دوسو ہاتھی

اس کے ہم رکاب رہتے ہیں، شکار کے سلسلہ میں قابل نقل و حرکت "محل خاص" طور پر تیار کے قابل ہے، یہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ آہستہ و پیراستہ قصر ہوتے ہیں،

میدان میں دو منزلہ کھڑے کیے جاتے ہیں، اور محل کی پوری عمارت زر کار و شیشی پردوں سے ڈھکی ہوتی ہے، اس کا سامان دو سو اونٹوں پر بار ہوتا ہے، اور دیگر خیمہ و خرگاہ

جو شکار کے لیے مخصوص ہیں، اس کے علاوہ ہیں، لیکن جو سفر محض تفریح کی خاطر ہے، ان میں تقریباً تیس ہزار سوار اور ایک ہزار کوئل گھوڑے ساتھ ہوتے، جو جو

دیا قربت کے بل بوتوں سے آہستہ ہوتے ہیں،

سلطان و عمال سلطانی کے محلات شاہی میں سے ایک عظیم الشان قلعہ میں حکومت کا صدر دفتر ہے، بارگاہ سلطانی

میں کسی کو ہتھیار بند حاضر ہونے کی اجازت

نہیں، یہاں تک کہ معمولی چھتری بھی اقد میں نہیں رکھی جاسکتی، سلطان خدسات دروازوں کے اندر بیٹھتا ہو، بار یاب ہونے والوں کو پہلے ہی دروازہ پر سوار ہوں سے اتر جاتا پڑتا ہو، صرف چند مخصوص اہل مراتب چھ دروازوں تک سوار ہاسکتے ہیں، لیکن یہ محض معدودے چند افراد کو خصوصیت حاصل ہو، پہلے دروازے پر بوق و طبل کا اہتمام ہوتا ہو، جب معزز عمدہ دار حاضر بارگاہ ہوتے ہیں، تو ان کی شان انبیاء کے لیے وہ بجائے جاتے ہیں، قصر شاہی کا ساتواں دروازہ صرف ایک مرتبہ کھلتا ہو، لوگ جیسے جیسے آتے جاتے ہیں، ساتویں دروازے پر کھڑے ہوتے جاتے ہیں، جب شرف حضوری رکھنے والوں میں سے ہر ایک شخص آجاتا ہو، تو خاص تہام سے وہ ساتواں دروازہ بھی کھول دیا جاتا ہو، تو سب لوگ ایک ساتھ بار یاب ہو کر آداب شاہی بجالاتے ہیں، پھر جن اہل مناصب کو بیٹھنے کی اجازت عطا ہوتی ہو، وہ حسب مرتبت نشستوں پر بیٹھ جاتے ہیں، اور بقیہ تمام اشخاص سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں، باریابی کے ان آداب و مراسم کی ادائی کے بعد ہر شخص اپنے اپنے دفتر میں اپنی اپنی جگہوں پر چلا جاتا ہو، اور دروازہ کے کام میں مصروف ہو جاتا ہو، ان عمال شاہی میں سے وزیر اعظم، قاضی القضاۃ، اور دیروں کی نشستیں علیحدہ کمروں میں سلطان کی نگاہ سے اوجھل ہوتی ہیں،

اس کے بعد مختلف حاجب اپنے اپنے فسر علی کی خدمت میں آتے ہیں، اور آداب مظالم اور مظلوموں کے تمام مقدمات کی سلیس تفصیل سے پیش کرتے ہیں، پھر وہ فسر علی ان تمام مسلوں کو سلطان کے سامنے پیش کرتا ہو، اور سلطان مطالعہ اور غور و خوض کے بعد اپنے احکام ثبت کرتا ہو، پھر سلطان کے اٹھ جانے کے بعد حاجب علی تمام کاغذات و دیروں کے رد و رد پیش کرتا ہو، اور وہی احکام سلطانی کو نافذ کرتے ہیں، سلطان شاہی ۱۰ فرسے اٹھ کر ایک دوسری نرم خاص میں آتا ہو، یہاں غدار

ماہرین فن، اور آداب ادب صحیح رہتے ہیں، اور سلسلہ بحث و مناظرہ جاری ہوتا ہو، اور پھر سب لوگ ہمیں سے کھانے پر جمنے ہوتے ہیں، اس کے بعد ہر شخص اپنی اپنی اولیت کا

پر چلا جاتا ہو، اور سلطان قصر شاہی میں جا کر آدم کرتا ہو،

محمد بن تغلق شاہ کا عہد حکومت | شیخ مبارک انبائی سلطان محمد بن تغلق شاہ
کے شان و شوکت، جاہ و جلال اور قدم

دختم پر عام طور سے یوں تبصرہ کرتے ہیں،

”دوسرے شاہی اپنے عظمت و جلال اور قوانین شاہی اپنے عدل و انصاف اور نظام حکومت

اپنے ضبط و نظم میں ساری دنیا میں بے نظیر ہیں، دنیائے اس سے پہلے صرت و نظار سے

دیکھے تھے، اکابر، سکندر و ذوالقرنین کے وقت میں اور دوسرے ملوک شاہ بن

الپ ارسلان کے عہد میں، اور اب وہی شان و شوکت، جاہ و جلال اور کرد و فر

محمد بن تغلق کے عہد حکومت میں ہندوستان میں نظر آتا ہو“،

ردممبر شاہ

عیدین کے مراسم اسلامی ہند میں

ہر قوم اور مذہب کی اجتماعی زندگی میں چند ایسے دن پائے جاتے ہیں جو قومی اور مذہبی حیثیت سے ان کی خوشی کے دن ہوتے ہیں اور اس دن پوری قوم دلی جوش اور ولولہ سے خوشی مناتی ہے۔

یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص مسلسل کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے وہ کسی وقت دفعۃً کام چھوڑ کر کسی خطرناک حرکت میں مشغول ہو جاتا ہے جس سے اس کی پچھلی مشغولیت اور اس کے بعد کے کرنے والے کام میں ایک فصل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کی تفکیر دور ہو جاتی ہے، اور وہ اپنے قومی کو سمیٹ کر نئی قوت اور تازگی سے کام شروع کر دیتا ہے، جو حال افراد کا ہوتا ہے، وہی جماعتوں اور قوموں کا ہے، قوموں کی زندگی مسلسل طور پر اپنی جدوجہد میں لگی ہے، اور اجتماعی حیثیت سے کسی راہ پر جا رہی ہے، اس لیے اسے بیدار کرنے اور اس میں نئی قوت اور تازگی پیدا کرنے کے لیے ایک کروٹ لینے کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ بھی اپنی پچھلی دائرہ زندگی میں فصل پیدا کرے، اور نئے جوش اور ولولہ سے نئی راہ پر چلنے کے لیے تیار ہو جائے، اسی روز فصل کو مختلف قوموں اور ملتوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، اور جشن کی صورت میں، عہد و عہد سے منایا جاتا ہے،

عیدین کے مصالح | انام میں پچھلی ہفتوں کی طرح سال کے دو موقعوں پر جشن منایا جاتا ہے، ایک عیدین مقرر کیا گیا ہے، اور جس طرح پچھلی ہفتوں

میں ان کی قومیت، ملت اور زبان کے اعتبار سے انجم و تقویٰ کی یاد منانے کے لیے وہ دن مقرر کئے، اسی طرح اسلام نے بھی دو ایسے موقعوں کی یاد منانے عام کر دی ہے جن سے منانے کا حکم دیا، دونوں عید فطر اور عید الفطر ہیں،

اس کے ساتھ اسلام نے ان دونوں عیدوں کے منانے میں مسلمانوں کے لیے

مختلف قسم کے دینی، معاشرتی، اور اجتماعی فوائد ملحوظ رکھے ہیں، مثلاً

(۱) مسلمانوں کے لیے قومی و ملی حیثیت سے سب سے زیادہ مبارک دن وہ ہو جس دن قرآن پاک اس زمین پر اتر اس کے ذریعہ سے باطل مٹا گیا، اور حق کا بول بالا ہوا، جل کی تاریکی چھٹ گئی، اور علم کی روشنی پھیلی، اور انسان نے سیدھی اور سچی راہ پر چلنا سیکھا، اس لیے اس کو قومی مسرت کا باعث قرار دیا گیا، روزے اس ماہ مبارک میں فرض کیے گئے جس میں قرآن پاک نازل ہوا اور پھر ان کی ادائی کے شکر میں جشن عید منانے کا حکم دیا گیا، فرمایا:-

ولتکبروا لله على ما هداكم (بقرہ - ۲۲)

(۲) عید اضحیٰ کے ذریعہ سنت ابراہیمی کی یاد تازہ کی جاتی ہو کہ انہوں نے حق کی راہ میں اپنی عزیز اولاد کی گردن پر اپنے ہاتھ سے چھری پھیر دینے میں تامل نہیں کیا، اور دنیا کو سبق سکھایا کہ حق کے آگے عزیز ترین اولاد تک کو قربان کر دینا چاہیے، اور اسی قربانی سے حق کے علم بردار نے غرودی طاقت پر فتح پائی، اس لیے بے مثال خدائیت کے اعزاز میں اس دن کو مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن قرار دیا گیا، ارشاد ہوا:-

وقد بينا بذي بح عظيم (صافات)

(۳) دین فطرت کا ظہور عرب کی بے آب و گیاہ زمین سے ہوا تھا۔ خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لاکر اس دین کو پائیدار بنائیں تاکہ پہنچایا، اور مکہ میں خدا کا جو سب سے پہلا گھر بنایا گیا، دینی حیثیت سے اس کی مرکزیت کی تصدیق فرمائی، اور سہماحت کھنے والوں کے لیے اس کی زیارت کرنا فرض ٹھہرایا، حکم دیا گیا،

يا ايها الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا

(آل عمران ۱۰)

ہم، بہت سے گھر میں مختلف ملکوں اور گروہوں کے ایک جگہ جمع ہونے اور دین

اور دنیا کے مسئلوں پر تبادلہ خیال کرنے سے اسلام کو اجتماعی حیثیت سے فائدہ پہنچانے ، مسلمانوں کی باہمی اصلاح کرنے اور مختلف ملکوں کے مسلمانوں کی ضرورتوں سے ایک دوسرے کے باخبر ہونے کے موقع حاصل ہونے کے امکانات رکھے گئے۔

فاجعل اقدرة من الناس يتوحي اليهم (ابوابیم - ۶)

(۵) اسلام نے عالم گیر سادات اور برادری اور انسانی ہمدردی کی دعوت دی ہے عین کے تہواؤں کے ذریعے سے اس نے اس مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش بھی کی ہے، ان تہواروں کو امیر اور غریب ، دولت مند اور فقیر سب کے لیے یکساں خوشی کا دن بنایا اور ان موقعوں پر ان دونوں طبقوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کی کوشش کی جشن میں ہم رنگ ہو کر ملنے جلنے کے موقعے ہم پہنچائے ، امیروں کی دولت میں سے اس خاص موقع پر ایک مقرر رقم غریبوں کے لیے نکالنے کا حکم دیا ، عید فطر میں صدقہ ، فطر کے نام سے ہر استطاعت رکھنے والے پر غلہ کی ایک مقدار یا اس مقدار کی قیمت نقد رقم کی شکل میں نکال کر غریبوں میں بانٹنے کا حکم دیا ، عید اضحیٰ میں قربانی کے گوشت میں سے ایک حصہ غریبوں کے لیے خاص کر دیا ، اور تاکید کی کہ اگر وہ حصہ انھیں دے نہ دیا جائے ، تو دراصل قربانی ادا نہ ہوگی ، شریعت نے عیدین کے تہواروں میں بیورسی قسم کی بہت سی مصالحتیں نہایت رکھی ہیں ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ان مصالح پر اجمالی نظر ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:-

عیدین کی بنیاد یہ ہے کہ ہر قوم میں ایک دن ایسا ہوتا ہے جس میں وہ زیب زینت کرتی ہو ، اور اپنے گھروں میں کسی زیب زینت میں نکلتی ہو ، یہ اکیلے کسی روش ہو جس سے عرب عجم کی کوئی قوم خالی نہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ دونوں میں کھیل کو کر رہے تھے ، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ دو دن کیسے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان دونوں دنوں میں کھیل کو کرتے تھے ، ارشاد ہوا کہ خدا نے ان کو ان دونوں سے بہتر دنوں سے بدل دیا ، اور وہ دونوں عید اور بقر عید کے دن ہیں ۛ

کہا جاتا ہو، کہ وہ دونوں دن نوروز اور ہر ماہ کے تھے لیکن وہ اس لیے بدل دیے گئے، کہ لوگ جو عید مناتے ہیں، اس کا سبب یا تو یہ ہوتا ہو کہ اس وقت شعائر دین کا بول بالا ہوتا ہو، یا کسی پیشوائے مذہب کی توفیق سے ہوتی ہو، یا اسی قسم کا کوئی اور سبب ہوتا ہو، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ اگر اہل مدینہ کو اسی روش پر چھوڑ دیا گیا تو اس سے یا تو کسی جاہلی اخلاص کا بول بالا ہوگا، یا انما تو ان جاہلیت کی کسی منت کی ترسیل ہوگی۔

اس لیے آپ نے ان کو ایسے دو دنوں سے بدل دیا جن سے ملت ابراہیمی کے شعائر کا بول بالا اور ان دنوں میں زریب زینب کے ساتھ ذکر خدا اور اطاعت الہی کے چند بڑے بھی شامل کر دیے تاکہ مسلمانوں کا اجتماع محض اہل واپس کے لیے نہ ہو اور نہ ان کا کوئی اجتماع اعلیٰ کلمۃ اللہ سے خالی نہ ہو ان میں ایک دن تو وہ ہے جب وہ لوگ روزہ کا فایز ہو چکے ہیں اور ایک قسم کی زکوٰۃ ادا کر چکے ہیں اس لیے ایک تو طبعی خوشی ہوتی ہو، کہ جو چیز امن پر خالق تھی، اس سے فرغت حاصل ہو گئی، اور فقیرانہ نے صدقات لے لیے، دوسرے عقلی مسرت ہوتی ہو، کہ خدا نے جو چیز ان پر فرض کی تھی اس کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اور ان کے اہل و عیال کو مدد سے سال نیک کھڑکھڑا کر ان پر احسان فرمایا۔

دوسرا دن وہ ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمعیل کو ذبح کرنا چاہا، لیکن خدا نے اول دن پر احسان کیا، کہ ان کے بدلے ایک دوسرا خدیہ لے لیا، اس طرح اس دن ملت حنیفہ کے پیشواؤں کی یاد تازہ ہوتی ہو، اور خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی اور صبر کا ان سے سبق لیا جاتا ہو ان دن میں نمرہ جنگیہ خاص طور پر بے بند کرنے کا حکم دیا گیا، کیوں کہ اس میں حاجیوں کی مشائخہ ان کی عزت اور وہ جس حال میں ہیں اس کی طرف خوں کا بھی اظہار ہوتا ہو، اس لیے تکبیر کو تباہ نہ ہو، اور خدا نے اس آیت میں اس کا حکم دیا ہو، وانکبر اللہ علی ما عبادکم یعنی خدا نے تم کو روزے کی جو توفیق عطا فرمائی ہو، یہ اس کا شکریہ

اس لیے قربانی کرنا اور ایام نبی میں باوجود بیکسیر کرنا مسنون فرمایا، اور شخص قرانی کرنا چاہتا ہو، اس کے لیے یہ سب پھر ایا کہ بال نہ نوٹ وائے اور نماز اور خطبہ کو مسنون کیا تاکہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع خدا کے ذکر اور شعائر دین کی سرپرستی سے خالی نہ ہو،

اس کے ساتھ شارع نے شریعت کے مقاصد میں سے چند چیزیں اس میں ملا دیں وہ یہ کہ ہر عورت کے لیے ایک جگہ نمود کی ضرورت ہوتی ہو، جہاں جمع ہو کر وہ اپنی شوکت اور اپنی تعداد کی کثرت کی نمائش کر سکیں اس لیے تمام لوگوں کو عید گاہ میں جانے کو مستحب کیا گیا، یہاں تک کہ بچوں، بوڑھی عورتوں، جوان اور کم سن لڑکیوں کے نکلنے کی بھی اجازت دی گئی، اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ جانے اور آنے میں رستے ملتے تھے، تاکہ مختلف امتوں کے لوگوں کی نظر سے مسلمانوں کی شوکت کا نظارہ گزرے، اور ان کے عید کا اصل زیب و زینت تھی، اس لیے خوش پوشی اور گانے بجانے کے تقریبی سامانوں کی اجازت دی گئی۔

عیدین کے موقع پر تفریحی اشغال اور ان کو حشیم پوشی
 اسلام کی عملی زندگی میں اول و اولیٰ تفریحی مشغلوں کی گنجائش نہیں، مگر صیاکہ اقتباس بالابن شاذانہ لکھتا ہے، عید کے موقع پر تفریحی مشغلوں کی طرف توجہ دینی کی گئی ہو، حشیم پوشی کا اپنی عید کے دن گانا بجانا، حضرت عائشہ صدیقہ کا گانا شادکھنا، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گانا شادکھنا، حدیث شامی و قسری، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو کتاب عیدین میں ایک خاص باب بندھ کر درج کیا ہو، پھر امام بخاری نے اہل اسلام کے لیے عید منانے کا طریقہ کے عنوان سے ایک باب **اسلام میں عید منانے کا طریقہ** بندھا ہو، اور اس میں حسبِ اہل و عیال کی ہر ایک

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ فیتہ پڑھتے سنا، اپنے فرمایا کہ آج کے دن ہم سب سے پہلے جو کام شروع کریں گے، وہ یہ کہ ہم نہ پچھیں گے، پھر ہم دوسرے جگہ قربانی کریں گے، جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقہ کو پورا کیا،

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ابو بکرؓ نے اور ہمارے پاس انھار کی دو ہادیاں ہتھار

گزارہی تھیں، جو انھارے ہواٹ کی ٹرائی کے متعلق کہے تھے، اوپر دونوں باندیاں غیبی نہیں تھیں، دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا پیشہ طانی مرز میر رسول اللہ کے گھریں" اور وہ دن عید کا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابوبکرؓ سے جواب میں) فرمایا اے ابوبکر! ہر قوم کے لیے عید کا دن ہوتا ہو، یا پھر مایاکہ "یہ ہماری عید کا دن ہے"

حافظ ابن حجر نے ان حدیثوں پر غنا اور مہلب کے رد میں لمبی بحث کی ہو، تاہم انھوں نے یہ قرار کیا ہو کہ ان حدیثوں سے یہ ظاہر ہوتا ہو، کہ عیدوں میں خوشی کا ظاہر کرنا دین کے شعائر میں سے ہو

عید منانے کی اصلی غایت

الحجۃ اللہ البالغہ، صحیح بخاری اور فتح الباہی کے ان قباہوں سے یہ ترازہ ہوگا کہ مسلمانوں کے ان دونوں تہواروں میں دو چیزیں

شامل ہیں۔

(۱) دین اور شعائر دین کو سربلند کرنا۔

(۲) اجتماعی حیثیت سے جشن مسرت منانا، چنانچہ مسلمان اپنی ترقی کے زمانہ میں حبش کی سلطنت کو عروج تھا، پوسے جوش و خروش سے عید مناتے تھے، اور اس میں اسلام کے تہواروں کے حقیقی منشا کے پہلو نمایاں ہوتے تھے، اگرچہ دولت ثروت کی بہتات سے ابو ولحب و قنفر بھی مشاغل صدمہ فرما رہے تھے، مگر یہ بھی اسلامی تہواروں کے دوسرے حقیقی منشا نظر انداز نہ ہوتے تھے، مسلمان مؤرخین اور ریاچوں نے مختلف ملکوں کے حالات میں ہاں عید منانے کے طریقوں کو تفصیل سے بیان کیا ہو، خصوصاً مکہ معظمہ، دمشق، مصر، اور خراسان و غیرہ میں عید کے جشن بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے تھے، عید سے ایک دن پہلے ہزاروں چٹے کپڑے خلعت کے طور پر تقسیم کیے جاتے، عید کے دن سلاطین چٹے تنزک احتشام سے شاہی محل سے نکلنے اور جلوس کی شکل میں عید گاہ جاتے، وہیں آکر دربار متحد کرتے، امراء سے نذر قبول کرتے، اور غریبوں میں ہزاروں لاکھوں روپے تقسیم کرتے، عید کی دعوت بڑی دھوم دھام سے ہوتی، اور فقرا اس کی کھانسی تقسیم کی جاتے، ہزاروں بکریاں اور بٹھروں کی قربانی کی جاتی، اور گوشت عورتوں میں بچہ ہوتا، اور غریبوں میں بانٹا جاتا، عید سے عید سے فرقوں کے ساتھ مختلف ملکوں میں یہی طریقہ رائج تھے،

۱۔ بخاری الثابت ابیہدین باب منقہ العیدین لابل الاسلام ۱۵ فتح الباری ج ۲ ص ۴۶ تا ۳۷۱

ہندوستان میں عید کے ہتوار مشہور سلطان سیاح ابن بطوطہ آٹھویں صدی ہجری میں سلطان محمد بن تغلق کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا، اس نے یہاں کی عید کے جشن کے چشم دید حالات اپنے سفر نامہ میں لکھے ہیں، جن سے ہندوستان کے عہد اسلامی میں سلطان سلاطین کا عید کی خوشی منانے کے طریقوں کا حال معلوم ہوتا ہے، ہندوستان کی تاریخ نے لی جی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ دل چسپ ہو گا۔

خلعت کی تقسیم چنانچہ دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی سلطان عید کے خلعت سے خاص و عام کو سرفراز کرتا تھا، اور خلعت عید کی صبح طلوع ہونے سے پہلے لوگوں کے پاس بھیج دیا جاتا تھا تاکہ وہ شاہی خلعت میں لباس ہو کر عید کے مراسم میں شریک ہو سکیں، ابن بطوطہ لکھتا ہے :-

”سلطان نے عید کی رات کو امیروں، خواہوں، سلطنت کے معززوں، حاشیہ نشینوں، عہدہ داروں، نقیبوں، فہرہ داروں، غلاموں اور پرچہ نویسوں کے پاس دستور کے مطابق عمومیت کے ساتھ خلعت بھیجی۔“

عید کا شاہی جلوس اس کے بعد اس نے عید کی صبح سے شب تک دل چسپ نظارہ قلم بند کیا ہے، وہ لکھتا ہے

جب عید کی صبح آئی تو سب ہاتھی، بیل، گھوڑوں اور سونے اور جواہرات سے منواریے گئے ان میں سے ۱۶ ہاتھی خاص شاہی سواری کے لیے تھے ان پر کوئی سوار نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ ہر ہاتھی کے اوپر جوہرات سے صاع لیشیم کا چتر تھا، اور بہتر سونے کے ٹکڑوں ڈنڈے ہیں اُسے تھے اور ہر ہاتھی پر جوہرات کے ٹکڑے لیشیم لگے کچھ بٹے تھے، ان میں سے ایک ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا ہو بادشاہ کی سواری کے آگے غلاموں کی پادشاہ صف ہوتی ہو، ہر سو پر مٹلا کلاہ شاہیہ پہنے رہتے ہیں اور ان کی کمر میں بھی مٹلا کلاہ بندھی رہتی ہو، غلاموں کی صف کے بعد قرباتین کی تعداد میں نقیب ہوتے ہیں، جو پوستین کی مٹلا کلاہ اوڑھے رہتے ہیں، اور ان کی کمر میں مٹلا کلاہ پٹی ہوتی ہو اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے دستہ کی چابک ہوتی ہو، پھر قاضی القضاۃ، صدر جہان، کمال الدین غزنوی، قاضی القضاۃ صدر جہان ناصر الدین خوارزمی اور دوسرے تمام

عراقی، شامی، مصری، اور مغربی قضاۃ ایک ایک باغی پر سوار ہوتے ہیں، پھر موزوں کی صف
باعتیوں پر ہوتی ہو، جو بلند و آواز سے بکیر کہتے جاتے ہیں۔

سلطان جلوس کی اسی ترتیب کے ساتھ شاہی محل سے نکلتا ہو، محل کے سامنے فوجیں
اس کی منتظر رہتی ہیں، ہر مہر اپنا اپنا لشکر اپنی اپنی نوبت اور علم کے ساتھ لیے علیحدہ کھڑا ہوتا ہے،
سلطان جب باہر آتا ہو تو اس کے آگے آگے وہی لوگ ہوتے ہیں، جن کا ہم اوپر مذکورہ کرتے ہیں
اور سلطان کے پیچھے اس کے خدم، علم بردار، نوبت بردار، نقاد جی باجے والے اور اس کے
خادموں کی جماعت ہوتی ہو؟

جلوس میں ان سب کے بعد سلطان کے بھائی مبارک خان کی سواری، اس کے خدام
و چشم اور لاؤ لشکر کے ساتھ ہوتی ہو، پھر اسی ترتیب سے سلطان کا بھتیجا ہرام خاں اور اس
کے خدام و چشم، پھر چاڑا بھائی ملاک فیروز مع خدم و چشم شاہی خاندان کے بعد وزرا و اؤ
امراء کا نمبر آتا ہو، وہ (ہاں بہ ترتیب بہت سے امراء کے نام ہیں) اپنی اپنی حیثیت و
مرتبہ کے لحاظ سے کیے بعد دیگرے جلوس میں شریک ہوتے ہیں، ان میں سے جن لوگوں کو نوبت
و نقاد رکھنے کا عہدہ حاصل ہو، وہ نوبت و نقاد کے ساتھ اور جو اس مرتبہ تک نہیں پہنچے
ہیں، وہ نوبت و نقاد کے بغیر ہوتے ہیں، نیز ان میں ہر شخص زندہ پوش ہوتا ہو

جب یہ شاہی جلوس عید گاہ کے دروازے پر پہنچتا ہو
شہنشاہ ہندستان عید گاہ میں | تو سلطان عید گاہ کے دروازہ پر خود باغی سے اترتا
ہو، اور امام نماز پڑھا کر خطبہ پڑھتا ہو، جس میں سلطان شریعت ہوتا ہو،

اور اگر عید ہوتی ہو، تو نماز کے بعد سلطان قربان گاہ میں آتا ہو
شہنشاہ کا قربانی کرنا | اور ایک نیزے سے اونٹ کو سحر قربانی کرتا ہو، اس وقت
وہ ایک شبی چادر اوڑھ لیتا ہو، تاکہ خون کی چھینٹوں سے کپڑے خراب نہ ہونے پائیں
پھر سلطان قربانی کے بعد شاہی محل میں اس چلا جاتا ہو

عید کے دن محل پٹی فوجیوں سے سجایا جاتا ہو، پوسے محل میں فرش بچھایا
عید کا دربار | جاتا ہو، صحن میں بہت بڑا شامیانہ جسے بار کہہ دیا گاہ کہتے ہیں،

بہت سے موٹے کھبوں پر کھڑا کیا جاتا ہے، اور اس کی چاروں طرف اس سے لگے ہوئے
 نیچے کھڑے کئے جاتے ہیں، اس شانِ میانہ کے اندر جبکہ جگہ پر معنوی اور خست لگائے جاتے ہیں
 جن میں کھٹے ہوئے پھول اور کلیاں بتائی جاتی ہیں، ان درختوں کی تین قطاریں ہوتی ہیں،
 اور ان کے بیچ میں سونے کا بڑا تخت بچھایا جاتا ہے، اس پر نشیمن گدے بچھائے جاتے ہیں جس
 میں جو اہرات لگے ہوتے ہیں، یہ تخت خاص سونے کا ہے، اس کا طول ۱۴ بالشت اور عرض
 ۴ بالشت ہے، یہ تخت الگ الگ ٹکڑوں کا بنا ہوا ہے، جو بچھاتے وقت جوڑ دیے جاتے ہیں،
 ان میں سے ہر ایک ٹکڑے اس قدر دھنی ہے، کہ اس کو کسی آدمی مل کر اٹھاتے ہیں، اس تخت کے
 اوپر کسی کچھائی جاتی ہے، اس پر سلطان جلوہ فرم دیتا ہے

تخت کے پاس سونے کی انکیٹی سی ٹنگی رکھی جاتی ہے، یہ بھی تین ٹکڑوں کی بنی ہوئی ہے، جو
 ایک دوسرے سے ملائے جاتے ہیں، اس انکیٹی میں تین خانے ہیں، اس میں خود و جنر اور لائیک
 جلا کردار میں خوشبو کرتے ہیں،

بارگہ کے تین دروازے ہوتے ہیں، اول دروازے پر حامد الملک تہہ کھڑا ہوتا ہے، دوسرے
 دروازے پر ملک کیہ اور تیسرے پر پوسٹ بھرا۔ ان کے دائیں بائیں دوسرے امرا کھڑے ہوتے
 ہیں، بارگہ کا کووال طغی ہے، اس کے ہاتھ میں سونے کی چھتری ہوتی ہے، اور اس کے نائب کے
 ہاتھ میں چاندی کی، یہ دونوں درباریوں کو ان کی اپنی اپنی جگہ پر بٹھاتے ہیں، اور صفوں
 کو درست کرتے ہیں، وزیر اور کاتب اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں، حاجب و نقیب اپنی اپنی جگہ پر
 ہوتے ہیں، اور غلاموں کے ہاتھوں میں چاندی سونے کے گلاب پاش ہوتے ہیں، وہ حاضرین
 پر گلاب بھرتے رہتے ہیں،

جس وقت سلطان تخت پر قدم رکھتا ہے، حاجب و نقیب بلند آواز سے بسم اللہ کہتے
 ہیں، پھر لوگ سلام کرنے (مجرعہ لانے) کے لیے کیے بعد دیگرے حاضر ہوتے ہیں، سب سے پہلے
 قاضی القضاۃ آتا ہے، اس کے بعد خطباء، علماء، مشرفاء، مشائخ، شاہی خاندان کے اکل
 معزین، وزراء، قاضین، لشکر وغیرہ یہاں پر عہدوں کے نام بہ ترتیب ہیں، آتے ہیں اور
 اسی ترتیب سے مجرا بجالاتے ہیں،

دربارِ جشن عید کی نذرین | دربارِ شاہی آداب کے مطابق نذرین پیش کی جاتی ہیں

چنانچہ بڑے بڑے جاگیردار ریشمی رومالوں میں اشرفیاں باندھ لاتے ہیں، اور ان میں ان کے نام کا پرچہ بھی لکھا ہوا رہتا ہے، وہ ان رومالوں کو سونے کے ایک طشت میں جو اسی غرض سے سلطان کے سامنے رکھا رہتا ہے، رکھ دیتے ہیں، اس طریقہ سے بہت بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے اور سلطان جسے بخش کرنا چاہتا ہے، دیتا ہے۔

یعنی یہ قیاس شاہی خزانہ میں داخل نہیں کی جاتی تھیں، بلکہ سلطان ان رقموں کو مختلف لوگوں میں داد و بخش کے طور پر تقسیم کر دیتا تھا، اور جشن عید کی خوشی میں میزوں کی جیسے غریبوں کی احتیاجیں سلطان کے توسط سے پوری ہوتی تھیں۔

دعوتِ طعام اور محلِ قریں و سرود | دربار کے شاہی مراسم کے ادا ہونے کے بعد کھانے کا اہتمام والوں کے طائفے آتے تھے، اور دیر تک فص و سرود کی محفل جمی رہتی تھی، اس کے بعد بار بار فرماست ہو جاتا تھا، چنانچہ ابن بطوطہ لکھتا ہے:-

”سلام ہو چکے ہو، تو کھانا آتا ہے، اور مسکراتے لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے،۔۔۔ پھر گانے والوں کے طائفے آتے ہیں، اور اپنے قصے سرود کا کمال دکھاتے ہیں،۔۔۔ چوبار مصر کے وقت شروع ہوتا ہے پھر دوسرے دن صبح کے بعد اسی ترتیب سے دربار لگتا ہے، اور قصے سرود کی محفلیں گرم ہوتی ہیں تیسرے دن شاہی خاندان کے لڑکوں کے کھلچ ہوتے ہیں، اور ان کو بڑی جاگیر عطا کی جاتی ہیں، چوتھے دن غلام آزاد کیے جاتے ہیں پانچویں دن باندیوں کے آزاد کرنے کی باری آتی ہے۔ چھٹے دن غلاموں و باندیوں کے نکاح ہوتے ہیں اور ساتویں دن خیرات تقسیم کی جاتی ہے، جو بڑی مقدار اور تعداد میں تقسیم ہوتی ہے،“

اس عید کے اسلامی ہند میں عیدین کے ان مراسم میں اگرچہ شائبہ نہ شان و شوکت کی غیر معمولی شائش اور مصرفا نہ تکلفات کی تھیں، مگر نظر آتی ہے، بایں ہمہ اسلام کے تہواروں کے سامنے میں شارع علیہ السلام نے جو حقیقی مصداق تہاں رکھے تھے اور جن کا اجمالی تذکرہ اوپر پیش کیا گیا، ان کے کچھ نہ کچھ دھندلے نقوش ان شائبہ نہ مراسم میں بھی موجود تھے جو اب ہماری معاشرتی زندگی میں گویا خوابِ خیال بن چکے ہیں۔

(فروری ۱۹۳۸ء)

”پٹھان اور نغل کی صلیبت“

(مولانا عبدالمجید صاحب دہلوی (مدیر صدق لکھنؤ) اپنے ایک کراچی نامہ میں فرماتے ہیں ”صدق میں ایک سوال کیا آیا ہے“)

مجھے عرصہ سے نغل اور پٹھان کی تحقیق کی ضرورت ہے، بعضوں کا خیال ہے، کہ یہ نغلانوں نے ہندوستان کو فتح کیا، ان کو فتح خان یا فتحان کہتے تھے۔ یہی رفتہ رفتہ پٹھان ہو گیا، ہر حال سوال یہ ہے کہ ان دونوں قوموں کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اذان کا سلسلہ نسب کیا ہے؟ جواب اس کا خواہ معارف ہی میں مکتلے، خواہ صدق کے لیے الگ جائے، بہر حال اچھے اطلاع جابر مل جائے تو بہتر ہے،

نیز جناب محمد عظیم صاحب (جہلم) کا ایک سنہ سا ناول آیا تھا کہ

”کیا نرگ، کیانی نغل، بتا دے، چاندنی قوم، ایک ہی اصل سے ہیں یا علیحدہ علیحدہ ہیں“

ان تفساؤں کے جواب میں جو کچھ عرض کیا گیا، وہ درج ذیل ہے

لفظ پٹھان کی وجہ تسمیہ | بعض کا یہ چھتہ ہے: ہونا ظاہر ہے، جیسے فرشتہ کا بیان کہ چون کہ

افغان ٹپہ میں اگر آباد ہوئے تھے، اس لیے وہ پٹھان کہہ گئے۔ حالانکہ پٹھانوں کے متعلق معلوم ہے، کہ وہ پہلے شمالی مغربی ہند کے میدان پنجاب سندھ میں آباد ہوئے تھے، شمالی مشرقی میدان میں وہ اس کے بہتوں کے بعد گئے تھے، اسی طرح مرسلہ سوال نامہ میں پٹھان کی وجہ تسمیہ فتح خان یا فتحان بیان

کی گئی ہے اس کو بھی اسی قسم کی ایک بے اصل روایت سمجھنا چاہیے،

پٹھانوں کو افغان بھی کہا جاتا ہے، اور میں سے یہ سمجھا جاتا ہے، کہ پٹھان دراصل یہی ہیں، جو افغانستان سے آئے ہیں، اس لیے افغان، اور پٹھان دونوں کے لفظ قرآنی پاتہ ہیں، اور آری یہ پٹھان میں پٹھانوں کی حکومت کو افغانی حکومت سے یہ سمجھ کر یہاں آیا ہے، لیکن بعض لوگوں نے ان دونوں کے غم میں اطلاق میں فرق کیا ہے، اور افغان بہتر ہے، جبکہ ان کے تسمیہ کو مراد لیا ہے، اور پٹھان سے ان تمام قبائل کو معلوم کیا ہے، بہتر ہے کہ ان کو لیتے ہیں،

حقیقت یہ ہے، کہ اس قسم کے نام اسباب ابتدا و تسمیہ کے بہت کم ہیں، لیکن یہ سب

پھر رفتہ رفتہ در انہوں اور بعض دوسرے پٹھان قبائل نے اپنے کو افغان کے نام سے موسوم کر لیا، اور باقی ماندہ دوسرے قبائل غلزی، آفریدی، گلش، شیرانی، اور ترائی وغیرہ مثل سابق کے پٹھان کے جاتے رہے، کیوں کہ محققین کے نزدیک ستم کی کوئی تقسیم کسی تاریخی یا اُتی بنیاد پر کبھی نہیں کی گئی، بلکہ حلیت کے اعتبار سے ان دونوں کا قدیم قومی نام "پشتان" (Pash-tan) یا پکھتان (Pakh-tan) تھا جو مقام پشٹانار (Pash-tanar) یا پکھٹانار (Pakh-tanar) کی طرف منسوب تھا، اور یہی قدیم لفظ آگے چل کر تلفظ میں پٹھان بن گیا،

اس لیے ان دونوں ستم کے قبائل در انہوں اور غلزیوں وغیرہ میں افغان اور پٹھان کے جانے میں کچھ فرق ہو، وہ آگے چل کر اعتباری طور پر اختیار کیا گیا، ورنہ نسل و نژاد کی تاریخی حاکمیت کی بنیاد پر ابتداء ان میں باہم کوئی امتیاز نہیں تھا،

البتہ جب آگے چل کر ان میں سے بعض کے وطن میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی، اور ان میں سے بعض قبائل مغرب سے مشرق کی سمت قندہار و غیرہ کے علاقوں میں آکر آباد ہو گئے، تو ان کی اور دوسری قوموں کی آبادی مخلوط ہوئی، ہن قندہار میں ان دوسری قوموں سے ممتاز نہ کرنے کے لیے خاص طور پر ان کے قدیم نام پٹھان سے موسوم کیا گیا، کیوں کہ یہ لوگ یہاں (قندہار) قنداریں ہندوستانی آبادی سے آکر ملے تھے، اور ان ہی ہندوستانیوں سے انھوں نے پشتو زبان سیکھی تھی، کیوں کہ یہ زبان بھی پراکرت ہی کی ایک شاخ ہو، اور شاید ان ہی کی نسبت سے پشتو سے موسوم ہوئی ہو۔ اس طرح یہ سمجھا جاسکتا ہو، کہ وہ افغانستانی جو مغرب سے مشرق کی سمت میں آگئے وہ لوگ اگر مغربی افغانستانیوں سے نسل میں تو متحد ہے، مگر وطن میں ان سے اختلاف پیدا ہو گیا، اور اب پٹھان کا نام جو ان دونوں گروہوں کا قدیم قومی نام تھا، خاص طور پر ہندوستان اور اس کی سرحدیں اس نو آباد گروہ کے لیے مخصوص ہو گیا، ورنہ قدیم قومیت کے اعتبار سے ہر افغانستانی خواہ وہ مغربی افغانستان کا ہو یا مشرقی کا یا ہندوستان کے شمالی میدان کے مغربی حصہ میں آباد ہو یا پشاور یا خیبر، وہ پٹھان ہو، اور اس لحاظ سے ان میں کا ہر گروہ اس نام سے موسوم کیا جاسکتا ہو،

اس مجموعہ میں انگریزوں نے "پٹھانوں کی تاریخ" کے عنوان سے بھی لکھا، اس سے اس مسئلہ

گنگو میں مزید معلومات مل سکتے ہیں، خصوصاً ایسی فارسی اور اردو کی کتابوں کا پتہ چلے گا جن میں بچانوں کی قومیت، نسل، وطن، اور سیاسی کارناموں کا خاص طور پر ذکر کیا ہو، مناسب یہ ہو کہ مزید معلومات کے لیے اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔

مغل کی وجہ تسمیہ | باقی سب مغل تو ان کا بچانوں سے کوئی تعلق نہیں، امیر تیمور کا شاہی خاندان جس نے ہندوستان میں حکومت کی، نسل ترک تھا وہ لوگ مغل اس لیے کہ گئے، کہ امیر تیمور کا یہ قدیم ترکی قبیلہ دراصل منگول سے وابستہ تھا اس لیے مغل کے قدیم نسل و وطن کی ساری داستان وہی ہو جو منگول کے نام سے تاریخوں میں ملتی ہو، منگول یا منوگل کے لغوی معنی ”جو ان مرد“ یا ”روہیلی“ قوم کے بیان کیے گئے ہیں یہ قوم دراصل منگول قبیلہ پر مشتمل تھی، منگولسی ایک قدیم ترکی قبیلہ ساکیہ یا کلاں کے متنازعہ قبائل میں سے تھا۔

اس لفظ منوگل یا منگول سے لفظ مغل بنا ہوا، نون غمہ اور گاف کا عربی میں غین سے کام لیا جاتا ہے، دور حاضر میں جمہا ہندوستان کے موصوفین نے ”منگول“ اور ”مغل“ میں ایک اصطلاحی فرق قرار دے لیا تھا، منگول کا اطلاق صرف ان صحراؤں پر درخبر مسلم خانہ بدوش لوگوں پر کیا جانے لگا جن کا سردار چنگیز خاں تھا، اور مغل کا لفظ صرف ان مسلمان ترکوں کے لیے وقف کر دیا ہے، جنہیں سلاطین تیموریہ کہا جاتا ہے، اس لیے ہندوستان میں مغل وہی ہیں جو یہاں کے حکمراں مغلیہ خاں وادہ سے سلسلہ تعلق رکھتے ہیں، لیکن ان سرحدی بچانوں کو جو اسی سلسلہ تک ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں کاروبار کرتے تھے، جو ام مغل کہتے تھے، اس کو امر واقعہ اور تاریخی حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا، یہ شخص ان کا ایک عربی نام ہے جس سے ان کی شہرت ہو گئی ہے،

مغل ترک و تاتاری کی اصلیت | (الف) قدیم تاریخ کے بیان کے مطابق بحر خزرہ اور ازل، انتائی، خطائی، اور ہالیہ کے دریاں جو وسیع فضاء ارض ہے، جس کے ایک تہہ، رواج میں ترکستان کہا جاتا ہے، اسی سے وہ تمام حاکم و قتل ہیں، جو ایں تاتاری قوم آباد تھے، ترک و تاتاری اور تاتاری، اسی خطہ، زمین

پٹھانوں کی تاریخ کے مآخذ

یہ مقالہ جناب ایس کے الیئر رائز پورہ ایک کے
ایک استفسار کے جواب میں لکھا گیا ، انھوں نے دریافت
کیا تھا کہ :-

مجھے پٹھانوں کی تاریخ سے خاص انس ہو ، اور جانتا ہوں کہ اس کی تلاش کروں ، گرا چھوڑی
واقفیت میری جستجو کی رہنمائی نہیں کر سکتی ، براہ کرم مطلع فرمائیں کہ پٹھان اور افغان کی کمال و
 واضح تاریخ موجود ہے اگر ہو تو کون سی ہو ،

پٹھان قوم کا مفہوم | ہندوستان میں پٹھان قوم کے مفہوم میں بحث پیدا ہو گئی ہے ، بعض
یورپین مورخین مثلاً جنرل برگر BRIGGS وغیرہ کی غلطیوں
سے ہندوستان کے عہد وسطی کے وہ مسلمان سلاطین جو مغلوں سے پہلے گزے ہیں ، عام طور پر پٹھان
سمجھے گئے ، جو صریح غلطی ہے ، ان سلاطین کے بیشتر خاندانے ترکی نسل سے تعلق رکھتے تھے ، صحیح
معنوں میں جس پٹھان خاندان نے ہندوستان پر حکومت کی ، وہ سوربیہ یعنی شیر شاہی خاندان ہے
البتہ سوربوں سے پہلے لودھیوں کا زمانہ گزر رہا ہے ، جس کو سلاطین افغانستان شمار کیا جاتا
ہو ، بلکہ کہا جاتا ہو کہ احمد شاہ ابدالی سے پہلے خود افغانستان میں کسی افغانی نسل حکمران کا وجود
نہیں ہے ،

اس لیے جہاں تک پٹھانوں کی تاریخ ملکیت کا تعلق ہو ، وہ ان ہی خان وادوں کی
سیاسی تاریخ پر مشتمل ہے ، جنھوں نے تھوڑے زمانہ تک ہندوستان اور افغانستان میں حکمرانی
کی ہے ، ان میں سے ہندوستان کے سوربیہ خاندان کی تاریخ دراصل شیر شاہ کی تاریخ ہے ،
اور اسی سلسلہ میں افغانوں اور پٹھانوں کا ذکر آتا ہے ، شیر شاہ کے حالات کے مآخذ کی دسترس
ہو سکتی ہے ، یعنی

افغانی مورخین کی کتابیں | ایک تو وہ مورخین ہیں جو نسلاً افغان یا پٹھان تھے

کے سیاسی احوال بیان کیے گئے ہیں ،

۳۔ تاریخ داؤدی کا مصنف عبد اللہ کے نام سے موسوم ہو ، یہ بھی جانا گیا کہ زمانہ میں لکھی گئی ، اس میں سلطان بہلول لودھی ، سکندر ابراہیم ، شیر شاہ ، اسلام شاہ محمد عادل ، اور داؤد شاہ کے زمانہ حکومت کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں ، الیٹ نے اس کے کچھ مضامین اپنی تاریخ میں ترجمہ کر کے نقل کیے ہیں ، اور ریو نے بھی فرسٹ محفوظ فارسی برٹش میوزیم میں تذکرہ کیا ہے ،

۴۔ افسانہ شاہان اس کا مصنف ایک افغان محمد کبیر بن شیخ اسماعیل خرابا رونو استہ شیخ خلیل اللہ حقانی ، ہو مصنف کا بیان ہو ، کہ اس کے جد بزرگوار اکبر کے زمانہ میں ایک افغانی روحانی پیشوا تھے ، جو راجگیر (بہار) میں متوطن تھے ، اور جنہوں نے پنجاب میں وفات پائی ، مصنف کا بیان ہے ، کہ اس نے یہ کتاب اپنے نوجوان ارشد کے محمود کی موت کا غم غلط کرنے کے لیے لکھنی شروع کی ، جس نے اس کو ۶ برس کی عمر میں مار گزیدگی سے اپنا تک داغ مفارقت دیا تھا ، یہی کا بیان ہو ، کہ مصنف نے اس کتاب کو تاجیک کے طرز پر لکھنے کے بجائے دل چسپ انداز اور شگفتہ جہارت میں انشاد و حکایات کے رنگ میں لکھا ہو ، اس میں حسب ذیل شخصیتوں کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں ، کالا لودھی (پیر بہلول لودھی) بہلول ، سکندر ، ابراہیم ، شیر شاہ ، اسلام شاہ عادل ابراہیم ، سکندر سور ، کالا پہاڑ اور داؤد لودھی

غیر افغانی مورخین کی تصنیفات میں پٹھانوں کا ذکر
غیر افغانی مورخین کی تصنیفات میں پٹھانوں کا ذکر
ان میں شیر شاہ اور دوسرے سلاطین سور یہ کے واقعات کا ذکر آیا ہو ، دوسرے ہندوستان کی عام تاریخیں ہیں جن میں دوسرے خان وادوں کے سلاطین کی طرح افغان سلاطین کا بھی ذکر آیا ہے ، اور ان کے لیے بھی ابواب قائم کیے گئے ہیں ، یہ تاریخیں عام طور پر معروف و مشہور ہیں ، مثلاً ترک باہری ، ہاتوں نامہ ، نگلہ بان سیکم ، اکبر نامہ

ابوالفضل، تاریخ رشیدی، مرزا محمد حیدر، تذکرۂ واقعات جوہر آفتابچی، طبقات اکبر شاہی نظام الدین احمد، منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی، امین اکبری ابوالفضل، تاریخ فرشتہ خلافتہ التواریخ سبحان رائے، منتخب اللباب خوانی خان، زبدۃ التواریخ نور الحق مشرقی، تاریخ نورنامہ، لب التواریخ رائے بدرابن، منتخب التواریخ جگ جیون داس، تحفۃ الھند لال رام، حقیقت ہائے ہندوستان کبھی زاین سفین و غیرہ،

یورپین مورخین کی تصنیفات میں بھی بعض کتابیں یورپین مورخین کی تصنیفات میں بھی بعض کتابیں

خاص افغان سلاطین کے حالات میں ہیں، اور بعض ہندوستان کی عمومی تاریخیں ہیں، ان میں

سے ایک رنگالی مورخ کی تصنیف پٹھانوں کے سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتی ہے، کہ وہ رنگالی شیرشاہ اور محمود شاہ اور بہادریوں کی لڑائیوں کا چشم دید گواہ ہے، پروفیسر کا نے اس کا تعارف کرایا، اور کالی کرخین قانون کو مصنف "شیرشاہ" کے ناخذ میں ہے، اسی طرح رچرڈ ٹیمپل کی "شیرشاہ ایک نئے زاویہ سے" *A new view*

of Sher Shah's reign جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی، اور دوسری ایک،

ڈبلو، بیلو کی "افغانستان کا جائزہ علم الاقوام کے رو سے" - *An essay - very into the Ethnography of Afghanistan* - جو ۱۸۹۱ء میں بھی ہو قابل ذکر ہیں،

ان کے علاوہ آفٹنسن، ارسلن، تھامس، الیٹ وغیرہ کی تاریخ ہند میں، اسی طرح انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (سور) وغیرہ میں بھی ذکر آیا ہے،

ہندوستان میں شیرشاہ پر دو قابل ذکر کتابیں انگریزی زبان میں نکلی ہیں، ایک تو مذکورہ بالا کالی کرخین قانون کو

پروفیسر رام جس کا لکھ دہلی کی "شیرشاہ" ہے، یہ شیرشاہ پر معیاری تصنیف بھی جاتی ہے، مصنف نے آخر میں اپنے ناخذ کی فرست بھی دی ہے، دوسری کتاب سر ذوالفقار علی خاں کی "شیرشاہ سورہ" ہے، جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی ہے، یہ ایک مقالہ ہے جسے مصنف

۱۹۱۱ء میں پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی میں پڑھا تھا،
 اردو میں اس سلسلہ میں صرف دو کتابیں قابل ذکر ہو سکتی ہیں، ایک محمد علیہ السلامؐ کا
 بیشتر سببِ حج کی ”نسبِ افاغینہ“ ہو، جس کو مصنف نے بڑی محنت اور تلاش و تحقیق سے
 لکھا ہو، مصنف کے نظریہ کے مطابق افغان نسلِ ہسٹریکل ہیں، اس میں مصنف نے لغات و
 کے ہندوستان میں آنے اور پٹھان سے موسم ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہو، یہ کتاب ۱۹۱۳ء
 میں شائع ہوئی ہو، دوسری جناب سید احمد مرتضیٰ کی ”محولتِ شیر شاہی“ ہو، جس میں
 شیر شاہ کے سادہ وقائع زندگی بیان کیے گئے ہیں، یہ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی ہو،
 مختلف زبانوں میں مختلف صوبوں میں مختلف پٹھان صوبہ دار بھی لکھے ہیں، جنہوں
 نے کبھی اپنی خود مختار یا نیم مختار حکومتیں قائم کیں، اور ایک دوسل ناکہ ان کے خاندان میں
 رہیں، ان کے حالات صوبائی حکومتوں کی تاریخوں میں ملیں گے، جن کی تفصیلات میں بڑا
 بڑا طویل اہل ہو، کسی خاص مقام یا خاص خاندان کے متعلق کچھ دریافت کیا جاتا
 تو جواباً کچھ عرض کیا جاسکتا تھا،

(جولائی ۱۹۴۴ء)

گیتا کا منظوم فارسی ترجمہ

جانب ہر پرشاد صاحب گردانی باغ پٹنہ دریافت فرماتے ہیں۔
 گیتا کا فیضی کا منظوم ترجمہ عام طور پر متبادل ہے، پیش نظر مندرجہ چھوٹی قطع پر لاہور۔
 کے کسی پس سے شائع ہوا ہے، اس میں کتابت کی بعض غلطیاں ہیں، علامہ شبلی نے تعریف
 میں ... فیضی کا تذکرہ کیا ہے، اس کے تالیقات و ترجمہ کو بالتفصیل لکھا ہے، مگر علامہ
 موصوف نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ فیضی نے گیتا کا بھی ترجمہ کیا ہے، ازراہ کرم وقت
 نکال کر معارف میں اس پر روشنی ڈالیں، کہ فیضی نے گیتا کا ترجمہ کیا تھا، یا متبادل
 ترجمہ فیضی کے نام سے لوگوں نے منسوب کر دیا ہے، عین عنایت ہوگی۔
 اس کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ گیتا کے منظوم فارسی ترجمہ کا ذکر میری نظر سے نہیں گذرا، مرآۃ عالم،
 برائونی، اکبرنامہ اور آثار الکرام وغیرہ میں فیضی کا جو تذکرہ آیا ہے، وہ گیتا کے منظوم ترجمہ
 کے ذکر سے خالی ہے،

لیکن نہ صرف مولانا شبلی مرحوم، بلکہ مقدم مؤرخین نے بھی فیضی کی تصانیف کو نام نہ نام
 نہیں گنا یا ہے، صاحب مرآۃ عالم نے اجمالی حیثیت سے صرف یہ کہا ہے کہ
 ”گوئید صد و ایک کتاب و رسالہ تالیف نمود“

پھر چند کتابوں کے نام لکھے ہیں، جو وہی ہیں جن کا ذکر دوسری تاریخوں میں آیا ہے،
 لیکن میرا خیال ہے کہ گیتا کا جو منظوم ترجمہ فیضی سے منسوب لاہور سے شائع ہوا ہے،
 اور جس کا آخری ادیشن آرٹ پیپر پرائیٹام سے چھاپا گیا ہے، فیضی کی طرف اس کا نسب
 صحیح ہے۔

گیتا کے متعلق یہ معلوم ہو کر اصل یہ ہمارا جرات ہی کا ایک حصہ ہے، جس کو ہمارا بھارت
 مرآۃ عالم ۱۲۳۳ (دہلی)

”گیتا زبان فارسی تعلیم فتح اور افضل طای از کتاب ہما بھارت کا از فن ششم کہ آن

بہکم پرب گوید سری کرشن جہ وارجن بنیاد“

یعنی یہ رسالہ اگرچہ گیتا کا ترجمہ ہے، لیکن اس کو فارسی میں ہما بھارت کے فن ششم کو سامنے رکھ کر منتقل کیا گیا ہے، اس لیے اس کو ہما بھارت کے جزوی ترجمہ سے بھی موسوم کر سکتے ہیں اور چون کہ یہی حصہ گیتا کے نام سے بھی موسوم ہو، اس لیے اس کو گیتا کا فارسی ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ فیضی نے اسی فارسی شعر سے اس کو نظم میں منتقل کیا ہے

نیز اس منظوم فارسی ترجمہ کا نسخہ بھی جس پر اس وقت گفتگو جاری ہے، بنگال ایٹھانک سوسائٹی میں موجود ہے، اگرچہ اس میں کوئی دیباچہ نہیں ہے، لیکن اس نسخہ کے سرورق پر ترجمہ کی حقیقت سے فیضی کا نام درج ہے، اور ہمارے نزدیک اتنی شہادت بھی فیضی کی طرف اس کے انتساب کی صحت کے لیے کافی ہے، اس نسخہ کا پہلا شعر وہی جو مطبوعہ نسخہ میں پایا جاتا ہے یعنی

طرازندہ داستان کہن بدنیساں، بیگند طبع سخن

اس نسخہ میں دیباچہ کے موجود نہ ہونے سے بھی اس قیاس کی تائید ہوتی ہے، کہ فیضی نے دراصل ہما بھارت کے بعض اجزاء کا ترجمہ نظم میں کیا تھا، اور ان اجزاء میں وہ حصہ بھی تھا، جس پر پچھان لکھی گئی تھی، اور اسی وجہ سے بھاگوٹ گیتا کے منظوم ترجمہ کا ذکر فیضی کے سوانح میں نہیں آیا ہے، اس قیاس کی تردید اسی صورت میں ہو سکتی ہے، کہ فیضی کے سوانح میں اس ترجمہ کے انتساب کا ذکر نظر آجائے، اور اس وقت یہ سمجھا جاسکتا ہے، کہ اُس نے گیتا کے علیحدہ نسخہ کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا تھا، لیکن پھر اس پر کسی دیباچہ کا موجود نہ ہونا تعجب خیز ہوگا،

ہر حال خواہ کہیں انفرادی طرزِ ذکر مل جائے، یا نہ ملے، فیضی کی طرف اس نسخہ کا انتساب صحیح ہے، اور اسی وجہ سے ایٹھانک سوسائٹی کے نسخہ میں حمدِ قدیم میں کسی نے اس کے سرورق پر فیضی کا نام لکھ دیا تھا، اور غالباً یہ منظوم ترجمہ حسن قلی نسخہ سے پہلی مرتبہ چھاپ کر شائع کیا گیا ہے، اس پر بھی فیضی کا نام درج ہوگا، فقط

کیا عالمگیر کے عہد میں تالیخ نویسی قانوناً جرم تھی

عالمگیر کی فرد قرار داد جرم میں ایک یہ جرم بھی بیان کیا جاتا ہے، کہ اس نے اپنے مظالم کی پردہ پوشی کے لیے اپنے عہد میں تالیخ نویسی کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ دور حاضر کے ایک ممتاز مؤرخ ڈاکٹر انشوری پرخا و صاحب ایم، اے ڈی لٹریچر و لٹریچر تالیخ الہ آباد یونیورسٹی اپنی تالیخ ہندوستان میں جو اکول کے اوپر کے درجوں کے لیے لکھی گئی ہے، عالمگیر کے جرم تصعب و تشدد میں ایک اس جرم کا بھی اضافہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:-

”اورنگ زیب نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ کوئی اس کے زمانے کے واقعات کا حال نہ لکھے“ مگر

”ایک ہم عصر سلطان مورخ محمد باشم خفیہ طور سے اس زمانہ کے حالات لکھتا رہا اس لیے وہ خانی خان کہلاتا ہے، اس کی کتاب منتخب اللباب سے اورنگ زیب کے زمانہ کا بہت کچھ حال معلوم ہوتا ہے۔“

چار سے ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان قائل کیا ہے پیش رو انگریز مورخین کی تقلید میں لکھا ہے، بہر حال اس دعویٰ کے یہ تین ٹکڑے ہیں

(۱) عالمگیر نے اپنے عہد میں تالیخ نویسی کی ممانعت کر دی،

(۲) محمد باشم خفیہ طور پر اس کے عہد میں اپنی تالیخ لکھتا رہا،

(۳) اسی خفیہ نویسی کی وجہ سے وہ خانی خان ”کہلایا“،

واقعہ یہ ہے، کہ جب محمد باشم کی منتخب اللباب شائع ہوئی اور اس

خانی خان کے پہلے نسخے کے سرورق پر مصنف کا لقب خانی خان ”بی نظر آیا“ تو

لے تالیخ ہندوستان انشوری پرخا و صاحب ۲۰۲ مطبوعہ انڈین پریس الزابا دہلی

اسی زمانہ سے بہ طور تخمین و قیاس یہ آواز پیدا ہو گئی تھی، کہ وہ اپنی خفیہ نگاری کے باعث اس لقب سے ملقب ہوا ہوگا اور یہ اس لیے کہ عالمگیر نے اپنے عہد کے مظالم کی پرہیزگاری کے لیے تاریخ نویسی کی ممانعت کر دی ہوگی، اور نیز منتخب اللباب کے دیباچہ کے بعض بیان سے اس قیاس آرائی کی مزید تائید ہوئی جس کا تذکرہ آئندہ آئے گا، پہلے ہمیں محمد ہاشم کے لقب اور منتخب اللباب کے عہد تالیف پر نظر ڈالنی ہے،

یہ عجیب اتفاق ہے، کہ جس طرح عالمگیر کے عہد میں حمال حکومت اور فوج سے کبھی جو غلطیاں سرزد ہوئیں، وہ براہ راست عالمگیر کے سر قہو پ دہی گئیں، اسی طرح آج چند صدیاں گزرنے کے بعد بھی حیب عالمگیر کے عہد کی واقعات کی تاریخ مطیع سے نکالے ہوئی اور اس سے ایک اتفاقی غلطی سرزد ہو گئی تو اس کو بھی ایک مستقل الزام بنا کر عالمگیر کے سر ڈال دیا گیا،

”خانی خان“ کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ ایشیا ناک سوسائٹی ریگال کے نسخہ کی ایک اتفاقی غلطی ہے، کہ اس میں محمد ہاشم نظام الملکی کا لقب ”خانی خان“ کے بجائے ”خانی خان“ نشان ہو، خواف نیشاپور (خراسان) کے ایک قصبہ کا نام ہے، خانی سے اسی کی طرف نسبت کی جاتی ہے، حجم البلدان میں ہے،

خواف ... قصبہ کبیرہ من اعالی نیشاپور و خراسان ... خواف ... نیشاپور و خراسان کا ایک بڑا قصبہ ہے۔

نیشاپور جامعہ من اہل علم و الادب ... ہنرمند و نظفر ... اس کی طرف اہل علم و ادب کی ایک جماعت منسوب ہے،

احمد بن محمد بن مظفر الخوافی ... ان ہی میں یوسف مظفر احمد بن محمد بن مظفر خوافی ہیں،

اسی طرح کتاب لسان سب معانی میں ہے:-

خوافی ... و نسبتہ الی خواف دہی ماجہ شرفی نیشاپور ... خوافی ... نیشاپور کی طرف ہے، جو وہی نیشاپور ہیں

... کان منها جماعۃ من العلماء و المحدثین ... یہاں سے علماء و محدثین کی ایک جماعت پیدا ہوئی،

خواف کے اکثر اہل علم و فن سلاطین مغلیہ کے دربار سے وابستہ تھے، اور معزز عہدوں پر فائز تھے، منتخب اللباب میں بھی ان کا جاہر جائزہ ہے، مثلاً عہد الخوافی (رج ۱۲۰۲ھ)

شیخ میرخوانی رج ۲ ص ۱۲-۱۶-۲۳-۲۵-۲۷-۲۸ وغیرہ) اور خواجہ کلان خوانی
کفایت خاں وغیرہ (ج ۲ ص ۱۹، ۲۰ وغیرہ)
اور محمد باشم نے کہیں کہیں ان لوگوں سے اپنی رشتہ داری اور نسبت بھی بیان کی ہے،
خواجہ کلان خوانی کے ذیلیں لکھتا ہے۔

خواجہ کلان خوانی کہ خالوی مور اور قاضی مشہد صالحہ دیوانی ہیں کہ ...
اور اسی طرح اپنے وطن خواف اور آبائے وطن کے متعلق عالمگیر بادشاہ شیخ میرخوانی کے تذکرہ کے
ایک سلسلہ میں لکھتا ہے۔

گوئیہ سبب چنان جاں فشانی کہ ہاں ارادت و عقیدت از شیخ میر بہ طور آمد،
پادشاہ قمر دان خانہ زاد پرورد نسبت ہم مردم خواف توجہ تمام ہم رسید آل قدر کہ
در عمدہ مذکوران عالمگیر بادشاہ مردم خواف کہ محقر ترین اکبر اسے خراسان است پیش آمدند در
تو نہ در سببی عمدے از بادشاہان سلف در نوازیخ بہ نظر نیامدہ و فی الحقیقت اگرچہ مردم
خواف نسبت ہم مردم خراسان در ظاہر درشت و پیر و واقع خدمتہ اند اما اکثر ذکر کیا رفت
و درست اند و در طریقہ پاس بنی نمک آقا از جلالت ثابت قدماں می توان محسوب نمود۔
چنانچہ منتخب الباب کے بعد کی تاریخوں میں جن کا وہ ماخذ ہے، کتاب کے مٹولت کا
نام ہر جگہ خوانی خان ملتا ہے، مثلاً "ماثر الامراء نواب محمد صدام الدولہ، شاہ نواز خاں میں چند جگہ
اس کا نام آیا ہے، اور ہر جگہ ہی نام مذکور ہے،

دیباچہ میں ماخذوں کی فہرست میں ہے،
"لب لباب تالیف خوانی خان"

ج ۱ ص ۲۶۴ میں ہے۔

خوانی خان صاحب تالیف لب لباب ... آورو

اور اسی طرح ج ۱ ص ۴۵۱ میں ہے،

اما خوانی خان در تالیف خود زبانی خواجہ محکم جان خاں ... آورو

اور پھر ج ۳ ص ۶۸۰ میں ہے

خوانی خاں صاحب تاریخ منتخب الباب ۔۔۔ نقل می کرو۔

باقی رہا منتخب الباب کو عہد عالمگیری کی تاریخ
منتخب الباب کا تصنیف | بتانا ایک ایسی مختصر حیرت انگیز غلطی ہے جس کا
 ان کتاب ہندوستان کی ایک عظیم الشان پونی ورثی کے پرنسپل تاریخ سے مدد سے عجیب و غریب
 ہے، اگر تاریخ ہندوستان کی تاریخ کے وقت منتخب الباب سامنے موجود تھی، تو اس
 کتاب کا حوالہ دیتے وقت کم از کم کسی فرست خطوط ہی میں اس کو ذکر کیا جاتا، تو یہ التباس
 دہرا جاتا، خیر فرست خطوط فارسی انڈیا آفس میں ہے۔

۱۹۲۳ء سے پہلے مکمل نہیں ہوئی، اور ٹولٹ نے ۱۸۸۸ء میں وفات پائی،

ورنہ منتخب الباب میں سنہ تالیف حنیو کے علاوہ کہ جس سے عہد عالمگیری کی وفات کے
 دس برس بعد کی یہ تالیف ثابت ہوتی ہے، جاہر جادیسے واضح قرآن موجود ہے، کہ اس کو عالمگیری
 کی تاریخ غلطی سے بھی نہیں کہا جا سکتا، مثلاً عالمگیری کے حالات میں اکثر مواقع پر اس کو متحدہ بکائی
 سے موصوف کیا گیا، اور اس کے برخلاف دیر باچہ کے شروع ہی میں جہاں محمد شاہ کا تذکرہ آیا ہے، اس
 کا نام فرمان رواٹے وقت کی حیثیت سے لکھا گیا ہے، دیر باچہ میں ہے

”یاد کر حضرت احمد بابک بادشاہ جامع جاہ، جوان تخت، فرازندہ تاج تخت، خیر ترین

جہاں باقی، گوہر درج صاحب قرانی، روشن دولت، دوبارہ تہذیبی، الامام اعظم ناصر الدین

محمد شاہ بادشاہ فارسی لغات سنہ ہزار و صدی کہ یہ تالیف اس جلد پر ختم و دردت

دو صد سال قری ہر چارہ و وطنینیت افزائے تخت ہندوستان پر صحت گشتہ اند،“

پھر تمام کتاب میں ہے،

”تالیف شروع سنہ چارہ ہر شکر محلی از ماسخ محمد شاہ بادشاہ پر ختم و دردت

تعالیٰ جہانیز، بشرط ہائے حیات و فانیوں فرصت آنجا اتفاق افتد، پھر تالیف ختم

دفعہ و نگار قلم بخدا بدوست

کتاب کے آغاز و اتمام کو آپ نے پڑھ لیا، کیا یہ حمد عالمگیری کی عبارت ہو، کہ یہ کہا جائے کہ۔
عالمگیر کا ایک ہم عصر سلطان مونیخ محمد ششم خفیہ طور سے اس زمانہ کے حالات گفتار بنا، اور اس لیے وہ خلیفہ
کہلاتا ہو۔

لیکن اگر اس موقع پر پہلے لائق مونیخ حمد عالمگیری کی تاریخ نویسی کو ملاحظہ کیا جائے تو ہمیں سلطان
مونیخ کے نام لقب سے ثابت کرنے کے بجائے اس سلطان مونیخ کے بھتیجے، یا نواسے سے ثابت کرتے،
تو وہ اولاً ایسی فاش تاریخ غلطیوں میں نہ پڑتے، بلکہ یہ ظاہر کسی حد تک وہ تاریخ قیاس و واقعہ نظر آتا، وہ
دہی بیان پر جس کی طرف ہم بھی اوپر اشارہ کر چکے ہیں، منتخب البیاب کے دریا میں بہہ۔

اگرچہ خلاصہ سوانح نچاہ سال حمد کر، پادشاہ جم جاہ ہند کا راجہ دین، آب دریا کوڑ
پیو دیں است خصوص احوال چل سال اور کہ محمد خان از تہذیب آن ممنوع غشہ رشتہ
میان نہ کشیدہ اند جو بہت بے پایاں ہے۔

محمد ششم کا یہ ایک یہاں بیان تھا، جس سے حمد عالمگیری کی تاریخ نویسی کے تنازع کا مکمل حل ملتا
تھا، لیکن حقیقت اس بیان کو بھی اس الزام سے دور کرنا پڑا۔ اس میں ایک بالکل جداگانہ
واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہو

واقعہ یہ کہ سلاطین مغلیہ کے دربار میں تاریخ نویسی کا ایک سرکاری محکمہ ہوتا تھا،
اور اس کے چند اہل قلم تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور تھے، وہ وزراء بادشاہ اور دربار
کے چھوٹے بڑے واقعات اور سلطنت کے حوادث و واقعات کو ترتیب سے لکرتا تھا

تاریخ نویسی کا
سرکاری محکمہ

کی شکل میں مرتب کرتے، اور پھر یہ کتاب فرما کر لے وقت کے سامنے پیش کی جاتی، وہ جہاں چاہتا اس
میں رد و بدل کر دیتا، چنانچہ تورک باہری، کہرامہ، جہانگیر نامہ، اور شاہ جہاں نامہ وغیرہ ہی تمام کی تاریخ
ہیں، جو سلاطین مغلیہ کی نگرانی میں ترتیب پاتی ہیں، اور خود عالمگیری کے ابتدائی محکمہ حکومت کے دس سالوں تک
ہر طریقہ تاریخ، جہاں چہ اس کے ابتدائی وہ سالہ حمد حکومت کی تاریخ عالمگیر نامہ ہو، جس کو شیخ محمد کاظم بن
محمد امین نے مرتب کیا ہو، اور وہ ایشیا ناک سوسائٹی سے شائع ہو چکی ہو، محمد کاظم اس کا مثنوی مرتب کرتا، اور
اس کو عالمگیر خود لکھ کر تا، اور پھر سال بہ سال یہ کتاب ترتیب پاتی جاتی تھی،

اسی بنا پر عالمگیر نامہ کے مقدمہ میں صحیح کتاب کا بیان حسب ذیل ہو :-

و چون بنمگان حضرت اعلیٰ خاقانی پرتغیضائے دہش خدا و دوفطرت بلند کلاہوت
و دوحسرت حوصلہ انبیا را ناز ظاہر را در جنب حق و حق تعالی نہ ہما وہ چہ تائیس آثار باطن مشیر
تو میرد فتنہ صبر از تدوی و واقعات وہ سالہ کم حقیقت شہم صادر شد کہ گذارندہ دہستان
مفاخر و مکام محمد کاظم مصنف کتاب بہ مطالب عالمگیر نامہ من بعد خالق را فقید کتاب
در تیاورد۔ لہذا وہیم ہاں قدر اکتفا نمود۔ ۱۵۔

یہ وہ اس الزام کی اصل حقیقت غریب عالمگیر، اپنی خاکساری و فروتنی سے اپنے مفاخر و مکام کی ہر ہمتان
گوئی کو مستشرقین پر لیکن اس پر الزام یہ آتا ہو، کہ اس نے اپنے حمد کے مظالم کی پردہ پوشی کے لیے تہذیب و تاریخ
پر عام حکم انتہاء جاری کر دیا، اگر یہ واقعہ ہو تا تو ظالم عالمگیر کو اپنے پہلے وہ سالہ جہاد کے انصاف کے لیے جو باپ اور
بھائیوں کے ساتھ اس نے کیے، اپنے ابتدائی وہ سالہ تاریخ کو خاکسار کرنا چاہیے تھا، نہ کہ آئندہ کے واقعات
کو جس میں مرثیوں کی جنگ کے سوا کوئی اور اہم باب نہیں،

بہر حال اگر حقیقت عالمگیر کے حمد میں تہذیب و تاریخ کا سلسلہ قہمی روک دیا گیا ہوتا تو کج بہت سی کتابیں
جو حمد عالمگیر میں ترتیب پائی ہیں، عالم وجود میں نہ آئی ہوتیں، ورنہ عالمگیر کے حمد میں چرچہ نویسی و وقعر نگاری کا
جو نظام قائم تھا، اس سے ممکن نہ تھا، کہ مورخین اپنی کتابیں لکھتے، اور چرچہ نویس ان سے بے خبر ہوتے چلتے
اس وقت یورپ اور ہندوستان وغیرہ کے مختلف کتب خانوں میں حمد عالمگیری کی بہ کثرت کتابیں
موجود ہیں، اور سب سے بڑھ کر ان تالیفات میں نہ صرف مسلمان مورخین کی کتابیں ہیں، بلکہ اس حمد
عزت از ہند اہل قلم کی تصنیفات بھی ہیں

اذیل میں حمد عالمگیر کی تاریخی تصنیفات کی ایک فہرست پیش کی جاتی
ہو، امید ہو کہ یہ فہرست ہمارے لائق موضوع کے تمام شکوک و شبہات کو دور
کر دے گی، اس سلسلہ میں پہلے مسلمان مورخین کی کتابیں درج کی جاتی ہیں،

ادبک بہرہ و مورخین کی کتابیں درج کی جائیں گی مسلمان مورخین کی کتابیں حسب ذیل ہیں :-

۱۔ واقعات عالمگیری مصنف میرزاں، اس میں عالمگیر کی ولادت، شاہزادگی اور تخت

شیشی سے شاہ جہاں کی وفات تک کے حالات ہیں ، اس کا ایک نسخہ کتب خانہ دار المصنفین

میں ہے۔
۲۔ عجیبہ غریبہ جو تیسرے عہد تیسری جاگیر بھی کہلاتی ہے ، مؤلفہ شہاب الدین طالش بن محمد علی

احمدیہ کوچ ہمارا دوسرا سام کی فتح عالمگیری کی تاریخ ہے ، جو عہد عالمگیری کے ابتدائی سالوں میں

پیش آئی ، زمانہ تالیف ۱۰۷۱ھ ہے ،
۳۔ واقعات عالمگیر مؤلفہ عاقل خاں راندی ، عالمگیری کے ابتدائی سالوں از ۱۰۷۱ھ

تائیل تک کی تاریخ ہے ،
۴۔ تاریخ شاہ شجاعی مؤلفہ محمد مصوم بن حسن صادق ، شاہ شجاع کی جنگوں کے حال میں ہے

زمانہ تالیف ۱۰۷۱ھ ہے ،
۵۔ آئینہ بخت ۔ مؤلفہ بختاورد خان ، کتاب کا آغاز تصنیف ۱۰۷۱ھ میں ہوا ، اس میں بابر

سے شاہ جہاں کے مختصر حالات اور عہد عالمگیری کے ابتدائی وہ سالہ حکومت کے فصل واقعات ہیں

اور مصنف کے بیان کے مطابق علت غائی اس تالیف کی عالمگیری کے حالات ہیں ، یہ خود ام پور

کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کا مفصل تذکرہ معارف ج ۲۹ نمبر ۲۴ میں شائع ہو چکا ہے ، بختاورد خان

نے ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی ، اور عالمگیری نے خود تاج تازہ پڑھائی تھی ، تاہم عالمگیری ۱۰۷۹ھ

پر ۱۰۷۹ھ میں ہے ،
۶۔ مرآۃ العالم ، بختاورد خان کی ایک دوسری تالیف مرآۃ العالم کے نام سے برٹش میوزیم میں

موجود ہے ، اس تصنیف کی تاریخ بھی آئینہ بخت ہے ، منشی احمد علی خاں صاحب تہمت کتب خانہ

رام پور کا خیال ہے ، کہ غالباً بختاورد خان نے ابتداً حضرت بابر سے عالمگیری تک کے حالات لکھے ،

اور اس کا نام آئینہ بخت رکھا ، پھر اسی کو بھرت دیا ، اور اس کو مرآۃ العالم کے نام سے موسوم کیا۔

اور اس کا تاریخی نام آئینہ بخت "باقی رکھا ، لیکن انڈیا آفس کی فہرست مخطوطات کے مرتب نے

اس تالیف مرآۃ العالم کو شیخ محمد قاری ۱۰۷۱ھ کی تالیف قرار دیا ہے ، عجیبہ نہیں کہ شیخ

محمد قاری بصورت کی تصنیف مرآۃ جهان نام سے ہیں کا ذکر آگے آتا ہے ، اقتباس ہو گیا ہے ، مصفا اللہ

لہ فہرست مخطوطات ان کی پوری ہے ۱۰۷۱ھ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم ج ۱ ص ۱۷۵ انڈیا آفس فہرست ۱۷۳۱

شاہ نواز خاں نے آثار الامریں بننا اور خاں کا ذکر کیا ہو، اور اس کی تصنیف مرآۃ العالم کو اپنے
تلف میں شمار کیا ہو، مرآۃ العالم کا نسخہ دار المصنفین میں بھی موجود ہو

۷۔ مرآۃ جهان نما۔ یہ اسی شیخ محمد تقی مولا دہشتہ متوفی ۱۰۹۲ھ کی تالیف ہے جس
میں عالمگیر کے وہ سالہ حکومت تک کی تاریخ ہے، اور ۱۰۹۲ھ میں مصنف کی وفات کے بعد اس
کے بھتیجے محمد فیض (۱۰۹۵ھ) نے اس کو حمد عالمگیری ہی میں اڈٹ کیا، انڈیا آفس میں اس
کا ایک نسخہ موجود ہے،

۸۔ زینت التواریخ مؤلفہ عزیز اللہ، یہ تاریخ عام ہو، زمانہ تالیف ۱۱۰۴ھ ہو۔ برٹش
میوزیم میں موجود ہے،

۹۔ تنقیح الاخبار مؤلفہ امیر محمد علی حمد عالمگیری کی تالیف ہے، فرخ سیر کے عہد ۱۲۵ھ
تک کی عام تاریخ ہے، عہد عالمگیری ۱۱۰۰ھ سے اس کی تالیف شروع ہوئی،

۱۰۔ آداب عالمگیری۔ مؤلفہ شیخ الممالک شیخ ابو الفتح قابل خاں، یہ کتاب عہد عالمگیری
کے سرکاری دستاویزات اور خطوط وغیرہ پر مشتمل ہے، ۱۱۱۵ھ میں یہ مجموعہ کتاب کی شکل میں مرتب
ہوا، اور اس کی تاریخ ”گل انباغ جان“ سے تعیین کی گئی ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے
کتب خانہ دار المصنفین میں بھی موجود ہے،

۱۱۔ خلاصہ عالمگیر نامہ مؤلفہ قائم خاں، یہ اگرچہ عالمگیر کے ابتدائی وہ سالہ عہد کی تاریخ
ہو، لیکن اس دسویں سال کے بعد ترتیب پائی ہے، جب عالمگیر نے محمد کاظم کے عالمگیر نامہ کی
ترتیب روک دی تھی، یہ تاہم سب سے زیادہ خلاصہ ہو، اور برٹش میوزیم کا نسخہ عالمگیر کے ۴۷ ویں سال
حکومت ۱۱۱۵ھ کا مکتوب ہے،

۱۲۔ وقائع نعمت خان عالی۔ اس میں عالمگیر کے حملہ، حیدر آباد ۱۱۹۶ھ کے چند
دنوں کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں، جو اسی زمانہ میں لکھے گئے تھے، اس کا نسخہ عام طور پر
شائع ہے،

۱۳۔ جوہر التواریخ مؤلفہ سلمان قزوینی یہ از ابتدا لکھے گئے آفرینش تا عہد عالمگیر کے حالات

پر مشتمل ہو، لیکن بوڈلین لائبریری میں جو نسخہ ہو، وہ ہانگیر کے عہد تک کے حالات میں ہی مگر مصنف نے دیا چھپیں عہد عالمگیر تک کی تاریخ کی ترتیب بتائی ہو، اور ترتیب نہرت نے اس کو عہد عالمگیر کی تصنیف قرار دیا ہو، کتاب میں عالمگیر کے نام کے ساتھ خلد اللہ علیہ السلام کے الفاظ بھی موجود ہیں، ۱۴۔ مجموعہ اقتباس تو ایسی مختلفہ۔ یہ بوڈلین لائبریری کا ایک نسخہ ہے، مصنف کا نام درج نہیں، لیکن زمانہ تالیف سبب ہے، اس میں حسب ذیل تاریخوں کے خلاف ہیں، تاریخ سلاطین خلافت زمین سلسلہ علویہ صفویہ مشتمل بر حالات از ۱۶۵۹ء تا ۱۷۰۱ء، تاریخ بعض اقوتیہ تسبیح طالع ولادت و سوانح و واقعات و بناے مساجد و روحانیات و انبیہ و عمارات و حیاض و باغات و تولد و عروسی و شادی و زادی و عالی کا مکار و مثل بر حالات تا ۱۶۵۹ء، تاریخ سلطنت بادشاہ خلیجہ، تاریخ سلاطین سلسلہ علیہ صاحبقران امیر تیمور گورگانی، فتح تاشمہ کو لانا علی کل از برائے حسین نظام شاہ نوشہر و تاریخ سلاطین سلسلہ علیہ قطب شاہیتہ بر حالات سبب ہے۔ اب ذیل میں عہد عالمگیر کے چند ہندو مورخین کی کتابیں پیش ہیں :-

۱۵۔ قوتوحات عالمگیری مصنفہ سیرداس قوم ناگرتوطن بلدہ پٹن، اس میں عالمگیری کی تخت نشینی سے ۳۴ ویں سال حکومت سبب تک کے حالات ہیں، یہ عہد عالمگیری کی تالیف ہے،

۱۶۔ فتح دل کشا ہولہ بھی سین ولد رگھو نندن داس، یہ عالمگیری دکنی معرکہ رائیوں کی رزمیہ تاریخ ہے جس میں عالمگیری کی فوج کشی سے شاہ عالم کی تخت نشینی تک کے حالات ہیں بھی سین سبب میں پیدا ہوا، اور عالمگیری دکنی فوج سے وابستہ تھا، تاریخ کی ترتیب اگرچہ عالمگیری وفات کے دو سال بعد تالیف میں اتمام کو پہنچی، لیکن اس کا بیشتر حصہ وہ عہد عالمگیری کے عہد حکومت میں جب وہ مختلف مقامات پر جاتا رہا ترتیب دیا ہوا (برٹش میوزیم)۔

۱۷۔ منتخب التواریخ مؤلفہ جگ جیون داس ولد منوہر داس، اس کا مصنف عالمگیری کے عہد حکومت میں سبب سے اس کا مواد فراہم کرتا رہا، لیکن ترتیب کا موقع نہیں ملا، یہاں تک

کہ سنہ ۱۱۷۵ میں اس کو مرتب کیا (برٹش میوزیم)

۱۸۔ لب التواریخ ہند مؤلفہ رائے بندہ ابن پسر رائے بہرائ، اس میں ہندوستان کے مسلمان فرماناں شہاب الدین غوری (۱۱۹۱ء) کے عہد سے عالمگیر کے ۱۲۰۷ء سال حکومت سنہ تک کے حالات ہیں، عالمگیر کے عہد میں تالیف ہوئی، اور اس کا ایک نسخہ ہی عہد عالمگیر کے ۱۲۰۷ء سال حکومت سنہ کا لکھا ہوا انڈیا آفس میں موجود ہے،

۱۹۔ کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس ہندو مصنف نے اپنی یہ تالیف خود عالمگیر کے نام منون کی ہے،

۱۹۔ خلاصہ التواریخ مؤلفہ سجان رائے، بعض نسخوں میں سجان رائے یا بعض میں سوجن رائے یہ بھی ہندوستان کی عاصم تاجپور، اور عالمگیر کے عہد کے چالیس سال یعنی سنہ ۱۱۹۹ء تک کے حالات پر ختم ہوتی ہے، اور اسی سال یعنی سنہ ۱۱۹۹ء میں اختتام کو پہنچی، اور عالمگیر کی خوش قسمتی سے اس ہندو مصنف نے اپنی یہ تاریخی تالیف عالمگیر کے نام منون کی ہے، اس کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالمصنفین میں بھی موجود ہے، اور اس میں مصنف کا نام سجان رائے متوطن بٹالہ (یا پٹالہ) ہے،

لیکن تاریخی حیثیت سے عہد عالمگیری کی ان تصنیفات سے زیادہ اس عہد کے مجموعہ مکاتیب و فرہین و احکام کو اہمیت حاصل ہے، یہ خطوط و احکام حسب ضرورت صادر ہوئے، اور روزانہ جو حادثے پیش آئے، اور حادث کے مختلف پہلوؤں میں جو حکمت عملی اختیار کی گئی، اور جو سیاست برتی گئی، یہ خطوط و فرہین ان کا صحیح ترین مرقع ہیں، یہ اس عہد کے پوشیدہ سے پوشیدہ رسل و رسائل کی وہ کہانیاں ہیں، جنہیں دور حاضر کی حکومتیں بھی انتہا احتفاظ میں رکھتی ہیں، اس لیے عالمگیری عہد کی تاریخ کا حقیقی آئینہ ہی بن سکتی ہیں، کیوں کہ یہ خطوط و فرہین جب صادر ہوئے تھے۔ اس وقت نہ ان کی اشاعت کا خیال تھا، اور نہ انہیں حوادث عالمگیری کے حق و باطل میں فیصلہ کار قرار دینے کا خیال تھا،

لیکن عہد عالمگیری کے چند سال گزرنے کے بعد جب لوگوں کو ان مکاتیب و فرہین کی بڑی کا خیال پیدا ہوا، تو عالمگیر نے اس میں کوئی مزاہمت نہیں کی، اور اسی عہد میں اس قسم کے مختلف مجموعے تیار ہو گئے۔ اور ان خطوط میں صرف عالمگیر کے مکاتیب نہیں ہیں بلکہ اس عہد کی اہم شخصیتوں

شاہ جاں، پاداران عالمگیر، شاہزادگان عالمگیر، سیداجی، جے سنگھ، اور مختلف سرکردہ
۴۴ سال حکومت کے خطوط جمع کیے گئے،

انہی ہی طرح لوگوں نے عالمگیر کے سرکاری کاغذات کو استعمال کیا، اور ان سے فراہم ہونے والے
کے مختلف مجموعے تیار کیے گئے، لیکن عالمگیر نے ان سرکاری کاغذات سے جمع و ترتیب کرنے
میں منع نہیں کیا،

نیز خود عالمگیر نے اپنے سرکاری کاغذات کا مکمل و منظم و فراقائم رکھا، جو اس عہد کی تاریخ میں
نہایت اہمیت رکھتے تھے، چنانچہ اس وقت بھی انڈیا آفس میں عالمگیری عہد کے سرکاری
کاغذات کا ریکارڈ موسموں، انجارات، دربار حلقی، موجود ہے، جس میں عالمگیر کے ۲۲ ویں سال
حکومت تک کے جتنے جتنے کاغذات ہیں، اور ۲۲ ویں سال حکومت سے عہد آخر تک کی مکمل
کڑیاں موجود ہیں،

اسی طرح عہد عالمگیری کے مکاتیب و فرامین کے بیشتر مجموعے مختلف مقامات پر آج بھی
پائے جاتے ہیں، جن کے حوالے سرحد، نانٹھو سرکار اور ہائے دوست سید نجیب اشرف صاحب
ندوی ایم، اے نے اپنی تالیف میں مفصل درج کیے ہیں، ان مجموعوں کو نہ صرف مسلمان اہل قلم
نے جمع کیا ہے، بلکہ ان میں متعدد ہندو متین بھی شامل ہیں،
اس لیے عالمگیر پر یہ الزام لگانا کہ اس نے تانینجی نویسی کو قانوناً حرم قرار دیدیا تھا، عالمگیر
پر ظلم ہے۔ جس کے بجا خود اپنی تانینجی: انو، پر کس قدر صریح ظلم ہے،

(مئی ۱۹۵۷ء)

عالمگیر کے عہد میں مندروں کا انہدام

برطانوی عہد کے ہنگال کی انگریزی درس گاہوں کے نصاب میں ہندوستان کی تاریخ کی جو کتابیں داخل تھیں، ۱۹۴۷ء میں انگریز تعلیمات ہنگال نے ان میں کے غیر صحیح و منہ شدہ مترجم واقعات کی بھان بین کرنے اور ان پر تصحیح و اندر رک کے طور پر حتمی تیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس سلسلہ میں عالمگیر کے عہد میں مندروں کا انہدام کا باریک موضوع بھی زیر بحث آیا، اور ڈاکٹر شری کے تعلیمات نے اس موضوع کے اہم سرچھونڈا کو سرکار سے رجوع کیا، کہ ان کی تاریخ میں بھی یہ الزامات طرے گئے ہیں، موصوف نے جو جواب دیا، ڈاکٹر تعلیمات نے اپنے مکتوب کے ساتھ اس کو ”اوننگ زیب عالمگیر پر ایک نظر“ کے مصنف علامہ شبلی نعمانی علیہ الرحمہ کے یادگار علمی انداز میں بھیجا، ڈاکٹر مصنفین کی طرف سے اس کا جو جواب الجواب بھیجا گیا اس کو عام فائدہ کے لیے، کہہ کر شائع کیا گیا کہ مع

کاسے کا سے باز خوان اس قدر بابتہ را

وہ جوابی مراسلہ یا خواتین بال پر مقالہ حسب ذیل ہو:-

آپ کا ٹی، اور B. 23-24 (موصول ہوا، آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ

”مولانا شبلی نے ہمارے دور کے وقت متنبہ نہیں کیے تھے حال میں جو او۔ نگ زیب پر جو یہ دکھایا جو، کہ شہنشاہ نے پانچ ہند مندروں کے مسمار کرنے کا حکم دیا تھا وہ جواب میں اس عمل کے تھا، پانچ ہندوؤں نے مسجد بنوا دی، شہنشاہ کو انہما، اور فتح اللہ بلوچ میں مسلمانوں کو ہندو بنایا، انہما لائق مصنف نے بہ سستی سے اپنے امر بیان کیا ہے،“

آپ نے اندازہ فرمایا کہ اس مسئلہ سے متعلق سرچھونڈا تھا۔ رکتا مکتوب بھی روانہ فرمایا جو میں نے ۵۰ ارشاد فرمایا ہے یہ کہ

”مہرانی کر کے آپسری تاریخ اور نگار زیب جلد سوم تعلقات نمبر ۵ ص ۲۸۰ تا ۲۸۶ ملاحظہ کریں، جس میں اسی فارسی تاریخوں کے ترجمے درج ہیں، جو مسلمانوں کی لکھی ہوئی ہیں، ان میں سے بیشتر اور نگار زیب سے متعلق ہیں، اور ثابت کرتی ہیں، کہ شہنشاہ نے حکم دیا کہ ہندوؤں کے سب کے سب مندر لٹا دیے جائیں اور اس نے اس کی مشق اپنی تخت نشینی کی پہلے سے شروع کر دی تھی، مولانا شبلی نے اس کی کوئی وجہ نہیں لکھی کہ کپوں اور نگار زیب کے عہد حکومت کی اسی سرکاری تاریخ کو قابل یقین نہ سمجھا جائے، جس کو محمد ساقی نے شہنشاہ کے مقرب مہتاب (مہرید خاص) عنایت اللہ کی ہدایت کے مطابق سرکاری کاغذات کی مدد سے مرتب کیا ہو، اور جس میں بیان کیا گیا ہو، کہ

”سنہ ۱۰۸۵ھ تک تمام نظام ناطقان کل صوبجات سمار شد کہ ان میں عابد نے دینان دست خوش اندام سازند“ (ص ۸۱)

اس سے ثابت ہوتا ہو، کہ سولہ صدی میں یہ فرمان صادر ہوا کہ مندر سار کیے جائیں اور شکرت کے سکول پر بے غلیہ سلطنت میں بند کر دیے جائیں، مثال اس امر کے قیوت میں ہو کہ حکم اور نگار زیب کے بہت ہی آخر عہد حکومت (ختم عہد ۱۰۸۵ھ) میں صادر ہوا، اور اس کی مثالیں سیری کتاب میں موجود ہیں، جو مستند مورخین سے اخذ ہیں، اور سجد کے اندام کا کوئی واقعہ اور نگار زیب

کی تاریخ میں موجود نہیں

تحقیق طلب امور | ان دونوں مراسلوں میں حسب ذیل امور تنقیح طلب نکلتے ہیں :-
۱۔ مولانا شبلی مرحوم نے اپنے اس بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا کہ مندر جو اباً منہدم کیے گئے،

۲۔ اور نگار زیب نے اپنی خاہن زادگی کے زمانہ سے مندروں کے سمار کرنے کی مشق شروع کی، پھر اپنے دور حکومت میں کل صوبوں میں مندروں کے اندام اور ہندوؤں کے مندروں کے بند کرنے کا عہد بنان جاری کیا، اور ہی بنا پر عالمگیر کے زمانہ میں بہت سے مندر سمار

کیے گئے، جن کا ذکر مستند مؤرخین نے کیا ہو، اور تھیں سرحد ذاتہ سرکار نے انہی تاریخ میں جمع کیا ہو،

۳۔ مولانا شبلی مرحوم نے ان مؤرخین خصوصاً محمد ساقی کے اس بیان کے بادر نہ کرنے کے وجہ بتائے کہ سترہ سو سالوں کے مساکر نے اور صدیوں کے ہندو نے کا عام منہ مانا جاری ہوا،

اب ذیل میں سلسلہ وار معروضات پیش ہیں :-

مولانا شبلی مرحوم کا بیان | مولانا شبلی مرحوم کے تعلق یہ لکھنا صحیح نہیں کہ انھوں نے عالمگیر کے زمانہ میں مسجدوں کے مساکر کیے جانے اور مسلمانوں کے ہندو بنائے جانے کا ذکر کیا ہو، کہ اس نے اپنے عہد کی ان حرکتوں کے جواب میں ہندوؤں کو مساکر کر دیا، بلکہ انھوں نے کسب کے عہد سے عالمگیر کے زمانہ تک کے ہندوؤں کے طرز عمل کا جائزہ لیا ہو، اور دکھایا ہو کہ

”اب ہندوؤں نے علاوہ مسلمانوں پر تعدی اور ظلم شروع کیا، ذہب یہاں تک پہنچی کہ ہندو مسلمان عورتوں سے بہرہ شادی کرتے تھے، ادران کو گھروں میں ڈال لیتے تھے، اس سے بڑھ کر یہ کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنی عمارتوں میں داخل کرتے تھے، شاہ جہاں نامہ عبدالحجید لاہوری جو شاہ جہاں کی شاہی تاریخ ہو اور خود شاہ جہاں کے حکم سے لکھی گئی ہو، اس میں یہ واقعہ تفصیل سے لکھا ہو،“

جہاں جہ اس کی حجابت یہ ہو :-

دو چوں ریاات جلال بہ حوالی گجرات پنجاب رسید جمع از سادات و مشائخ آن
قصہ استغاثہ نمودند کہ پرستے از کھانا با کھانا و آواز و آواز مومنہ را در تصرف دارند
چندے از میان مساجد بہ تعدی و عمارات خود آوردہ جا بر آں شیخ مجبور گشتی کہ
از دینی دانش بہرہ در دست دار و علی مردم جدید الاسلام جو مقرر نہشت یافت
تا بعد از ثبوت نسا و مسلمہ را از تصرف کفار بگرد مساجد و عمارات آں طاعتین
عباس از د، امطابق حکم عمل آوردہ ہفتاد و ہجرت مومنہ از تصرف کفرہ

فجرہ آورد و ہر جا کہ مسجد سے دہ زیر عمارت ہندو در آمدہ بود، بعد از تحقیق آن
 را فر از نمود و دوز سے ازاں جا بہ طریق جرمانہ گرفتہ و معذور سابق مسجد ساخت ،
 پس ازاں کہ ایں ہاجرہ مساجد جلال رسیدہ یعنی تھنا فاؤ صا ویر شدہ کہ بہ و خود
 قدیم ہر کہ مسلمان شود مسلمہ را بہ عقد مجدد یاد بگذاشتہ پس اندوہ و دفران چھے
 از سادات یاد دہی بہ پایتج اسلام سیدہ زمان مسلمہ را بہ نکاح جدید متصرف
 گشتہ و حکم شد کہ در کل ممالک محروسہ ہر جا جنیں واقع شدہ باشند، پس بہ دستور
 عمل نماید، چنان چہ اناش بیا را ز دست کفار برآمدہ و نکاح مسلمانان و نکاح
 و گروہہ انکفار بہ قبول دین میں آذاتش و نفع را ئی یافتہ
 و بعد خانہ ہندم گردید و بجائے آن مساجد بنا یافتہ

کیا شاہ جہاں نامہ کی یہ عبارت مولانا شبلی مرحوم کے مدعا کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے؟
 عالمگیر کے ہاتھوں ہندوں کے ۲۔ اندنگ زیب کی شاہزادی کے زمانہ سے آخر و
 حکومت ایک مندروں کے سما کیے جانے کے جو تھا
 انہدام کی حقیقت
 میں آئے، ان کی حقیقت سمجھنے کے لیے ان اسباب
 کو ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے، جو وثائق و کتابیں آتے
 گئے، اور ان کے نتیجے میں ہندو ہندم کیے گئے؛

شاہ جہاں کے زمانہ میں
 ہندوؤں کی زیارتیں
 الٰہت۔ شاہ جہاں کے زمانہ میں ہندوؤں کی جو زیارتیں
 ہوتی رہتی تھیں، ان کا حوالہ مولانا شبلی مرحوم کی تحریر بالا
 میں گزر چکا، محمد صالح لاہوری نے عمل صلح معروف بہ شاہ
 جہاں نامہ میں اس واقعہ کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے،
 وہ لکھتا ہے،—

چوں ظاہر تھہ ہجرات پنجاب مضرب خیام و دولت و اتہال شد، چند سے از

سادات و مشائخ آں قصبہ معروض واقفان عتبہ سدرہ رتبہ و اشتہار کہ بعض از
 کفرہ فخرہ زمان و کینز ان مسلمان را در تحت تصرف دادند و گروہی بدین صحت خارج
 از دائرہ دین نیز اندر طور صدقہ اندازہ خود پائے میریں نہادہ، مساجد ادر اعلیٰ عمارت
 خود نموده اند، ہندگان حضرت تحقیق حقیقت این امر را بہ شیخ محمود گجراتی کہ دارو
 ہنگی و مسلمانان بدو مفوض بود مروج فرمودہ مقرر ساختند کہ بعض از نبوت این
 مقدمہ زندان و کینز را را اندازہ گرفتہ مساجد را از منازل ایس بے دینان جدا نمود
 حقیقت بعض مقدس رسانند، چون شیخ آں قصبہ رسید، ہفتاد و صیلا و کینز کمرہ را
 از تصرف آں مردود آں یاد کردہ بہ مردم مشہدین پیر گاہ سپرد و چندی مسجد را
 از خانہ ہائے ایشان فراز ساخت و بے سعادتی کہ نیست یہ مصحف مجید استخفافے
 اند و سر نمودہ بود، بعد از انہاء اورا گردن زدند، آں گاہ امر اعلیٰ بصد و بیست
 کہ در سائر ولایت پنجاب ہر جا ایں صورت بے معنی رو نمودہ باشد مکتفلاں
 ہماں شرعی و متصدیان خدمت عرفی شرائط قصص و محسوس بجا آند و مسلمات را از
 قبضہ تصرف آندہی مساجد از خانہ کفار یاد کردہ چہ قد مسلمانان در آوردند،
 قریب چار صد ہند و بہ طیب خاطر قائل کلتین طیبین گشتہ از تہ دل مسلمانان خند
 و ہفت مسجد از کفرہ فخرہ یاد کردہ بہ ازگی عبادت گاہ اہل اسلام گردید، و بہت خانہ
 از بنی و بنیاد کردہ خود بجائے آں مساجد و معاہدہ اس یافت ^۱۔

یہ صورت حال شاہ جہاں کے زمانہ میں جو ہر طبقہ میں غیر متعصب حکمران مانا گیا ہو، قائم تھی، اور
 صرف کسی ایک قصبہ کا نہیں بلکہ پورے صوبہ پنجاب میں جا بہ جا اس کی مثالیں پائی گئیں، اور یہ
 ایک ایسے صوبہ کا حال تھا، جہاں مسلمان زیادہ تعداد میں آباد تھے، اور جو بہت ہی قریب مانہ
 میں دار الحکومت رہ چکا تھا، اور ہندوستان کے شہنشاہ کو اکثر یہاں کی آبادیوں سے گذرنے
 کا اتفاق ہوتا رہتا تھا، اسی مناسبت سے ان صوبوں کے مسلمانوں کا حال تصور کیا جاسکتا ہو،
 جو دار الحکومت سے دور پڑتے تھے، اور جہاں مسلمانوں کی آبادی بھی زیادہ موجود نہ تھی، پھر

شاہ جہاں کے آخری حکمرانوں میں دارالخکوہ کا دارندہ ہوا، جس کی ہندو پرستی کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے، اس لیے ہندوؤں کے متشدد مذہبی گروہ کا جبروتندی اس زمانہ میں جس حد تک نہ بڑھ گیا ہو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی،

عالمگیر کے عہد میں مسلمانوں میں | ملک کے ایسے اہل میں عالمگیر تخت نشین ہوا، اس نے
عالمگیر کے عہد میں مسلمانوں میں | رعایا کے مختلف فرقوں کے مذہبی و سیاسی و معاشرتی حقوق
مگر اسی پھیلانے والے مرکز | متعین کیے، اور ہر فرقہ کو کسی دوسرے پر ظلم کرنے سے ڈکا،
لیکن ہندوؤں کے مذہبی گروہ کی طرف سے اس نوعیت کے واقعات اپنی شکل بدل کر اس کی صورت
کے دور میں بھی پیش آئے، جیسے کہ شاہ جہاں کے زمانہ میں پیش آچکے تھے، اس لیے اس کو بھی تسلیم
کا روایات محل میں لانی ہیں، چنانچہ شاہ جہاں کے زمانہ میں اگر تعین یہ معلوم ہوا کہ مسلمان
عمدوں کو ہندوؤں نے اپنے گھروں میں ڈال لیا، مسجدوں کو اپنے مکانوں میں داخل کر لیا، اور
قرآن مجید کے ساتھ سوء ادب سے پیش آئے، اور شاہ جہاں نے ان کے اسناد میں جوابی
کا روایات لکھیں، تو عالمگیر کے زمانہ میں ان واقعات نے یہ قالب اختیار کیا، کہ ہندوؤں کے
مذہبی مقتدا مسلمان بچوں کو باٹ خالوں میں داخل کرنے، اور انہیں مختلف ترغیبیں دے کر
دور دور سے بلانے لگے، اور ان کے ہاٹ خالے اور مندر مسلمانوں میں کفر و شرک پھیلانے کا ایک
ذریعہ بن گئے، اور یہ خطرہ سامنے آیا، کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی نسل کی نسل اسلام کی آغوش
سے نکل کر ہندوؤں میں جذب ہو جائے، اس لیے عالمگیر نے اس کا تدارک کیا، اور اسی کے تذکرہ
میں وہ فرمان نافذ کیا، جس کو سرحد و ناتھ سرکار نے اپنے مکتوب میں نقل کیا ہے،

لیکن انہوں نے جو کہ سرحد و ناتھ نے صرف بیچ کی عبارت نقل کر دی، اور اس سے اوپر اور
بیچے کی وہ عبارتیں چھوڑ دیں جن سے اس فرمان کا اصل منشا ظاہر ہوتا ہو، اور وہ واقعات علم
میں آتے ہیں جو اوپر بیان کیے گئے، مگر عالمگیری کی وہ پوری عبارت ذیل میں پیش ہے،

بعض خداوندین پروردہ کہ درصوبہ ٹھٹھ و ملتان خصوص بنارس و جہان

بطالت نشان در مدار میں مقربہ تہذیب کتب باطلہ ہتھالی دانندہ راغبان طالبان

انہوں دو مسلمان مسافرت ہائے بعیدہ نے نودہ جہت تحصیل علوم شوم، زنداں جہاں

میں مندریں کے اندام کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ ذہن نشین رکھنا بھی ضروری ہو، کہ اس زمانہ میں یہ کچھ دستور سا ہو گیا تھا، کہ لڑائیوں کے موقع پر دشمن کی عبادت گاہیں ڈھائی جاتی تھیں، جہاں چہ ہندو اگر کسی مسلمان حکمران پر فتح مند ہوتے، تو مسجدوں اور مصحفوں کی بے حرمتی کرتے، اور انہیں پر باد کر دیتے تھے، اور مسلمان عورتوں کی عصمت تک محفوظ نہ رکھتے تھے، فیروز شاہ کے زمانہ میں قزرت حسن کا کوٹھمبر پرستولی ہو گیا تھا، ایک ہندو سرکش مکن اس پر چڑھ دوڑا، اور عہد میں اس نے جو تہا ہی پھیلانی، شمس سراج عقیقت نے اپنی تاریخ میں اس کو درج کیا ہو، لکھا ہے:-

”کن مفد کہ در والی معبر ہا باشد با محبت انوہ و پلان با علوہ و مہر،

درآمد و قزرت حسن کا کوٹھرانہ گرفتہ، بعد از انکالتن گشتہ بنر معبر فود گرفتہ،

بہ تمام معبر کہ بنر مسلمانان بودند خراب گردانیدہ بلکہ عوارات مسلمانان بہت

ہند گرفتہ خدمہ در بنر معبر مکن اقامت کردہ “

اسی طرح اگر مسلمان حکمران کو کسی باغی ہندو یا ہادی پر فتح ہوتی، تو وہ مفتوحہ علاقہ کے مندروں پر حملے کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی ہندو در کبھی مالی کی مدد کے لیے کسی دوسرے مسلمان حکمران کے مقابلہ میں آتا، تو بھی وہ مفتوحہ علاقہ کی مسجدوں و مصحفوں کی بے حرمتی سے باز نہ آتا تھا، جہاں چہ ۹۶۷ء میں علی عادل شاہ دکنی نے رام راج والی بجا بکر کو نظام شاہ کے مقابلہ میں اپنی مدد کے لیے بلایا تو رام راج کی فوج کے ہاتھوں خود علی عادل شاہ کے ملک کی مسجدیں اور مصاحف بے حرمتی سے تہ تیغ کیں، اور دونوں مذہب آتش ہو گئیں، حالانکہ علی عادل شاہ نے معمول کے مطابق بے حرمتی کے حادثے پیش آنے کے لحاظ سے پہلے ہی وعدہ لے لیا تھا کہ کسی موقع پر مساجد و مصاحف کی بے حرمتی نہ کی جائے گی، لیکن موقع کے وقت رام راج اپنے عہد پر قائم نہ رہ سکا جہاں چہ مرقوم ہو کہ

”کفار بجا بکر... دست بیدار دلا کر دم... مساجد و معاہد سوختند“

اکبر اور جلالگیر کے عہد میں اسلامی معاہدہ شعائر کی بے حرمتی کا نکتہ دوسری تاریخوں سے

قطع نظر کر کے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں جاہد جانظر کا تاہر، اور اس سے مغلوں کے اس دور میں اسلامی معابد کے ساتھ کس قسم کا زیادہ جبری تہنہ، ... نہ کیا جاسکتا ہو، مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:-

کفار ہند بے تحاشی ہر مں مساجد می نمایند و در آن بابا لہجہ صیہ ہستہ خودی سازند۔
 -- کفار ہند لارعم کفر بجای آندہ و مسلمانان و راجہ اسے اکثر احکام اسلام عاجزانہ۔

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:-

غبت اسلام نزدیک بہ یک قرن پہچہ قریبہ است کہ اہل کفر و بھوج و اجڑے احکام کفریہ بڑا در لاد اسلام رخصتی بنی شوند، می خواہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زایل گردند و اثر سے از مسلمانان و مسلمانی پیدا نہ شود و کادتا تا آں سرحد رسانندہ اند کہ اگر سلطان از شعائر اسلام اظہار نماید بقتل می رسد۔

ایسے ہی زمانہ کے بعد عالمگیر کی شاہزادگی کا زمانہ شروع ہوتا ہو، جس کے متعلق سرحد و ناظمہ سرکار فرماتے ہیں کہ اس نے شاہزادگی کے زمانہ سے مندرجہ کے اندام کی مشق شروع کر دی تھی لیکن جو واقعات اور بے نقل کیے گئے، ان سے اندازہ ہوتا ہو، کہ اس زمانہ میں عبادت گاہوں کے احترام کے متعلق جو متحارب قوموں کا سلوک ایک دوسرے کے ساتھ کس طور و طریق پر قائم تھا، ایسے ہی ماحول میں عالمگیر کی شاہزادگی کا زمانہ گزرا، اور پھر وہ تختہ نشین ہوا، اس لیے عام طریق کے مطابق اس کے زمانہ میں بھی بظاہر تو ان کے انسداد میں بہت خاصانہ نہ ہو کیے گئے، کیوں کہ عالمگیر اپنی مطیع رعایا کی عبادت گاہوں کی حفاظت عائد تھی، نہ کہ باغیوں اور سرکشوں کی جب باغیوں کے جرم کی سزا میں ان کی جانوں کی قیمت باقی نہ تھی۔ تو ان کی عبادت گاہوں کا کیوں احترام ہوتا، اگر انہیں اپنی عبادت گاہوں کو بچانا تھا، تو اطاعت کا یہ جھکاؤ نہ رہتے۔

عالمگیر کے عہد میں مندرجہ کے اندام کے اوقات اس لیے جب عالمگیر کے عہد میں بظاہر تو سرکشیوں، اور شور و شراب کے حالات

پیش گئے ، تو اس عہد کے عام طریق کے مطابق مندروں کے انہدام کے واقعات کا پیش آنا بھی ضروری تھا ، مسجد و ناتھ سرکار نے اپنی تاریخ میں مندروں کی مسماری کے جو واقعات کیے جا چکے ہیں ، اگر ان سب کو اتقصاد کے ساتھ دیکھا جائے ، تو وہ کسی نہ کسی بغاوت ، سرکشی ، اور فوجی کے قبضے میں ثابت ہوں گے ، مثلاً سرموصوف نے سب سے پہلے اورنگ زیب کی شاہزادی کی دمشق ، دکھانے کے لیے مرات احمدی کے حوالہ سے جنتا من مندر کے مسمار کیے جانے کا ذکر کیا ہے ، جو سرش پور میں واقع تھا ، اور سینا داس جوہری کا تعمیر کردہ تھا ، اب یہ دیکھا جاتا ہے ، کہ اورنگ زیب ۵۵۰ھ میں گجرات کا دالی بن کر وہاں گیا ، اور ۵۵۱ھ میں ایک دوسرے اہم منصب پر بھیج دیا گیا ، عبدالحمید لاہوری اور صاحب مرآۃ احمدی لکھتے ہیں ، کہ گجرات میں اورنگ زیب کا یہ پورا زمانہ یہاں کے سرکشوں کو زیر کرنے میں گذرا اور اس کے اہتمام میں اس کو مزید فوج رکھنی پڑی ، بغیر معمولی انہماک سے اس نے سرکشوں کو زیر کیا ، اور شہنشاہ سے خراج تحسین وصول کیا ، اس لیے قدرۃ ہی سمجھا جائے گا ، کہ اس مندر کی بربادی بھی ان ہی بغاوتوں کے زیر اثر عمل میں آئی ، بلکہ اس موقع پر نہ صرف ایک مندر بلکہ کئی مندر مسمار کیے گئے ، جیسا کہ مرآۃ احمدی میں عالمگیر کے فرمان مودۃ ۲۲ ، جمادی الاول ۱۰۰۰ھ سے مطابقت رکھتا ہے ، نومبر ۱۶۶۵ء سے آنکارا پہنچا ، لیکن سرموصوف نے اس فرمان کو علیحدہ حیثیت سے جگہ دیا ہے ، اور بت خافوں کے انہدام کے واقعات میں اضافہ کیا ہے ، حالانکہ اس فرمان میں گجرات کے باغیوں کے ان ہی مندروں کا ذکر ہے ، جو گجرات کی صوبہ داری کے زمانہ میں اس نے مسمار کرائے تھے ، اور جن کو وہاں کے باشندوں نے دوبارہ تعمیر کر کے پوجا شروع کر رکھی تھی ، عالمگیر نے اس فرمان کے ذریعہ ان ہی مندروں کو دوبارہ مسمار کرایا ، چنانچہ مذکور ہے :-

دہم جنیں بیٹھے از را کنان بحال مرقوم بت خانہ را کہ پیش از جلوس والا

۱۰۱۰ء تاریخ اورنگ زیب ج ۲ ص ۲۸۰ ، ۵۵۱ء بادشاہ نامہ لاجپور احمد ج ۲ ص ۱۱۱ و ۵۱۰ و مرآۃ احمدی ص ۲۳۲ ، ۵۵۳ مرآۃ احمدی ص ۲۴۳ و ۲۴۵ ، ۵۵۴ تاریخ اورنگ زیب ج ۲ ص ۱۱۱

بحسب حکم معنی ہندم گودیدہ بود تعمیر نوودہ ہنادوان گذارنتہ پیش می نمایند و
 مکتب نمودار مشروعمی گردند، ابتدا حکم جہاں مطاع لازم الاجتماع پر کرامت
 صدور می پویند کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بت حکمانہ : منہ رمدہ الحال مرت
 نوودہ اندیندازند۔

مخصوص نے اور ناگ زیب کی شاہزادی کی مشق میں صرف لیا۔ ہی کے یہ واقعات پیش
 کیے ہیں جن کی حقیقت اور پیش کی گئی، اسی طرح اگر ان کے تمام تہذیب کیے جوئے حوالوں پر
 جو عالمگیر کے دور حکومت سے تعلق ہیں، نظر ڈالی جائے، تو یہی قسم کہ، تنہا آشکارا ہوگا
 لیکن یہ سطر غیر ضروری طول بہرہ نشانی گئی، صحیح تہذیب پر ہونے کے لیے عمومی طور پر صرف
 یہ دیکھ لینا کافی ہو، کہ عالمگیر کے عہد میں مندرجہ کے انہماک کی زیادہ تر واقعات جو دور
 او دے پورا رکھنے پر غیرہ میں پیش آئے، اور یہی مقامات اس زمانہ میں ہندو توں
 کے اہم مرکز بنے ہوئے تھے،

اور نہ اس کے مالک محروسہ کے وہ علاقے جو اس کی عطا
 میں رہتے تھے، اور حیثیت رعایا کی جاہ و مال
 اور معاہد کی حرمت، برقرار رکھنا اس پر فرض تھا،

اس نے حسن و خوبی اس فرض کو انجام دیا، اس سلسلہ میں دکن کی واضح مثال ہائے سامنے
 موجود ہو کہ وہاں ۳۵ سال عالمگیر نے حکمرانی کی، لیکن کبھی کسی ایک بت خانہ کو بھی ہاتھ نہیں
 لگایا، اور عہد قدیم سے اس وقت تک الودہ وغیرہ کی ناویا دہ گاہیں موجود ہیں، پھر
 مختلف مقاموں پر چھپوئیں فراہم ایسے پائے جاتے ہیں، جن میں اس نے مطہر بندہ غایا کے
 مندروں پر ٹی بی جاگیر وقف کی ہے۔ اور ناگ زیب کی شاہزادی کی منہ رمدہ الحال مرت
 گیا کے متعلق ایک فرمان کی عکس تصویر لکھا ہے رندہ نیم سے ہمارے سرسہ یہ سامان ہوں ہو،
 اور اس فرمان کی اصل جنت بودھ گیا کے پاس محفوظ ہے، اور اہم سطر کی نگاہ سے گذر چکی ہو،
 اسی طرح عالمگیر کی وہ وقف کی ہوئی جاگیریں بھی اس مندر کے قبضہ میں باقی ہیں، یہی قسم

دوسرا فرمان جو بنیاد سے متعلق ہو، اور اہل ایشیا تک سوسائٹی بنگال کے جرنل میں چھپ چکا ہو، اور اب بھی بہ کثرت پڑھنے والے ہندو معاہدے میں موجود ہیں،

اسلامی حکومت کے حدود میں بہت خانے۔

راج، مندرجہ کے اندام کے سلسلہ میں تیسری بات یہ یاد رکھنے کی ہو، کہ ہلالی قانون کے رو سے اسلامی حکومت کے حدود میں جہاں کسی نئے بت خانہ کی تعمیر قانوناً ممنوع ہو وہاں صلح و امن کے قیام کے بعد عبادت کے مقدمات سے تعرض کرنا بھی اسلام کے قانون کے خلاف ہو، اور انھیں اپنے گھر میں یا پہلے سے بنے ہوئے معبود میں اپنے طریق عبادت کرنے کی پوری آزادی حاصل ہو، اور غیر مسلموں کی جو عبادت گاہیں اسلامی فتح سے پہلے کی تعمیر کی ہوئی ہوں، ان کو ان کے حال پر باقی رکھنا اور ان عبادت گاہوں کے مخالفوں کے ہاتھوں سے ان کا بچانا، ہلالی حکومت کے فرائض میں داخل ہو، اسلام کے دورِ اہل میں عہد فاروقی میں شام و عراق کی فتوحات میں اس کی بہ کثرت مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں، اور خود ہندوستان میں سندھ و ملتان کی عربی نکتہوں کے عہد میں پورے احترام و عہد قائم رہے،

اسی کے ساتھ دوسری طرف کسی اسلامی حکومت میں اگر کسی غیر مسلم کی کوئی نئی عبادت گاہ بغیر اجازت تعمیر ہوگی تو اسلامی قانون کے مطابق وہ منہدم کر دی جائے گی، کیوں کہ حقوق اسلامی حکومت کو قبول کر لیں گی، انھیں اسلامی قانون کے مطابق ہی مسلمان حکمران سے اپنے تعلقات قائم کرنے ہوں گے، اور قوانین کی پابندی کرنی ہوگی، اسی بنا پر عالمگیر کے عہد میں بھی بعض ایسے مندر و مہا دیے گئے، جو اس قانون کی زد میں آ گئے تھے، چنانچہ عالمگیر کے عہد میں جو بت خانے سمبار کیے گئے، ان میں سے اکثر موقعوں پر ان کے نوادرات کو ہونے کی تصریح موجود ہو، اور اس قانون اسلامی پر عمل درآمد صرف بدنام عالمگیر کے عہد ہی میں نہ تھا، بلکہ شاہ جہاں تک کے عہد میں موجود تھا، جس کے متعلق ہم اسے غیر مسلم زمین میں جس طرح رکھتے ہیں چنانچہ منتخب اللباب خوانی خاں ہیں سلسلہ کے واقعات کے ضمن میں مذکور ہو :-

ازداد قہود یہ بہا بدبض رسید کہ نہاد بدبت خانہ نوادرات سمبار مصالیح بنام ساجد شدہ :-

مولانا شبلی کا شکوہ
مولف آثر عالمگیر سے

۳۔ سرحد و ناقد سرکار فرماتے ہیں، کہ مولانا شبلی نے اس کی کوئی وجہ نہیں لکھی، کہ کیوں اور ناگ زیب کے عہد کی ایسی سرکاری تاریخ کو قابل یقین نہ سمجھا جائے، مولانا شبلی مرحوم نے تو خود اعتراف کیا ہے، کہ عالمگیر نامہ کا مسودہ خود عالمگیر کو دکھایا جاتا تھا، اور سائنس عالمگیری متعلق سائنس کی تصنیف ہو، چوں عالمگیر کا عہد دار تھا، اور دوس برس اول کے حالات اس نے صرف عالمگیر کے حوالہ سے لکھے ہیں، اور اسی کو مختصر کر دیا ہے، البتہ مولانا مرحوم کو اس مورخ سے یہ شکوہ ضرور ہو، کہ اس نے ۵۸۰ھ کے اس زیر بحث فرمان کو جس میں ناطوں کو مندوں کے ڈھانے کا حکم دیا گیا ہے، ایسے عمومی احکام میں لکھا ہے، کہ بظاہر دھوکا ہوتا ہے، کہ جو مسرت کے ساتھ پوری سلطنت مغلیہ کے مندوں کو مددوں اور مندوں کو ڈھانے کا حکم دیا گیا، اگرچہ اس مورخ کی لکھی ہوئی جہارت کے پڑھنے کے بعد یہ شکوکا ہو جاتا ہے کہ لیکن وجہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اس کی کیا غرض تھی؟

اب سرحد و ناقد سرکار جیسے فاضل روزگار مورخ کے مکتوب بالا میں بیچ سے اسی جہارت کو فوت میں پیش کرتے دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ اس مورخ سے مولانا نے مرحوم کا یہ شکوہ، شکوہ سچا تھا، (ستمبر ۱۳۲۳ھ)

تکملہ کتب خانہ
ذکرہ بالا مقالہ کے شائع ہونے کے تقریباً چار سال کے بعد آل انڈیا مہتری کانگریس کے سالانہ اجلاس میں بعض مورخین کی طرف اس سے موضوع کا ذکر دوبارہ چھیڑا

گیا اور معارف ماہ فروری ۱۹۰۵ء کے شذرات میں راقم سطور نے اس پر تبصرہ کیا، مناسب ہے کہ اس مقالہ کے تکرار کے ذریعہ ان کو بھی ذیل میں پیش کر دیا جائے، اس میں لکھا گیا ہے۔

پچھلے دہائی کے جناب میں، انڈیا اسٹوری کا انگریزوں کا سالانہ اجلاس ٹیٹن میں منعقد ہوا جس کی سرز میں مظاہرینوں نے، انڈیا اسٹوری کے سالانہ اجلاس میں، وقت ناک لالہ زار لکھی، ضرورت تھی کہ اس مناسبت سے اس میں آئین کے ایسے منظر دکھائے، تاکہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والوں کو باہم ملاتے، اور وہ تاریخ کے آئینہ میں اپنے اساف کی صورتیں دیکھ سکتے کہ وہ کیسی شیر و شکر کی زندگی گزار چکے ہیں اور اس دہائی میں اچھے پڑوسیوں کی طرح مل جل کر رہ چکے ہیں، لیکن افسوس کہ اس اجلاس میں نہ

صرف زندگی کے ان اعلیٰ اخلاقی تصورات کو فراموش رکھا گیا، بلکہ ایک سے زیادہ مقربین اس موقع پر بھی اسی بدنام عالمگیر کی ہندوئی و مگرئی کے پامال افسانہ کو دہرائے بغیر زندہ کے،

اور چند سال کے اندلانہ کی یاد تازہ کرنے کا سہرا عالمگیر کے قدیم
عالمگیر کے قدیم محسن

محسن سرحد و ناٹھ سرکار کے سرپرست، ناظرین کو یاد ہو گا کہ سنگم میں حکومت بنگال کے حکمران تعلیم نے تاریخ کی دوسری کتابوں کی چھان بین کا دہرہ کیا تھا، اس سلسلہ میں عالمگیر کے دور میں مندرجہ کے اندام کی پارہ و داستان بھی زیر بحث آئی تھی، اور ڈاکٹر حکمران تعلیم نے اس موضوع کے ماہر موصوف کی طرف رجوع کیا تھا، موصوف نے جواب میں محمد ساقی کی مآثر عالمگیری کی ایک عبارت اخذ کر کے دکھایا تھا، کہ عالمگیر نے ۱۷۰۷ء میں ملک کے سب صوبوں میں مندروں کے ڈھانچے کا حکم علی الاطلاق بھیجا تھا، حکومت بنگال نے اس مراسلہ کو دارالمصنفین میں بھیجا تھا، اور اقامت سطور کو اس کا جوابی مراسلہ بھیجے کا موقع ملا تھا، جس میں مآثر عالمگیری سے اس موقع کی پوری عبارت اخذ کر کے دکھایا گیا تھا کہ سر موصوف نے بیچ کی ایک عبارت کو لے کر اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا اور مولانا دراصل اس فرمان کا تعلق ٹھیکہ لٹان اور خصوصاً بنارس کے چند ایسے مندروں سے ہے جو اس زمانہ میں فتنہ و فساد کا مرکز بنے ہوئے تھے، اور جن میں مسلمان بچوں کو لے جا کر پستی کی تعلیم دی جاتی تھی۔
نہ یہ کہ وہ کوئی علی الاطلاق عالمگیری فرمان تھا، یہ مراسلات مقالہ کی صورت میں ساراج ماہ تعمیر ۱۱۲۰ء میں شائع کر دیے گئے تھے،

سرحد و ناٹھ سرکار کے
دعویٰ ہے جو سرحد و ناٹھ سرکار کے
دعویٰ ہے جو سرحد و ناٹھ سرکار کے

و تنزل پذیر سیاسی حکمت عملی، اور ہندوؤں کے ساتھ اس کی انتہائی غفلت شعاری کو دل کھول بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:-

دوسری یہ بات بھی علم میں لے آئی ہے کہ بعض اہل قلم کی طرف سے چند حقیقتیں بھی روشن

ہیں انہی میں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم مراکز جیسے بنارس کے مندوبہ ہندو

کی طرف سے مذہب و مذہبوں کے اڈوں کے طور پر فعال کیے جاتے تھے، اور ان حالات

شہنشاہ نے ہتھالی میں غلی، قدم کیا اور اس کو اب اس کے تعصب کی شہادت میں پیش کیا جائیگا،

لیکن یہ بات فراموش نہیں کی جاسکتی کہ ان مندروں کے بے پناہ انہدام کی کوئی قیاسی شکل سے کی جاسکتی ہے جن کو شہنشاہ نے شاہزادی کی ہی کے زمانہ میں ڈھایا تھا، اور اسی طرح قلعہ قسطنطنیہ کے تخریبی اقدامات وہ ہندوؤں کے خلاف کرتا رہا، اور پھر کیا یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ضروری اور قرین دانش مندی تھا کہ اادیوں کے ایک گروہ کے کھیل کی مزا ان مقدس آثار پر تاراجی جائے، جو پورے ملک کی ایک عظیم اکثریت کی عقیدت دار اداست گاہ تھے، کیا ہندوؤں کے نہ یہی احساسات کو مجروح کیے بغیر ان پلینت جوتن کو کسی اور طرح تہہ بہ تہہ نہیں لایا جاسکتا تھا۔

نوشی کی بات ہو کہ اس سچے پیر سر جہوڑا تھوڑا کر کے اس دعویٰ سے تو رجوع کر لیا گیا جو انھوں نے مسلمانوں کے اس خلاف کو پورے ملک کے مندروں کے انہدام کے لیے عام عوامی کے طور پر قرار دے دیا تھا، پھر اگر عظیم اکثریت کے افراد ان عمارتوں کی تقدیس کو قرار دھنا چاہتے تو ان مجرموں کو اجازت نہ دینے کہ وہ ان کو مٹا سکا مرکز بنائیں ایسے موقع پر اس زمانہ میں جس کی بھی حکومت ہوتی، وہ ایسے مرکوز کو اس نمائندگی عام روش کے مطابق ہر ادا کرنے کی کوشش کرتا اس معاملہ میں عالمگیر کے پیش رو حکمرانوں اور عالمگیر کے طرز عمل پر کوئی غور نہ تھا، کہ عالمگیر کو خاص طور پر بطون کیا جائے،

شاہزادی کے زمانہ کے انہدامات

شاہزادی کے زمانہ میں گجرات نے مندر ڈھائے تھے، ان میں سے ہر واقعہ کی تحلیل کی جا چکی ہو اس کی تہیں کوئی نہ کوئی بغاوت، شورش اور کشتی بانی تھی، آخر دکن کی وضع مثال بھی تو ہوئی ہو، عالمگیر نے وہاں ۱۶ سالہ بانی کی، وگن قدیم ہند کی تہذیب، کلچر اور تعمیر کا گواہ ہو، اگر تعصب کی وہ آگ جس کی تپش ہمارے زمانہ کے مومنین اب تک محسوس کرتے ہیں عالمگیر کے دل میں دھکی سگئی ہوگی تو آج دکن ریمہ ریمہ ہو رہا ہے تہذیب و تمدن کے آثار کا نشان باقی نہ رہتا، وہاں کی ہر

پرانی عبادت گاہیں جو کج ہندو تعمیر کی جان بھی جاتی ہیں، صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہوتیں، لیکن معلوم ہو کہ عالمگیر نے دکن کے ۲۵ سالہ دور حکومت میں کبھی کسی مندر کو ہاتھ نہیں لگایا، رعایا پر امن رہی وہ بھی اس سے حکومت کرتا رہا، معارف کے مذکورہ بالا مقالہ میں ان امور کی تفصیل بیان کی گئی ہے،

ہندو مسلم رشتہ اتحاد کا ایک انمول موتی | اس صوبہ میں جہاں سہری کانگریس کا نازہ اجلاس منعقد ہوا، دور دور سے آئے ہوئے مورخین صوبہ کے ایک عظیم الشان معجزہ ہندو مسلم رشتہ اتحاد کو درخشاں کرنے والے ایک انمول موتی کی زیارت بھی کر سکتے

تھے جو اسی بدنام عالمگیر کے ہاتھوں وہاں دو بیت دکھایا ہو اور جس کو بودھ گیارہ مندر کا پرہت عقیدت کے ساتھ سینے سے لگائے ہو، اس میں ایشیائی مسجد کی مندر جاگیروں لاکھوں لاکھ کی مالیت ہو، اور جس سے آج لاکھوں لاکھ جائزی خاندہ اٹھا ہے ہیں، اسی عالمگیر کے ہاتھوں رہیں منت ہو، اس کا ذکر معارف کے اس مقالہ میں بھی آیا ہو،

حقیقت کی ایک کرن | بہر حال غرضی کی بات ہو کہ عالمگیر کے کارناموں کو گھٹا ٹوپ اندھ دھاری میں چھپانے کی ہزاروں کوششوں کے باوجود حقیقت کی کرن کہیں کہیں چمکنے لگی ہو، دیر حاضر کے مورخین کے خیالات کی رو میں اس روشنی کی لگی سی جھلک دکھائی دینے لگی ہو، شاید جب تلخوں کی یاد کا زمانہ گزر جائے تو تاریکیوں کے پردے پورے طور پر چاک ہو جائیں، ڈاکٹر پرانتا سرن و صوف نے ان عجیب جوڑوں اور نکتہ چینیوں کے باوجود اس مقالہ کے آخر میں کچھ استرافات بھی کیے ہیں، وہ تائید کے مستحق ہیں، فرماتے ہیں:-

دیر حاضر یہ دکھانے کی کوششیں کی گئی ہیں کہ انہوں نے مذہب ہندوؤں کے حق میں نہایت اعتدال پسند تھا، ایسے فرہین کی ایک خاصی ندرت منظر عام پر آئی ہے جس میں عالمگیر نے ہندوؤں کو عطیہ دیے، اور مذہب پر جاگیریں وقف کی ہیں۔۔۔ قدیم یورپی اڈان کا اتباع کرنے والے ہندوستانی موزن کے وہ نقوش و ناخرات نا پسندیدہ ہیں جو انھوں نے اورنگ زیب کے عہد حکومت کے متعلق پیدا کیے ہیں، اورنگ زیب کی تاریخ پر ان فرما

کی انصاف سے جو روشنی پڑتی ہو، اس سے عقلی طور پر نہ صرف ان پوری مومنین کے
سید اکبرہ انوارات کی اصلاح ہوتی ہو، بلکہ یہ بھی آشکارا ہوتا ہو کہ عالمگیر لوگوں کے ساتھ
اپنے زمانہ کے طرز عمل اور نظم و نسق میں ایک شرف اور دوسروں کا پاس و لحاظ رکھنے
والا انسان تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ کی تاریخ کے متعلق جو غلط نظریے لوگوں
میں پھیل گئے ہیں، ان کی تصحیح کی بڑی ضرورت ہو تاکہ مختلف تاریخی پہلوؤں اور صفت
کے کارناموں کے متعلق صحیح فہم پیدا کیے جاسکیں اور ان غلط فہموں کو دور کیا جائے جو
پھیلائی گئی ہیں، اور حجازی قومی ترقی کو جو نقصان پہنچانے والی ہیں“

فاضل قدر کی یہ آرزو دراصل اس وقت پوری ہو سکتی ہو جب غیروں کی مرتب کی ہوئی تاریخ کے پھیلائے
مجھے اس تخیل کو ذہن کو مٹا دیا جائے، کہ مسلم قوم باہر سے آئی ہوئی ہو، اگر باہر سے آنا ہی غیریت ہو، تو میں
میں سماجی اور اپرین دونوں نسلوں کا حامل کیسا ہو، آریوں کا آخری قافلہ ہندوستان میں تقریباً ۱۵۰۰ ق م
میں آیا تھا، اس طرح ہندوؤں کے آخری اور مسلمانوں کے پہلے قافلہ کی آمد کے زمانہ میں صرف ایک ہزار
برس سے کچھ بالا کا فرق رہتا ہو، جو قوموں کی تاریخ کے لیے کوئی بڑی شے نہیں،
(فروری ۱۹۳۷ء)

عہد مغلیہ کے مناصب ہزاری و غیر

"ہفت ہزاری، پنج ہزاری، ستر ہزاری، چھ صدی سے کیا مراد ہو، آیا یہ امر اتنی سپاہ رکھنے کے مجاز تھے یا اتنی تنخواہ ملا کرتی تھی، جو سپاہ ان کے ماتحت ہوا کرتی تھی اس کی تنخواہ کون دیتا تھا، اگر نے ایک خاص نظام کے ماتحت یہ مناصب قائم کیے تھے، جو اس کے جانشینوں کے عہد میں بھی تغیر یا بالائے تغیر قائم ہو، اس نظام اور ان کا مدعا،

کی انتظامی ترتیب کو ظاہر کرنا تھا، چنانچہ ہزاری سے اوپر کے مناصب صرف خزانہ داروں کے لیے مخصوص کر دیے گئے تھے، باقی مناصب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا،

مناصب کے قائم کرنے کا اصول یہ دکھایا گیا کہ منصب کو اعداد مناصب کے قائم کرنے محض یا اعداد ہی سے اور اس کے درجہ کو سواروں کے شمار کا اصول سے ظاہر کیا جائے، اگر سواروں کا شمار اعداد منصب کے

برابر ہو، تو وہ منصب درجہ اول میں شمار کیا جاتا تھا، اگر سواروں کی تعداد اعداد منصب کا نصف یا اس سے زیادہ ہو، تو درجہ دوم، ورنہ درجہ سوم سمجھا جائے گا، مثلاً پنج ہزاری،

پنج ہزار سوار، پنج ہزاری چار ہزار سوار، پنج ہزاری دو ہزار سوار، ان میں پنج ہزاری ہر گز منصب ہو، اور یا پنج چار اور دو ہزار سوار کی قید منصب کے اول، دوم اور سوم درجہ کو ظاہر کرتی ہو، اگر کوئی اپنے منصب کی فوج خود ہم ہو چکا ہو تو وہ واقعی منصب دار ہوتا تھا، اگر وہ کسی منصب دار کی فوج کے کسی حصہ کی سرداری پر مامور ہوتا تھا، تو وہ دخلی منصب کہا جاتا تھا، اس کے ساتھ ہر منصب اور اس کے ہر درجہ کی دغلیوں کی تنخواہ کا ضابطہ مقرر تھا، اور تنخواہ ذات سے موسوم تھا، اور ہر ایک کی تنخواہ مع دو اب شاہی کے مصادرت کے حکومت سے اس کو ملتی تھی،

آئین اکبری میں ہے:-

ازیں روکھان خدیو منصب پایا زده باخی تادہ نیرازی قرار فرمودہ و انزل
 از پنج نیرازی خاص فرزند نواب سوادشہ شہت گردانید و کاسے منصب
 افزودہ سوادشہ ہمراہ سازد، از کار آگهی بر یکے را اندازد و دستور برگرفت و در
 خدیو سوادشہ را بنوازد و آگهی رفت ہر کر اسوار موافق منصب باشد و دلیل
 پایہ داد و نیمہ دزدیاد و زور دم و کم ہر از ان را بر ساختہ
 و پوز باخی یا زده گزیدہ شدہ تخت آں کہ با او صدر سوار بود و ماہوارہ ہفت
 صمد و پیم و یازدہم آں کہ با او سوار سہ نمود، چنان ہو پیشتر در دہلیاں اختیار
 شود و پان صد و پیم و نہ مہا بنے را در ہر دہ سوار است و پیم ہست و دہ
 گردو۔

منصب: اول کی قسم | منصب داری تہذیبیوں کے قبا سے بھی دو قسم کے تھے بعض تہ
 تعلقہ کے منظم ہوتے تھے، اندر انہا اور اپنی فوج کا گزاردہ اسی سے وصول
 تنخواہوں کے اعتبار سے کرتے تھے، اور بعضوں کو نقد تنخواہیں ان کے منصب، فوج اور جانور
 کی تعداد کے لحاظ سے دی جاتی تھیں،

اس موضوع پر آئین اکبری میں مختلف آئین کے ماتحت مفصل معلومات ملیں گے اور میں شمس العلماء نوی
 عبدالرحمن صاحب (دہلی پونی درشی) نے ادا کے عارف اسلامیلہ لہور کے تہذیبیوں کے متعلق
 اکبری اور ان کی تہذیب کے عنوان سے مضمون لکھا تھا، جو اس کی رودادیں چھپ چکا ہو، اس مضمون
 سے اس موضوع کے تفصیلات معلوم ہو سکیں گے،

(جون ۱۹۳۳ء)

ہر موضع کے لیے علیحدہ علیحدہ دفتر اور ان کے عہدہ دار تھے، جو معلومات کی مفصل روداد رکھتے تھے، اور ہاکیہ فصل میں اگر بھاریا رہ جاتا، تو اس کا اندراج دفتر میں کر لیتے، اور اس کے گانوں کے سربراہ بدوہ لاگوں کے دستخط لیتے، اور دوسری فصل کے موقع پر بھاریا بھی وصول کرتے تھے، اکبر نے پورے ہندوستان کی زمین کی پیمائش کر کے ان کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا تھا، اور ہر مقام کی آراضی کے لحاظ سے مال گزاری کی تخصیص کرائی تھی، اور پہلی مرتبہ یہ دہ سالہ بند و بست قرار پایا تھا، لیکن عملاً یہی بند و بست تقریباً ۳۷ سال تک قائم رہا، زمین انہی مختلف چشتیوں سے خالصہ جاگیری، اور معافی میں تقسیم تھی، اسی لحاظ سے ان سے مال گزاریاں وصول ہوتی تھیں،
(بحوالہ سلسلہ)

ہندوستان کے عہد اسلامی میں زکوٰۃ کا نظام

دعوتِ شیخ عطاء اللہ ام اے استاد شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ہتھار
فرمایا تھا کہ میں نے امشر مال زکوٰۃ پر مصارف میں آپ کا مہمہ طاقم تار پڑھا۔
درخواست ہو کہ اندازہ کر کم مجھے تاریخ ہند کی کسی کتاب کا حوالہ دیجئے، جس سے آپ کے
اس دعویٰ کی تصدیق ہو سکے، کہ ہندوستان کے عہد اسلامی میں بھی نظام زکوٰۃ قائم تھا،
اور نیز بیت المال کی آمدنی سے تعلق کچھ معلومات ہو سکیں، امید ہو کہ آپ اس مسئلہ کے
مجھے میں میری اعانت فرمادیں گے،

اس کے جواب میں عرض کیا گیا۔

ہندوستان کے عہد اسلامی میں زکوٰۃ کے نظام قائم رہنے کا تذکرہ اس عہد کی تاریخوں میں
عمومی طور پر مل سکتا ہے، جس سے اندازہ ہو سکے گا، کہ عہد اسلامی کے مختلف دوروں میں زکوٰۃ کی
تحصیل وصول اور اس آمدنی کے مصارف کا طریقہ شرعی احکام کے بموجب قائم رکھا گیا،
اس سلسلہ میں پہلے یہ بات ذہن نشین رکھی جائے، تو حقیقت کے سمجھنے میں آسانی ہوگی،
کہ ان اسلامی حکامینوں میں جو عہد وسطیٰ میں مشرق و مغرب میں قائم رہے ہیں، ان کے مالی نظام
میں دو عملی طریق کا رواج رہا ہو گیا تھا، ایک طرف وہ شیعہ کی پابندی کے لیے زکوٰۃ کے نظام کو
قائم رکھتی تھیں، اور دوسری طرف مختلف سلاطین اپنی حکومت کے استحکام اور شاہی مصارف
ملکی مہمانت اور فوجی ضروریات کے لیے اور دوسرے بیگن بھی وصول کرتے تھے، اس طرح
زکوٰۃ کی آمدنی و مصارف کی حیثیت ایک قسم سے زرعی سرمایہ کی ہو گئی تھی، حالانکہ اگر یہ
سلاطین دین کے ماہرین اور بابا، بل و عقیدے کے مشوروں سے اپنی حکومت کے اقتصادی
نظام کو قائم کرتے، تو ان میں اس دو عملی طریق کا رے کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، چنانچہ
بعض دہوں و ادوار سلاطین وہ ولایت نے اپنی بعض دوسرے کنواریں، ایک زمانہ میں خاص
دینی نظام مالیات کو بقرار رکھ کر کامیابی سے حکومت کی، اور انہیں دوسرے بیگنوں کے

لگانے کی ضرورت تھی۔

ہندوستان کے بعد اسلامی میں بھی حکومت کے مالی نظام میں بھی صورت حال نظر آتی ہے مختلف زمانوں میں بھی یہاں کی حکومتوں کے مالی نظام میں زکوٰۃ کا نظام قائم رہا، اگر اس عہد کی تاریخوں کو مستقصا سے دیکھا جائے، مختلف دوروں کی تفصیلات سامنے آسکتی ہیں، ذیل میں ارشاد گرامی کی تعمیل میں چند سرسری حوالے پیش ہیں،

ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی حکومت سندھ میں قائم ہوئی، یہ حکومت ابتداً اخلاص اسلامی اصول پر قائم تھی، اس لیے شریعت کے مطابق مسلمانوں سے حد درجہ زکوٰۃ اور نامسلمانوں سے جزیہ کا رقم وصول کی جاتی تھی، اسی طرح انہیں کی پیداوار میں مسلمانوں سے دسواں حصہ اور نامسلمانوں سے مقرر خرچ وصول کیا جاتا تھا، چچ نامہ میں ہے:-

ان میں جو مسلمان ہو گئے تھے وہ غلامی اور جزیہ سے آزاد ہو، اور اپنے مذہب پر قائم رہے ان کے تین درجے قائم کیے گئے، اعلیٰ طبقہ یعنی دولت مندوں سے ۴۸ درم متوسط لوگوں سے ۲۴ درم اور نیچے طبقہ سے ۱۲ درم تھے، جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ اس سے سزا کیے گئے اور جو لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے انہوں نے جزیہ دیا، لیکن ان کی زمینیں اور ان سے جاڑا اس میں نہیں لی گئیں بلکہ علیٰ حالہ ان ہی کے قبضہ میں رہنے دی گئیں۔

موجودہ زمانہ میں ایک درہم ساڑھے تین آنہ کے برابر ہو، اس طرح دولت مندوں سے دس روپے متوسطوں سے پانچ اور غریبوں سے ڈھائی روپے سالانہ کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا، اور عورتیں سب سے بڑھے مذہبی عمر و دارا سچا رہی، اور نہ کمانے والے معذورین متعلق تھے، مسلمانوں سے جزیہ کے بجائے ڈھائی روپیہ سیکرہ زکوٰۃ اور انہیں کی پیداوار میں دسواں اور نامسلمانوں سے مقرر خرچ وصول ہوتا تھا،

پھر دوسرے آنے والے فاتحین نے جو حکومتیں قائم کیں، ان میں سے فیروز شاہی دور کے متعلق تہ تیغ ہو چکے ہیں، مگر اس میں رعایا کے درمیان سلم و قہر، امانی اور دوسری طرف حلی کی تقسیم و مصالح قائم تھی شمس السراج تحقیق لکھتا ہے:-

”وہاں کفر و ظلم و فساد و اناکھن زید و ساجد و غیر ذلک و اندر رعیت بادشاہی بخت
می گذارند، و ہاں وادعہ بہادری سال نہایت تاراج می گردند

اس دور کے متعلق تبصرہ معلوم ہے کہ اس میں زکوٰۃ کا نظام قائم تھا، لیکن سلطان کے فوجی ہوں
میں مصروف رہنے کی وجہ سے حکومت کے نظام میں اتہری پیدا ہو گئی تھی، جب اس نے سلطنت
کی اصلاحات کی طرف توجہ کی، اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی سے جو نقصانات متصور
ہوئے، اور سامنے آئے، ان میں ذیل کی دو باتیں تھیں،

”دوم آنست کہ احوال بیت المال برائے آن جمعی کنند تا قوت در اسلام زیادت
گردند و آن کہ بیت المال خرج کنند و برائے قلع مسلمان روند“

”سشتم آنست احوال باطل و نامشرع و بیت المال جمع می شود

”اس طرح اسلامی ملکوں کے مالی نظام میں دو عملی طریق کار کے جاری ہونے کا جو تذکرہ اوپر گذرا،
وہی طریقہ اس دور میں ہندوستان میں جاری تھا، فیروز شاہ نے اس کو ختم کرنا چاہا، اور ان تمام
ٹیکسوں اور محصولوں کو بغیر شرعی طریق سے وصول کیے جاتے تھے، معاف کر دیا، اور حکومت
کے مالی نظام کو خالی شرعی حدود میں لانا چاہا، شمس سراج حنفیہ لکھتا ہے،

”سلطان فیروز شاہ بعناایت الہ و حمایت اللہ اسخچہ در بلاد مالک نامشروع عادت ہو

بظرافت شرع دی می نمود و بہ تمام از محصول بلاد و ملکات دودہ کنانید، دکن مقدار دوشہا کہ

در قسم کلی وضع بود و دکان دوشہا مخالف شرعی نمود و ہمہ را منع گردانید

اس کے بعد علماء نے نامشرع محصولوں کی فرست تیار کی، اور فیروز شاہ نے ان سب کو
کر دیا، لکھتا ہے:-

”علمائے درگاہ شہنشاہی از آثار خوف حضرت آقہ جلالت و علم توالمہ چند چیز اہم

نامشروع عادت پیش حضرت شہنشاہ شش جہات باز نمودند کہ در عہد سلاطین اخیہ دفع

کردہ بودند“

یہ خرابیاں دوسم کی تھیں، ایک توجہ محصول زکوٰۃ کی وصول میں بغیر شرعی طریق اختیار کیا جاتا تھا،

دوسرے سرے سے ناروا ٹیکس عائد کیے جاتے تھے، علما نے ان دونوں کے تدارک کرنے کا مطالبہ پیش کیا تھا، چنانچہ فیروز شاہ نے ان کے متعلق تحقیقات کرنے کا حکم دیا، پھر شرع کے مطابق اپنے فیصلے صادر کیے، شمس سراج عقیقت ان تفصیلات کو لکھ کر آخر میں کنٹھا پر،

”الغرض جملہ علمائے باصفاء و تمام مشائخ متنفذ و صاحبانِ دیوان نقابہ حضرت شاہ طلب شدہ و انبیا ان استفتا و طلبیدہ، جمیع علماء و مشائخ متفق لفظ و معنی فتویٰ و دلائل و کتب معتبرہ روایات راجع بیرون آدند کہ ستونِ ایں وجوہات و در علم شریعت کی از مشروعات است جوں علمائے شریعت و مشائخ طریقت فتویٰ حقیقت تحقیق مراد و برین محل حضرت شہنشاہ، مکمل فرمود تا ایں مجہ چیز با و در گردانند،“

اس کے بعد ایک شاہی فرمان تیار کیا گیا جس میں شروع محصولات کی تفصیل درج تھی، اور آخر میں مذکور تھا،

”اگر یہ سلاطین پیشین از سبب مصلحتے ایں جنس خراجہا لڈند، دیا پیشیناں دستورہ مشورہ مستویا زندہ و ندچوں اندوئے شرع گرفتار، ایں جنس چیزا جائز نہ بود من در حمد دولت فوئش اند آتنا لغت پیش ایں جمیع چیزا در گردانیدم“

اس شاہی فرمان کو سنانے کے لیے شاہی لشکر کے مفتی قاضی نصر اللہ تھقی پر سوار ہوئے اس کے سننے کے لیے عوام و خواص بڑی تعداد میں اکٹھا ہوئے، اور غیر معمولی خوشی سے اس فرمان کا خیر مقدم کیا گیا، اس فرمان کے جاری ہونے کے بعد حکومت کی آمدنی میں تیس لاکھ تکہ کمی ہو گئی، یہ محاصل عشرت میں بند کیے گئے تھے۔

دوسری طرف جو شرعی محصول وصول نہیں کیے جاتے تھے، ان کی وصولی کا حکم جاری کیا، اور غیر معمولی احتجاج کے باوجود منسوخ نہیں کیا، اس سلسلہ میں جزیرہ کی وصولی کا خاص اہتمام کیا گیا عقیقت لکھتا ہے:-

ہر جنس بر سر شاہیہ آیدن از شرع مجری از طائفہ نارداران جزیرہ شدہ۔

اسی طرح اس نے بنی ذاتی الماکہ میں بھی شرعی حدود و قیود کا لحاظ رکھا، اور اپنی بنوائی ہوئی سر

سے سیرابی کے معاوضہ میں دسواں حصہ وصول کرنا، اور اس سر زمینوں کو آباد کرنا، ان املاک سے دوا لاکھ تنگہ وصول ہوتے تھے، اور یہ آمدنی بیت المال سے علیحدہ رہتی تھی^۱۔
بیت المال کی مجموعی آمدنی اس زمانہ میں کیا تھی، اس کے دریافت کرنے میں کسی قدر وقت ضرر ہو گا، فہموس کہ اتنی فرصت نہیں کہ اعداد و شمار یک جا کیے جا سکیں، اگر اس دور کی تاریخوں سے یک جا کیے جائیں تو وہ فراہم ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک جگہ باغوں کے محصول کی مجموعی آمدنی کا ذکر آیا ہے، وہ ایک لاکھ اسی ہزار تنگہ تھی، یہی طرح درآب کا محصول انہی لاکھ تنگہ وصول ہوتا تھا، اور دہلی کے پورے ہا کروڑ چالیس لاکھ کی آمدنی تھی، عقیقت لکھتا ہے:-

”وہ مرد و دست، آن سر دہات ایک لاکھ و ہشتاد ہزار تنگہ حصہ دیوانی خارج حصہ املاک
باغبانان محصول میان درآب دران ایام ہشتاد لاکھ تنگہ بود، ہم چہیں از بیاضہ تہات
آن طالب دین شش کرد ہشتاد و پنج لک تنگہ محصول بلاد مالک دارالملک تہی بود“^۲

فیروز شاہ نے زکوٰۃ کے مصارف کو ان کے جائزہ و دیں صرف کرنے کا اہتمام بھی رکھا تھا،
۶ لاکھ تنگہ امدادی وظائف میں دیے جاتے تھے، اور چار ہزار سو اشخاص مستقل طور پر وظیفہ یاب
تھے، خیرات خلع قائم تھے، اور ناداروں کو ان کی لڑکیوں کی شادی کے مصارف دیے جاتے
تھے، نیز عام صدقات و خیرات کا وسیع سلسلہ قائم تھا^۳۔

امین اکبری کی تصریح کے مطابق اکبر کے زمانہ تک ہندوستان میں زمینوں کی تقسیم شرعی اصطلاحوں
کے مطابق تھی، اور اسی لحاظ سے ان پر محصول واجب الاداء تھا، چنانچہ ابوالفضل نے زمین کی
عشر خرماچی اور ملکی قسم اور ان کی نوعیت بیان کی ہے، پھر محصولوں کے پانچ اصطلاحیں ہیں، ان
کو درجہ کیا ہے، اور ان محصولوں کا بھی ذکر آیا ہے، جن کو سلاطین نے واجب الادا قرار دیا تھا، اور آخر
میں بیان کیا ہے، کہ اکبر نے اس نظام کو بدل دیا تھا^۴۔

باہر بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی خرماچی و عشری تقسیم اس دور میں بھی کچھ
نہ کچھ قائم تھی، چنانچہ ایک جگہ ذکر آیا ہے،

”ہرگز اپنی خیر اسچی را نگار و سبقت علف قرق گردانہ از گادیش شش دانہ کاوسہ

دام سالیانہ از یافت کرد

اس کے بعد جب عالمگیر کا دور آیا، تو فیروز شاہ کے زمانہ کی طرح نئے سرے سے اسلامی احکام کے بغیر جب حکومت کا نظام مال تیار کیا گیا، مستعد خاں لکھتا ہے،
”جہاں پناہ نے خزانہ مبادک صادر فرمایا، کہ تمام ممالک محروسہ میں محاصل موافق احکام شریعت وصول کیے جائیں،

اسی طرح غیر شرعی محاصل کی تسوخی کا اعلان کیا گیا، تا فرما عالمگیری میں ہو،

”بادشاہ رعیت کو نذرانے غلے اور تاج اور جوہرہ دار کی محصول اسباب دیگر اموال مائر خاص کہ محصول تباکو جو بے حد کثیر رقم تھی، اور عذرہ کر دہ گیری جس کے وصول کرنے میں تجارت کو بے حد تنگ اور پریشان کرنا تھا، خاص کہ مسلمانوں کے لیے اور دیگر مہمل مذکورہ کو تمام رعایا کے لیے صاف فرادیا، اور سورتی مطالبات میں جو رقم صاحب میں سے بندہ بھری پور کرنا نہ سرکار خالصہ میں ہر سال دخل کی جاتی تھی، اور جس کی وجہ سے خزانہ میں سالانہ معقول رقم دخل ہوتی تھی، ایک قلم معاف فرمائی گئی تھی۔“

اسی طرح کا خیر کا انتظام بھی وسیع پیمانہ پر لکھا گیا تھا، جس کی تفصیل اس عہد کی تاریخوں میں عام طور پر ملتی ہے،

امید ہے کہ یہ اخراجات ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد میں نظام نیکوۃ کو سمجھنے اور اسی سلسلہ میں مزید معلومات فراہم کرنے کے لیے کافی ہوں گے،

(جون ۱۹۲۸ء)

ہندوستان کے عہد اسلامی کی تعلیمی زندگی

ہندوستان کو غزنی، خراسان، ماوراء النہر، عراق و عجم کے تیغ آزمائوں نے فتح کیا تھا، اسی طرح اس کے دل و دماغ کو ان ہی ملکوں کے ارباب کمال نے اپنا باجگذاڑا بنایا، قطار و قطار علماء ان ملکوں سے ہندوستان آئے، اور ملتان، سندھ، بھکر، لاہور اور سیالکوٹ میں منزلیں کرتے ہندوستان میں اسلام کے قادی سلطنت دلی میں آکر ٹھہر گئے، پھر جیسے جیسے اسلام کا قدم پورب کی سمت میں بڑھتا گیا، علم کی روشنی کی کرنیں بھی اس علاقہ کو اجاگر کرتی گئیں، اسلام کے علم و فضل کا ہر کونہ جب دلی سے نکلا، تو پہلی منزل بیاہوں ہوئی، پھر گنگا کے دہانہ پر کٹرہ اس سے لاہو اصوبہ اور دھ، پھر آگے بڑھ کر جوہن پور، مظفر آباد، علم کے مرکز بنے، یہاں تک کہ ایک خطہ ارض کا نام ”پورب“ پڑا، جس کی وسعت میں قنوج، بہرائچ، اندا آباد سے لے کر بارہ درہت تک کا علاقہ داخل تھا، شاہ جہا نے اسی دیار نو پورب شیرازِ مست کے لقب سے یاد کیا، ہندوستان کے عہد اسلامی کے مختلف دوروں میں یہ سارے کے سارے خطے مسلمانوں کی تعلیمی زندگی کے مراکز بنے رہے،

ہندوستان میں اسلامی علوم کی تعلیم پانچویں صدی سے شروع ہوئی، کیوں کہ ہندوستان کی مسلسل اسلامی تاریخ واصل غزنویوں کے عہد سے شروع ہوتی ہے، سلطان محمود غزنوی نے ۴۰۱ھ میں لاہور فتح کیا، اور سلطان محمود یہاں کا گورنر بنایا گیا، اس کے دامنِ دولت سے علماء و فضلاء کی جماعت وابستہ تھی، اس کے عہد میں ایک بزرگ شیخ اسماعیل توفی ۴۲۵ھ لاہور آئے، اور یہاں توطن پذیر ہو گئے، یہ تداول اسلامی علوم تفسیر و حدیث و فقہ کا ذخیرہ اپنے ساتھ لائے، اور ان کے ذریعہ سے یہاں ان علوم کی اشاعت ہوئی، تذکرہ علمائے ہند میں ہے کہ یہ اکابر محدثین و مفسرین میں سے تھے، یہ پہلے شخص ہیں جو علم حدیث و تفسیر کو لاہور لائے،

ہندوستان میں اسلامی مدرسہ
کی سب سے پہلی عمارت

ہندوستان میں مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت تعمیر ہونے کی جو اطلاع اس وقت تک مل سکی ہو، وہ مولانا قطب الدین کاشانی کے لیے ناصر الدین قباچہ کے ہاتھوں ملتان میں تعمیر ہوئی ہو۔ مولانا قطب الدین کاشانی اور والد النہر سے ملتان آئے تھے، ناصر الدین قباچہ اس زمانہ میں ملتان کا والی تھا، اس نے ایک سرائے اور اس سے ملحق ایک مدرسہ تعمیر کرایا، اور اس میں ان کا درس جاری ہو گیا، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رالمو لو مشہدہا کا ابتدائی زمانہ تھا، وہ رذرائع صبح کو اس مدرسہ میں آتے اور صبح کی نماز مولانا کاشانی کے پیچھے ادا کرتے تھے۔

ہندوستان میں مدرسوں کی تاسیس کا رواج
کی تاسیس کا رواج

اسی کے ساتھ تاریخی قدامت کے لحاظ سے اجیر کے ان مدرسوں کا ذکر کرنا چاہیے جن کو سلطان شہاب الدین محمد غوری نے ۵۵۰ھ میں اجیر فتح کرنے کے بعد وہاں قائم کیا، اس کے بعد ساتویں صدی کے اوائل میں دہلی کے دو مدرسوں معزی و ناصری اور (چھ (سندھ) کے مدرسہ فیروزئی کا تذکرہ آتا ہے۔ طبقات ناصری کے مصنف قاضی ابو عمر منہاج الدین جوہر جانی ساتویں صدی کے اوائل کے دی علم لوگوں میں گزرے ہیں، وہ عہدہ قنارت کے علاوہ اپنے علم و فضل کے باعث ایک سے زیادہ مدرسوں کے تہتم بنائے گئے وہ ماہ جاوی الاولی ۶۲۲ھ میں نرمان سے سندھ کے مشہور شہر اچھ میں داخل ہوئے اور اسی سال ماہ ذی الحجہ میں مدرسہ فیروزئی سے وابستہ ہو گئے، یہ مدرسہ غالباً سلطان ایش کے لڑکے رکن الدین فیروز کے نام سے منسوب تھا جو بہاول کا گورنر گراں ۵۱۔ اس کے بعد ماہ شعبان ۶۳۵ھ میں سلطانہ یحییہ نے ایک دوسرے مدرسہ ناصریہ کو ان کے سپرد کیا۔

تیسرے مدرسہ معزیہ کا ذکر دہلی میں قراطمہ کی پیرش کے سلسلہ میں ملتا ہو کہ یہ بھی سلطان رضیہ کے عہد میں قائم تھا طبقات ناصری میں اس مدرسہ کے دروازے پر قراطمہ

کے قتل عام پر پا کرنے کا ذکر آیا ہے

مٹان، حیدر، سندھو، اور دلی کے مدرسوں کے بعد بہار اور بنگال کے اسلامی مدرسوں کا نام آئے گا، چنانچہ بہار اور بنگال کے سب سے پہلے مسلمان فاتح بختیار خلیجی کے حال میں فرشتہ نے لکھا ہے کہ اس نے ندیا کے بجائے شہر رنگ پور کی بنا ڈالی، اور اس کو دار الحکومت قرار دیا ہے، اور یہاں مسجدیں، خانقاہیں اور مدرسے تعمیر کیے، اور سب پر رونق ہو گئے، پھر اسی طرح اس دیار کے تمام مفتوحہ شہروں میں والیان شہر نے مسجدیں اور مدرسے تعمیر کرائے، چنانچہ طہقارت ناصر میں بختیار خلیجی کے حال میں مختلف اہل کے مساجد و مدارس کے بنا ڈالنے کا ذکر آیا ہے،

عہد تعلق میں مدارس کی کثرت | اس اثنا میں ہندوستان کی اسلامی سلطنت میں مدرسے صدیوں میں مختلف تعلق کے مدرسوں میں صرف دلی میں ایک ہزار مدرسے قائم تھے، فلہذا ہی حجازی عیسیٰ دلی کے حال میں لکھتا ہے:-

یہاں ایک ہزار مدرسے ہیں جن میں سے صرف ایک خانقاہوں کا ہے، اور باقی سفیروں کے لیے اور یہاں تقریباً بیس ہزار تھیں، جو ہیں دارالشفائے بنائے ہیں

فیروز شاہ کے عہد میں | محمد تغلق کے بعد فیروز شاہ تغلق نے مدرسوں کی بناء و تاسیس و تعمیر پر بڑی توجہ کی، پرانے مدرسوں کی عمارتوں کی تجدید کی، اور ان میں نئے مدرسے قائم کیے، اور علما و طلبہ کے وظائف جاری کیے، اس نے اہل کے ساتھ اپنی فتوحات فیروز شاہی میں اس کا تذکرہ کیا ہے، اور فرشتہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے، ان مدرسوں کے مصارف کے لیے جائیدادیں وقف کر دی تھیں، اور ان مدارس کے متوسلین کے لیے وظائف مقرر تھے،

ضیاء الدین برہنہ نے اس کی تعلیمی فلاحیوں اور فہمتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

اور ازلت و انعامات و وظائف علیٰ ریشہ اشرف و مدراس و مذاکران

لے طہقارت ناصری ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴،

و متعلمان و محافظان و مقربان (مقربان؟) و ارباب مساجد و آستانہ و داران و حیدر
 و قلندران و متحان و مسکینان و ارباب الملک و بی انہزار گذشت و یہ لکھا رسید و
 مدرّس و مساجد قدیم و جدید کہ خالی و مندرس گشتہ بودند در سال و تذکران متعلمان
 مشحون و مملو گشت و رونق علم و روح تعلیم از سر پدید آمد و بہ ہزار را در آستانہ
 دیہات انعام یافتند و محل و معظم شدہ عدا تال را کہ صدگان و دویستگان تنکہ او را پرورده
 است دس او را بدین مدرس گشتہ و آن دفاتر محو شدہ چارہ صدگان و پانصدگان و
 ہزارگان تنکہ او را بتعین فرمود و طوائف کفہ کہ از طالبان علم محتاج دہ تنکہ بودند
 صدگان و دویستگان و سیصدگان تنکہ او را بتعین گشت و علماء و متعلمان شہر اند
 خود و بزرگ با نعمت و ثروت شدند و اندر فقر و قاذوہ احتیاج و غناست خلاص یافتند
 و بیشتر سے انطوائت نہ کہ کہ کفش درست نہ داشتند از مہر مہر سلطان فیروز شاہی
 جامہائے لطیف ہی نہ شدہ و اسپاں چیدن سوار ہی نہ شدہ بیشتر علوم دین و پتعلیم
 احکام شرع و فصول ہی یافتند

عہد فیروز شاہی کے شاعر مہر کر دہی نے جو صاحب درس و تدریس بھی تھا، اپنے قصیدوں میں
 فیروز شاہ کے تعلیمی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے، جہاں فیروز شاہ کے قصیدے میں لکھا ہے:-
 ہر جا کہ اہل دانش و حساب زہد بود نان داد و دیر داد و درہما نثار کرد
 ہر سو بر اسے صادر و وار و زمین و وہیم تعین ہر ولایت دور ہر دیا رکرد
 پیران کہنہ ببال و نور و را چنداں وظیفہ داد کہ صاحب چاک کرد
 چنداں رباط و مدرسہ خانقاہ ست چنداں سرے و سجدہ منحصار کرد
 مدرسہ فیروز شاہی | عہد فیروز شاہی میں سب سے بڑا شاہی مدرسہ دارالسلطنت دلی

۱۵۵۹ء میں فیروز شاہی میں ۵۵۹ء میں مہر کر دہی نے جو صاحب درس و تدریس بھی تھا، اپنے قصیدوں میں
 فیروز شاہ کے تعلیمی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے، جہاں فیروز شاہ کے قصیدے میں لکھا ہے:-
 ہر جا کہ اہل دانش و حساب زہد بود نان داد و دیر داد و درہما نثار کرد
 ہر سو بر اسے صادر و وار و زمین و وہیم تعین ہر ولایت دور ہر دیا رکرد
 پیران کہنہ ببال و نور و را چنداں وظیفہ داد کہ صاحب چاک کرد
 چنداں رباط و مدرسہ خانقاہ ست چنداں سرے و سجدہ منحصار کرد
 مدرسہ فیروز شاہی | عہد فیروز شاہی میں سب سے بڑا شاہی مدرسہ دارالسلطنت دلی

میں مدرسہ فیروز شاہی تھا، اس کے حالات ضیاء الدین برنی اور مہر کڑوی دونوں نے نشر و
نظم میں لکھے ہیں، بلکہ ضیاء نے اپنی نشر کو تراجمہ مبالغہ آمیز میں نظم سے بڑھا دیا ہے، اور اس کی
عمارت کی توصیف و تعریف میں یہاں تک کہہ کر کہ وہ روئے زمین پر بے مثل عمارتوں میں
سے ہے، اور مہر نے جو دربار کی حاضری کے موقع پر دلی پہنچا تھا، اس مدرسہ کی زیارت کر کے
نظم میں اس کے مفصل حالات قلم بند کیے تھے جس سے یہاں کے استادوں، طالب علموں اور
دارالاقامہ کے کھانے وغیرہ کے مفصل حالات معلوم ہوتے ہیں، ضیاء الدین نے اس
مدرسہ کی دلکش و عالی شان عمارت، اس کے گنبدوں کی رفعت، اس کی آب و ہوا کی
لطافت، اور عمارت کی آرائشی و پیرائشی کا نقشہ اس مبالغہ سے کھینچا ہے کہ یہاں پہنچ کر گمان
ہوتا ہے کہ آنے والا بہشت عدن میں داخل ہو گیا،

مہر کڑوی نے اس شاہی مدرسہ فیروز شاہی کا جو حال قلم بند کیا ہے، اس میں اس کے
اساتذہ خصوصاً مولانا جلال الدین رومی کے علم و فضل کا خاص طور پر ذکر آیا ہے، لکھتا ہے کہ
گفتم این مدرسہ و باغ شہدائے جہانست اندروں آئی کہ یک حسن بہ بینی بہ ہزار
عالمان عربی لفظ و عراقی دانش ہمہ و حمیہ شاہی اشامی، و مصریح ستار
ہر یکے نادر و ہر در انوار ہنر ہر یکے واسطہ عقل و اطراف دیار
و رفقاہت بہ بخارا و سمرقند نشان در بلاغت کجاست و زمین و نجد منار
صفہ (صدر) این محفل و سرور و سران آدبی کہ زمر تا بقدم صورت عقلت و وقار
باز آہستہ در آورد سرانند گوشت کرد از نسبت این صاحب پس انتخاب
گفتم این عالم آفاق جلال الدین رومی آں کز نسبت ہی کند روم و بخار

راوی ہفت قرا و مبدہ (قرات سند) چار و ظم
شایع پنج سنن مفتی مذہب، ہر حساب

اسی طرح چند راہ شمار ہیں، اس کے بعد اس نے اس مدرسہ کے دارالاقامہ کے دستر
خوان کے ایوان نعمت کا ذکر غیر معمولی انداز میں کیا ہے، اس سے اس دور کے تمدن
اور عام فراخ بالی کا بھی اندازہ پڑتا ہے

”ان عورتوں کی خدمتیت ہو کہ وہ سب کی سب قرآن حفظ کرتی ہیں، میں نے اس شہر میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے تیرہ اور لڑکوں کی تعلیم کے لیے تینس مکاتب دیکھے، ایسی بات میں نے کسی اور جگہ نہیں دیکھی۔“

شاہی محل سرا میں جو لڑکیاں رہتی تھیں ان کی تعلیم کا خاص نظم کیا جاتا تھا، سلطان غیاث الدین خلجی کے محل میں اپنا راباندیاں تھیں اس لیے ان کے لیے ایک نظام عمل بنادیا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام تھا اور نہ نہ نظام میں وزیر خزانہ دار، دکیل و ندیم کے ساتھ محتسب منشی، موزن اور حافظ قرآن کے عہدے بھی قائم تھے اور لڑکیاں اپنی استعداد کے مطابق ان منصبوں پر مقرر کی جاتی تھیں۔

سلاطین بہمنی کے تعلیمی خدمات | اسی طرح اس زمانہ میں سلاطین بہمنی نے مفید تعلیمی خدمات انجام دیے اور کن کے مختلف مقاموں، گلبرگ و بیدروغیرہ میں مدرسے قائم کئے اور علمائے محدثین کے وظائف جاری کئے اور تہذیب کی تعلیم کا انتظام کیا، فرشتہ نے سلطان بہمنی کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے گلبرگ و بیدرو قندھار و ایلیچ پور دولت آباد و جنیر و جیل و دہلی اور دوسرے شہروں میں تعلیم کا یہی قائم کی گئیں جن میں احادیث کا درس خاص طور پر ہوتا تھا اور محدثین کے وظائف مقرر تھے۔

آٹھویں صدی ہجری کے | آٹھویں صدی میں خلجیوں اور تغلق کے زمانہ میں ہندستان کے چند ممتاز اساتذہ مختلف گوشوں میں جو اہل علم درس و تدریس کی خدمت میں مشغول تھے، ان میں سے چند اکابر حسب ذیل ہیں۔ ان کا تذکرہ تاریخ فیروز شاہی، فرشتہ اور سیر لادیا میں آیا ہے۔ جن سے صاحب نزم ہتہ انخواطرن ہر ایک کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

مولانا رکن الدین اندرہتی دزہتہ انخواطرن (ص ۴۵) شیخ رکن الدین ظہر آبادی (ص ۴۵)
مولانا رکن الدین بدایونی (ص ۴۵) قاضی زین الدین دہلوی (ص ۴۵) خواجہ زکی الدین مقری -

(۴۷) مولانا سراج الدین (ص ۴۸) شرف الدین امر دہوی (ص ۵۲) مولانا شمس الدین
باخترزی دہلی (ص ۵۴) مولانا شمس الدین گاورونی (دہلی ص ۵۴) مولانا شمس الدین

طہ رحلتہ ابن بلوط ص ۵۹ فرشتہ ص ۲۷۵ تاریخ فرشتہ ص ۱۶۱ نمبر ۲۱۶ قدامت احمدی ص ۱۰۱
آخر جمعی ص ۲ ص ۲۷۳

خشی د بہار ص ۵۴، مولانا شہاب الدین ملتانی (دہلی ص ۵۹) حکیم صدر الدین دہلوی (ص ۶۱) مولانا صدر الدین ساوی (دہلی ص ۶۳) مولانا صدر الدین گندھک (دہلی ص ۶۳) مولانا صلاح الدین سترکی (دہلی ص ۶۴) مولانا ظہیر الدین بھکری (ص ۶۶) مولانا ظہیر الدین (عروج) (دہلی ص ۶۷) قاضی عبداللہ منیا قومی (ص ۷۰) مولانا عبد الکریم شردانی (ص ۷۰) مولانا فخر الدین زراوی، ابو علی قلندر (۵) شیخ اسماعیل بن محمد ملتانی (۹) مولانا جلال الدین رومی (ص ۲۲) مولانا جلال الدین اودھی (ص ۲۳) مولانا جلال الدین اچھی (ص ۲۳) اسی طرح ایک سو سے زیادہ اہل علم کے اور نام ہیں جو ہندستان کے مختلف شہروں میں پیدا ہوئے ہیں۔

جانتے ہیں اور جن کے درمیان فیض سے بہت اوروں ہنر و طلبہ اہل علم بن کر اٹھے۔
محمد غلجی میں تعلیمی ترقیاں | اس کے بعد نویں صدی ہجری میں سلطان محمود غلجی کے ہاتھوں ہندستان میں تعلیمی ترقی انجام پائی۔ مدرسے قائم کئے گئے اور لڑکوں کو وظیفے جاری کئے اور اپنے حدود حکومت سے باہر بھی اگر کسی بالکمال کا شہر ہوتا۔ امداد کی رقمیں بھی دیتا تھا۔

چنانچہ اس کے دور حکومت میں متعدد مدرسوں کے قائم کرنے کا ذکر آتا ہے، جیسے ۶۷۶ھ میں ولایت چتر میں متعدد مدرسے قائم کئے اور اسی سال کے آخری حینہ ذی الحجہ میں پایہ تکمیل شاہی آباد میں ایک شاہی مدرسہ قائم کیا۔

اس صدی میں حدود لائیوں کے دو فرمانرواؤں کی تعلیمی خدمات بھی لائق ذکر ہیں، ایک گجرات میں محمود بیک (۶۶۳ھ) اور دوسرے سندھ میں جام نظام الدین (۶۶۳ھ)۔ یہ محمود کے متعلق مرآۃ احمدی کا بیان ہے کہ اس نے ”مدارس بہشت آئیں و مابعد مانند خلد بریں“ تعمیر کئے تھے۔

اور جام نظام الدین کے بارے میں کاتر رحیمی ہیں، یہ کہ

”اوائل عمر میں وہ علم کی طلب میں مختلف مدارس میں حاضر ہوا..... پھر اس زمانہ حکومت میں

طے تاریخ فرستہ ص ۲۵۳ تا ۲۵۴ کاتر رحیمی ۱۳۲۱ و ۱۳۲۲ و ۱۳۲۳ تا ۱۳۲۴ شمس ۲۴۷۷ تا ۲۴۷۸ ہجری ۹۰ ص ۹۰

علامہ صلحا و فقرا غیر معمولی فراغِ مالی سے تھے، اور اس زمانہ میں سخن کا جایا اور مدارس کا مداح

اس طریق پر ہو کہ اس کی ستائش سے قلم عاجز ہے :

اسی نے مولانا جلال الدین دہلوی کو شیراز سے ہندستان آنے کی دعوت دی ٹھٹھ میں ان کے لیے عمدہ قیام گاہ کا انتظام کیا۔ مگر اسی اتنا، میں ان کا سفر آخرت پیش آگیا ان کے دو عزیز تلامذہ میر معین اور میر شمس کے سوا اے ان کے علمی فیض و برکات ہندستان میں منتقل ہوئے۔

اسی زمانہ میں سلاطین شریفیہ جو نپور میں حکمران تھے اور شہر جو نپور دارمہر و شیراز کہلاتا تھا۔ ملا محمد صفوانی صاحب سیر الملوک کا بیان ہے کہ یہاں صدہا مدرسے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں اور علما و فضلا دور و دراز ملکوں سے آئے جن کے لیے وظیفے اور جاگیریں مقرر ہوئیں، جو نپور کی تعلیمی و علمی برتری حنلوں کے شباب کے زمانہ تک قائم رہی۔

لوہادیوں کے عہد کی تعلیمی ترقیاں | اس کے بعد لوہادیوں کا زمانہ آتا ہے، اور سلطان سکندریہ لودھی (جلوس ۱۷۹۳ء) کا عہد حکومت

تعلیمی ترقیوں میں سبقت لے گیا، سیر المتاخرین میں یہ ذکر ہے۔

”اس نے مساجد و مدارس تعمیر کئے، اور ان میں امام، مہذن، خطیب اور مدرس

مقرر کئے، اور ان کے وظیفے اپنی سرکار سے مرحمت فرمائے۔“

اس عہد میں عقولیات کے درس میں شیخ عبداللہ طلبینی (دہلی) اور شیخ عزیز اللہ طلبینی رنجھل کو بڑی شہرت حاصل تھی، سلطان سکندریہ لودھی بھی ان کا بڑا احترام کرتا تھا اور کبھی کبھی وہ شیخ عبداللہ کے حلقہ درس میں بھی چلا آتا تھا، لیکن جب آتا تو تمام شاہی آداب و لوازم ترک کر کے حلقہ کے کسی گوشہ میں چھپ کر بیٹھ رہتا اور درس کے خاتمہ کے بعد سسٹم و کلام کرتا تھا۔

ہندوؤں میں فارسی زبان کی تحصیل کی ابتداء | سلطان سکندریہ لودھی کے دور حکومت کا ایک اشیانہ یہ بھی ہے کہ اسی زمانہ

۱۔ مآثر جمعی ج ۲ ص ۲۷۲ ۲۔ جون پور نامہ ص ۴۷، ۳۔ سیر المتاخرین ج ۱ ص ۱۴۰

۴۔ منتخب التواریخ بدایونی ج ۱ ص ۳۲۲

سے ہندوؤں نے فارسی زبان سے اپنا رشتہ قائم کیا، چنانچہ فرشتہ ہندوؤں میں ان علوم و فنون کے رواج پذیر ہونے کا تذکرہ کر کے لکھتا ہے،

”ہر خواندن و نوشتن خط فارسی کہ تا آن زبان دریاں ایشان محمول نہ بود
پرداختند“

پھر جلد ہی اس قدر ترقی کر لی کہ اس زبان میں شعر و شاعری کرنے لگے، اور سندھ درس پر مٹھ گئے، خانی خان لکھتا ہے:-

”و یکے از شعراء سند سلطان سکندر برہمن بود، می گویند کہ با وجود کفر کتب علم سری
را درس می گفت“

ہمایوں کے عہد میں تعلیمی ترقیاں | اس کے بعد مغلوں کا دور آتا ہے، مغل سلاطین صلیا

علم و فضل تھے، اور ان کے درباروں سے علماء وابستہ رہے، اور ملک میں علم و تعلیم کا فیض پہنچاتے تھے، مختلف شہروں میں مدرسے قائم تھے، اور کچھ پھر ان رواؤں کے طرز پر ان کے مصداق شاہی خوانے سے ادا ہوتے تھے، نیز ملک میں جاہل جا علماء کے دھڑے مدرسے جاری تھے، ہمایوں کو علم ہیئت و ہندسہ کا ذوق تھا، اس عہد کے بالکمال ہیئت دان مولانا نور الدین ترخان اس کے دربار سے وابستہ تھے، وہ کبھی خود ان سے درس لیتا، اور کبھی ان کے فنی مشکلات حل کرتا،

ہمایوں کے عہد میں ڈونے اہم مدرسے لائق ذکر ہیں، ایک شیخ زین الدین خوانی کا مدرسہ آگرہ میں جہاں وہ مدفون ہوئے، اور دوسرا دلی کا ایک مدرسہ جس میں شیخ حسین مدرس تھے،

عہد اکبری میں تعلیمی انقلاب | اکبر کے دور میں ہندوستان کے اسلامی مدارس ایک نئے انقلاب سے دوچار ہوئے، اس میں ۹۹۵ھ

۱۵ تبلیغ فرشتہ ج ۱، ص ۱۸۰، ۱۵ خانی خان ج ۱، ص ۳۲۳، ۱۵ آثار الامراء ج ۱

ص ۳۹۹، ۱۵ منتخب التواریخ بدایونی ج ۱، ص ۴۰۱، ۱۵ آئیں اکبری،

۱۵ منتخب التواریخ ج ۲، ص ۳۶۳،

میں عربی و اسلامی علوم کی تعلیم کے رد کرنے کا فرمان صادر کیا ، اور دوسرے عقلی علوم ، نجوم ، حساب ، طب و فلسفہ مدرسوں میں رائج کیے ،

نصاب تعلیم کی اس تبدیلی کو ابو الفضل نے آئین اکبری میں تفصیل سے بیان کیا ہے ، جسے آگے ہم دکھائیں گے ، لیکن یہاں یہ اشارہ کر دینا ضروری ہے ، کہ اس شاہی فرمان کے رد سے نئے علوم تو ضرور نصاب میں داخل ہو گئے ، لیکن عربی و اسلامی علوم خارج نہیں ہوئے جہاں چہ اس زمانہ میں بھی جاہ جا اسلامی مدرسے قائم رہے ، جس میں مذہبی تعلیم دی جاتی تھی ، تبلیغ خاں کے متعلق جو دربار اکبری کے امراء میں سے تھا ، آثار الامراء میں ہے :-

تلیج خاں صلاح و تقویٰ بسیار داشت و در سخن متعصب بود و ہمیشہ بدس علوم و افادہ طلاب اشتغال نمود ، گویند در صوبہ داری لاہور کیا س ؟ بدس نق و تفسیر و حدیث در مدرسہ قیام می در زید و با تفسنی غایت و در دیج علوم شرعیہ می کو مشہور ،

عہد اکبری کا ایک مشہور مدرسہ مدرسہ ہاہم بیگم تھا ، جس کی عمارت خیر المنازل کے نام سے مشہور تھی ، بدایونی نے اس مدرسہ کو مدرسہ بیگم کے نام سے یاد کیا ہے ، نیز اگر وہ فتح پور سیکری بس خود اس نے متعدد عربی مدرسے قائم کیے ، اکبری دور حکومت میں کشمیر و بجا پور میں غیر معمولی تعلیمی انقلاب ہوا ، اس وقت تک یہاں علوم و فنون کے متعارف نہ تھے ، خط نستعلیق کا رواج نہ تھا ، اسی زمانہ میں یہاں علوم متعارفہ کا اور فارسی رسم خط کا رواج ہوا ، بادشاہ نامہ میں ہے ،

اگرچہ وہاں چند سے کہ اکثر علوم متعارفہ درس گویند بودند آیا علوم متداولہ مشیوع تمام ہنداشت خط نستعلیق نیکوی نوشتند و چند سے زبان شعر او دانشمند بعد از ان کہ کہ در عہد دولت حضرت آشیانی نشانکش یا کتب اکثر ساکدان شش اکتساب راسم الہیت و لوازم آدمیت نمودہ خاستگی جوہر کہا ہر مہارتند و فارسی گفتن و خط خوش نوشتن و شعر فارسی

۱۵ منتخب التواریخ ج ۲ ص ۳۶۳ ، ۱۶ آثار الامراء ج ۲ ص ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ رسالہ ہندوستان کی ۔

اسلامی درس گاہیں " میں اس کا کتبہ آثار دہلی سے منقول ہے

سراپور میں رواج تمام یافت

اسی طرح بجاپور میں عادل شاہ نے چند خاص تعلیمی انقلاب بھی برپا کیے تھے ، دارالافتاء کے لٹکوں اور استادوں کے لیے نفیس غذائیں اور لڑکوں کے سالانہ امتحان کے لیے انعامات دیے جانے کے قواعد مقرر کیے تھے ،

جہانگیر کے دور میں | جہانگیر نے عربی مدرسوں پر نئے سرے سے توجہ کی ، اس کے عہد حکومت میں بہت سے دیران مدرسے آباد ہو گئے ،
تعلیمی ترقیاں | اس نے تعلیمی ترقی کے لیے یہ قانون نافذ کیا کہ جو تاجر کسی غیر

دیہاتی فوت ہو جائے اور اس کے وارثوں کا چہ نہ چل سکے ، یا شہر ہی کا کوئی ایسا دولت مند وفات پائے ، جس کے ورثہ موجود نہ ہوں تو اس کے مال و متاع کو شاہی خزانہ میں جمع کرنے کے بجائے ان سے مدرسے اور دوسری مفید عمارتیں تعمیر کر دی جائیں ،

خانی خاں نے اس فرمان کو نقل کیا ہے ،

” حکم شد ہر جا کہ مسافر تاجر و مقیم مال دار قوت شود و دارث او حاضر نہ باشد مال اور امانت نگاہ دارند و در صورت فقو و الاثر بردن دارث مال ترک میت را صرف تعمیر و احداث مساجد و پل و مدرسہ و سرائے نمایند

ہندوستان میں اس فرمان سے بہ کثرت مدارس قائم ہوئے ، جہاں چہ مصنف تاریخ جام جہاں کا بیان ہے ، کہ جہانگیر نے پرانے مدرسے جو چڑٹیوں کے گھونسلے اور درندوں کے مان بن گئے تھے ، نئے سرے سے آباد کیے اور اکبر آباد ، آگرہ کو اکبر کے زمانہ سے جو تعلیمی اہمیت حاصل ہوئی تھی وہ اس دور میں بھی باقی رہی ،

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طالب علمی کا زمانہ جہانگیر کے دور حکومت میں

۱۔ بادشاہ نامہ حصہ دوم ص ۵۵ ، ۵۶ بسائیں السلطین ص ۳۵۱ ، ۳۵۲ نزد راناٹھ

لاہور و اٹال پٹنجام جہاں ذکر جہانگیر ، ۱۱۵ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۳۴۰

گزر رہی ، انھوں نے اپنی تصنیف اخبار الاخبار میں اپنے تحصیل علم کی مفصل حالت بیان کی ہے ، ان کی تحریر سے اس عہد میں دہلی کے ایک اور مدرسہ کا پتہ چلتا ہے ، جس میں وہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے داخل ہوئے تھے ، اس مدرسہ کو انھوں نے ”مدرسہ دہلی“ کے نام سے یاد کیا ہے ،

شاہ جہاں کے دور کی
تعلیمی ترقیاں

شاہ جہاں کے عہد میں لاہور ، احمد آباد ، دہلی ، اور جون پور علم و تعلیم کے ایسے مرکز تھے ، کہ ہندوستان کے باہر ہرات و بدخشان سے لوگ تعلیم و تحصیل کے لیے ہندوستان آتے تھے ، اس عہد میں باکمالوں کی مسند درس کو شہرت عام حاصل تھی ، اور ان کے مدرسے علم و فن کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ایشیا میں مشہور تھے ،

لاہور میں ملا محمد یوسف اور ملا جمال لاہوری کو شہرت حاصل تھی ، ملا محمد فاضل خشتانی نو عمر میں تحصیل علم کے لیے کابل آئے ، اور ملا صادق حلوائی سے تعلیم حاصل کی ، پھر وہاں سے توران پہنچے ، اور ملا مرزا جان شیرازی کے درس میں شریک ہوئے ، اس کے بعد علم کی مزید تکمیل کے لیے لاہور آئے ، اور یہاں عقلی علوم کی تحصیل ملا محمد یوسف سے کی ، جنھیں عہد الحمید مصنف بادشاہ نامہ نے ”مستزاد اساتذہ نیاں“ کے لقب سے یاد کیا ہے ، اور نقلی و شرعی علوم تفسیر و اصول کی تعلیم ملا جمال لاہوری سے جنھیں عربیت میں ”یگانہ روزگار“ کہا گیا ہے ، حاصل کی تھے ،

اسی طرح ملا عبد اللطیف سلطان پوری ، ملا جمال لاہوری کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے ، اور ملا محمد یوسف خود بھی ملا جمال لاہوری کے شاگرد تھے ، اور عقلی و نقلی دونوں دونوں علوم میں دست گاہ رکھتے تھے ، اور خصوصاً پڑھانے کا ہر ذہنیت پسند یہ اور دل نشیں تھا ،

اس زمانہ میں لاہور کے ایک دوسرے مشہور استاد ملا عبد السلام دیوبند ہیں ، انھیں معقول و معقول و ادب سب میں دست رس حاصل تھا ، تقریباً ۴۰ سال درس و تدریس کی خدمت میں مصروف رہے ، شاہ جہاں نے ان کا تعلیمی وظیفہ مقرر کر دیا تھا ، ملا میرک عفو ان شباب میں ہرات سے ہندوستان آئے ، اور ملا عبد السلام کے شاگردوں کے زمرہ میں داخل ہوئے ، ملا خواجہ بہاری بھی عفو ان شباب میں اپنے والد ملا سعد دیوبند سے علوم کی تحصیل کرنے کے بعد مزید تکمیل کے لیے لاہور آئے ، اور تحصیل علوم سے فارغ ہو کر دربار سلطانی سے وابستہ ہوئے ،

سیال کوٹ میں ملا کمال کشمیری کی سند درس قائم تھی ، معقولات کے مشہور فاضل ملا عبد الحکیم سیال کوٹی ان ہی کے دامن معیت کے تربیت یافتہ تھے ، شاہ جہاں نے ان کی مدد و معاش کا معقول انتظام کیا اور انھوں نے اپنی مشہور تصانیف اس کے نام سے معنون کیں . ملا عبد الحکیم کے بعد ان کے صاحب زادے اپنے والد کے درس کی مسند پر بیٹھے ، ملا محمد فاضل جن کا تذکرہ اوپر گذرا ، لاہور سے عقلی و نقلی علوم کی تحصیل کے بعد دارالسلطنت دلی پہنچے ، ابراہیم احمد قضا پرماور ہوئے ، پھر دلی میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے ، شاہ جہاں دربار سے ان کا بھی معقول وظیفہ جاری تھا ،

تھانیر (پنجاب) میں ایک مدرسہ شیخ جلی کے نام سے مشہور تھا ، اسے دارالعلوم نے ۱۶۵۰ء میں تعمیر کرایا تھا ، سکھوں کے زمانہ میں اس عمارت میں گرنہ رکھا گیا ، اور اسی کے قریب شیخ جلی کی جو درگاہ تھی ، اسے گرو دارہ بنا دیا گیا ، ملا عبد اللہ کی سند درس اسی زمانہ میں شہر بہار میں کچھ چلی ہوئی تھی ، ان کے صاحبزادے

۱۵۰ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۲۲۱ ، ۲۲۲ ، ۲۲۳ ، ۲۲۴ ، ۲۲۵ ، ص ۳۳۳ و حصہ ۲ ص ۵۴

۱۵۱ ص ۲۲۰ و حصہ دوم ص ۵۵ ، ۱۵۲ بادشاہ نامہ حصہ اول ص ۲۲۰ ،

۱۵۳ پرموش آؤٹ جرنل رتاک زندر ناتھ لا ،

لامحی الدین معروف بہ علامہ بن ہارے نے اس مدرسہ میں ۹ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، اور ۷ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت پائی، اور اسی مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، پھر شاہ جہاں کی ملازمت سے وابستہ ہوئے، شاہزادہ اورنگزیب کی تعلیم کی خدمت ان کے سپرد ہوئی، پھر وطن میں قیام اختیار کیا، اور ۸۴ سال کی عمر میں ۶۸۰ھ میں وفات پائی،

شیخ عبدالحی محدث دہلوی کی سند درس شاہ جہاں ہی کے عہد میں قائم ہوئی، احمد آباد گجرات میں میر محمد شرم درس و تدریس میں مشغول تھے، خصوصاً علم طب میں شہرت حاصل کی، شاہ جہاں نے ان کا وظیفہ جاری کیا، پھر شاہزادہ محمد اورنگزیب کی تعلیم کے لیے دلی بلائیے گئے،

شاہ جہاں نے ”مسجد اکبر آبادی“ کے نام سے ایک مسجد ۱۰۶۰ھ میں دلی میں تعمیر کرائی، اور اس سے متعلق ایک وقف کیا جس میں طالب علموں کے وظائف بھی مقرر کیے گئے، سرسید مرحوم نے اس شگستہ حال مسجد کا کتبہ نقل کیا ہو، جس میں یہ عبارت بھی ہو، ”اگر بہرمت این کنہ اعتیاج انتہ انجہ حاصل این موقوف بعد الترمیم باقی ماند بہ خدمت مسجد و حام و طالب علم رساندہ الا تمامہ راجعہ سطورہ دہندہ“

نومسلموں کی تعلیم کا انتظام | اکبری دور میں ہندو مسلمانوں کی باہمی شادی کا زیادہ رواج ہو گیا تھا، مسلمان لڑکیاں ہندو لڑکوں کے عقد میں چلی گئی تھیں، اسلامی شریعت کی رو سے ایسے نکاح صحیح نہیں سمجھے جاتے تھے اس لیے شاہ جہاں نے ان کے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں سے بے تعلق ہو جائیں، یا تبدیل مذہب کر لیں، ایسے بہت سے شوہروں نے مذہب بدل لینے کو ترجیح دیا، اس طرح نوسلموں کی خاصی تعداد اکٹھا ہو گئی، اس تحریک کا بانی جو کھونا نام ایک زمین دار بھی تھا، وہ خود بھی مسلمان ہو گیا تھا، شاہ جہاں نے ایسے نوسلموں کی تعلیم کے لیے خاص طور پر اہتمام کیا، اور ان

کے لیے علم مقرر کر دیے تھے،
نیز فوج میں مختلف ملکوں کے ارباب کمال جمع ہو گئے تھے ان سے ملک کے گوشہ گوشہ
میں علم و تعلیم کی روشنی پھیلی،

عالمگیر کے عہد کی علمی و تعلیمی ترقیاں عام شہرت رکھتی ہیں،
اس نے بڑے شہروں کے علاوہ چھوٹے شہروں اور گاؤں
میں بھی تعلیم پھیلانے کے لیے مدرسے قائم کیے، طالب علموں کے
وظیفے جاری کیے، علماء و مدرسین کو معیشت کی طرف سے فارغ البال کیا، اور اس
کی کوششوں سے ہر صوبہ، شہر اور قصبہ میں علم و تعلیم کی روشنی پھیل گئی، عالمگیر نامہ
میں ہے:-

داناں ہاتھ خاطر و انش آثر بہ ترویج مراتب فضل و تاسیس معالم علم درجہ
تقصوی دارد و در جمیع بلاد و تحصیلات امی کشور وسیع فضلاء و مدرسین را بہ وظائف
لائقہ اندوختہ و اہل مالک موقوف ساختہ بہ فضل تدریس و تعلم مصلان علوم گماشتہ
اند و برائے طلبہ علم در ہر معمولی و نامیہ وجہ معیشت در فور رتبہ و حالت دہ تعداد
مقرر داشتہ دہر سال بدین وجہ نیز از خزائن احسان بادشاہانہ مبلغائے عتبت
صرف می شود از فیض حکومت و افضال شہنشاہ ابرکعت در یافتہ اہل طالبان علم
و کمال سمت افزونی پذیرفتہ مشروح ابال و مدرنہ الحال کہ سب تحصیل علوم متعال
می ورزند۔

عالمگیر کے زمانہ میں بھی دونوں قسم کے مدرسے جاری تھے، یعنی شاہی مدرسے جن کے پورے
مصارف حکومت کی طرف سے ادا ہوتے تھے، اور جن کا انتظام و انصرام بھی حکومت
کے متعلق تھا، دوسرے وہ مدرسے جو ارباب خیر اور علمائے دین خود اپنی طرف سے
جاری کرتے تھے، عالمگیر نے پہلی قسم کے مدرسوں کے لیے ہر صوبہ میں یہ انتظام کر دیا

تھا، کہ مدرسین اور طالب علموں کی تنخواہیں اور وظیفہ اسی صوبہ کے خزانہ سے ادا کیے جاتیں اور صوبہ دار مدرسین سے تنخواہوں کی وصولی کا سپاہہ حاصل کر کے خزانہ میں داخل کر لیا کرتے، اور غیر سرکاری مدرسوں کو وہ وقتاً فوقتاً شاہی خزانہ سے امداد دیا کرتا تھا، چنانچہ مرآت احمدی میں شاہی مدرسوں کے متعلق ہے،

”چون حکم مقدس معلیٰ در جمیع صوبہ جات ممالک محروسہ شرف نفاذ یافت کہ در ہر صوبہ مدرس تعیین نمایند و طلب علم از میزان تا کشف خواں باستصواب عدد صوبہ موافق تصدیق بہ ہر مدرسوں و بہ علوفہ از تحویل خزانہ شاہی خزانہ آن صوبہ می دادہ باشند، در پی دلاسہ نفر مدرس در احمد آباد و ٹن سور و وچل رنج نفر طلبہ علم اضافہ در صوبہ احمد آباد مقرر شد،

اسی طرح غیر سرکاری مدرسوں کی امداد ملاحظہ ہو جو وقتاً فوقتاً کرتا رہتا تھا، ایک موقع پر مدرسہ سیف خاں کو ۵۸۰ روپے بھیجے گا ذکر آیا ہو، اسی طرح مدرسہ ہر پشاور و مسجد تعمیر کردہ شیخ محمد اکرام الدین کی تعمیری تحریروں اصلاح کے لیے اس نے لکھا۔ لاکھ چوبیس ہزار روپے منظور کیے، اسی طرح موضع سندرہ برگنہ رانڈل، اور موضع سیہہ برگنہ کڑا کے مدرسوں کے لیے پو میہ مقرر کیے تھے،

عالمگیر کے دور حکومت سے پہلے ابتدائی مکاتیب میں ہندو اور مسلمان جنہ ایک جا تعلیم حاصل کرتے تھے، ان مکتبوں میں غیر مذہبی تعلیم ہوتی تھی، یہاں سے فارغ ہو کر اعلیٰ مدارس میں چلے جاتے تھے، اور ہندو طلبہ اپنے مذہبی مدرسوں میں جاتے تھے، جہاں شاستر کے علاوہ طب و نجوم وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، ہندوؤں کے مدارس عالمگیر کے زمانہ میں بھی قائم رہے، اور ان کا اہم مرکز بنارس تھا، خانی زبان لکھتا ہو:-

”در ایامی کہ محروسہ سورج در بند سورج بود بانام نام زنادار و طبیب پیشہ نقل فی نزد

کہ چون در قوم با ضابطہ است کہ برائے تحصیل علم نجوم و طبابت و شاستر بہ ہنماں بے سرو
مایہ از دور و نزدیک بنا رہیں رفتہ کیے از بہنماں آسجا را استاد خود قرار می دهند
دزداد و درسی می خوانند و صبح و شام از طرف استاد خود کنار آب گنگ رفته موافق
و ابے کہ مقرر است روحی را کہ برائے عمل می آیند بہ دستور آئین مقرر می خدمت
می نمایند ، و ہر صبح اذان ہم رسد بلا تعہد و خیانت نزد استاد خود می برند و
خروج خود کی و پوشاک شاگردان بزم استاد است کہ بہ قدر کفالت ضرور
خبری گیرند ،

نیز دلی کا وہ سرچشمہ علم و عرفا جنہیں نے فیض و برکات سے سارے ہندوستان
کی علمی تشنہ کامی دور نہ کی ، وہ عالمگیر ہی کے عہد میں قائم ہوا ، حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے والد تیر گوار شاہ عبد الرحیم صاحب دہلوی نے جو
فتاوی عالمگیری کے جامعین ہیں سے تھے ، اس مدرسہ کو قائم کیا تھا ، جس سے علوم
کے سرچشمے جادے ہوئے ، اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنے والد ماجد
سے علوم کی تحصیل کی ، اور پھر اسی مدرسہ کی سند درس پر حضرت شاہ عبد العزیز ،
حضرت شاہ محمد اسحاق ، حضرت عبدالقادر اور حضرت نظیر حسین میاں صاحب
اعلی اللہ مقامہم باری باری جلوہ افروز ہوئے ، اور اس سرچشمہ فیض سے خاص طور
پر علم حدیث ہندوستان کے آئینہ گوشتہ میں پہونچ گیا ، اس مدرسہ کے حالات اس خانوہ
کی تاریخ میں مفصل لکھے گئے ،

پھر دوسری طرف ہندوستان کے مشہور دارالعلوم فرنگی محل کھنؤ کے مدرسہ نظامیہ
کی ابتدا بھی عالمگیر ہی کے عہد میں ہوئی ہو ، قصبہ سہانی (اودھ) کے مشہور صاحب
درس ملا قطب الدین کی شہادت کے بعد عالمگیر نے ان کے صاحب زادوں کو کھنؤ
کے محلہ فرنگی محل میں ایک قطعہ مکان متعلقہ عمارتوں کے ساتھ میں عنایت کیا ۔

۱۔ خان خان ۲ ص ۲۱۹ ، ۵۵ بہ فرمان اب تک محفوظ ہو ، اسے مولانا شبلی رحمہ نے دیکھا تھا ، اور لکھا

نظام الدین کے متعلق میں اس کی عبارت نقل کی ہو ، (مقالات شبلی ج ۲ ص ۱۳) ،

سرزمین یورپ از قدیم الایام معدن علم و طلا است ، . . . اگرچہ جمیع صوبہ جات ہند یہ وجود حاکمان علوم تھا خود انہر سیا حصار ہائے تخت خلافت کہ بہ واسطہ تربیت صاحب کمالان ہر قسم در ان جا فراہم می آیند و از تراکم افکار و اجتماع عقول بہ ہر عصر کمالات نفس ناطقہ را بچہ علم عقلی و نقلی و جمیع فن آن بہ پایہ ، بالاتر می رسانند ، اما صوبہ اودھ و آلہ آباد خصوصاً علیہ دارو کہ در ہیچ صوبہ نہ توان یافت چہ شام صوبہ اودھ و اکثر صوبہ آلہ آباد بہ فاصلہ پنج کردہ نہایت دہ کردہ ٹھیکنا آبادی خردی و بخیاست کہ از سلاطین و حکام و ظائف و زمین مدد معاش داشتہ اند ، مساجد و مدارس و خانقاہات بنا نمود و در سان عصر دہر جا ابواب علم بر رویہ دانش بگشودہ و صلائے اطلبہ العلم و در دادہ و طلبہ علم خیل از شہرے بہ شہرے می روند دہر جا موافقت دست ہم داد و بہ تکمیل مشغول می شوند و صاحب توفیقان ہر معرور طلبہ علم را نگاہ می دارند و قدمت این جماعہ را سعادت عظمیٰ می دانند صاحب قرآن ناتی شاہ جہاں انار اندر پیرانی گفت پو رہ شیراز مملکت ما است " و تا حدود مسئلہ ہنگامہ علم و علمادریں گل زمین گرمی داشت "

دور زوال | ہندوستان میں تیموری سلطنت کے جاہ و جلال کا آفتاب عالمگیر کے وفات پاتے ہی گھٹ گیا ، بالآخر آخری تاجدار ہند بہادر کے زمانہ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا ، عالمگیر کی وفات سے سلطنت کے ٹٹنے تک کا زمانہ اس عظیم الشان سلطنت کے زوال کے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے ، اس کا اثر لازمی طور پر ہندوستان کے تعلیمی نظام اور اسلامی مدرسوں پر بھی پڑا ، تاہم یہ زمانہ شاہی مدرسوں کے وجود سے یکسر خالی نہیں ، خال خال ایسے مدرسوں کے وجود کا پتہ بھی چلتا ہے ، جو مغل سلاطین کی سرپرستی میں جاری ہوئے اور ان کے مصروف شاہی خزانہ سے ادا ہوئے ، جیسے مراٹھ احمدی میں محمد معظم بہادر شاہ اول (۱۶۷۳ء) کے دور حکومت میں ایک مدرسہ کی تعمیر عمل میں آئی ، اور اس کے مصارف

شاہی خوانہ سے ادا کیے گئے ،

لیکن یہ شاذ و نادر مثالیں ہیں ، در نہ حقیقت یہ سچ ، کہ عالمگیری کے بعد سے اخیر دور تک جس قدر ہلالی مدرسے ہندوستان میں قائم رہے ، یا نئے جاری کیے گئے ، وہ زیادہ تر علماء و فضلا کے ذاتی ذوق اور علمی شغف سے قائم تھے ، اور اب نوت ان مدارس کی مدد دینی خدمت سمجھ کر کرتے رہے ، اور اس حیثیت سے اس زمانہ میں جی فاک کے مختلف حصوں میں نئے مدرسے کے قائم ہونے ، پرانے مدرسوں کے جاری رہنے ، اور اب علم و فضل کے درس و تدریس میں مشغول رہنے کے واقعات کچھ کم نہیں ہیں ،

جہاں جہ بہادر شاہ اول کے عہد میں دارالسلطنت دہلی میں ایک نیا مدرسہ امیر غازی الدین خاں فیروز جنگ نے جو سلطنت آصفیہ کے بانی آصف جاہ اول کے والد بزرگوار تھے ، اجیری دروازہ کے قریب قائم کیا ، اس مدرسہ کے لیے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی تھی ، امیر موصوت اسی مدرسہ میں سالانہ میں مدفون ہوئے ، اس مدرسہ کے بعض کھنڈر آج تک عہد رفتہ کی یاد دلالتے ہیں ۔

یہ مدرسہ مدتوں تک جاری رہا ، دہلی پر انگریزی عملداری ہو جانے کے بعد انگریزوں نے بھی اس کو تعلیم گاہ کے طور پر استعمال کیا ، پھر نواب اعتماد الدولہ فضل علی خاں دہلیاؤ نے اس مدرسہ کے اخراجات کے لیے ایک لاکھ ستر ہزار روپے کی گراں قدر رقم انگریزی کمپنی کے حوالہ کی ، چنانچہ کمپنی کی طرف سے غازی الدین خاں کے مقبرہ پر سب ذیل عبارت کندہ کی گئی ،

کتابتہ مقبرہ غازی الدین خاں

نہ ہر لوح نقشے بہ ماند و لیک جزئے عمل ماند و نیک نام
بیا و حشرات نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علی خاں بہادر بہار جنگ کو بیکی

کتاب و ہفتاد ہزار روپیہ پر اسے ترقی علوم و دروسہ ہذا واقع دہلی خاص مولود وطن خوش

یہ صاحبان کینٹی انگریز بہادر قویض نو ذہ اند نقوش گردیدہ مسئلہ ۱۲۵۷ھ

محمد شاہ ۱۲۱۷ھ کی حکومت کے زمانہ میں نواب شرف الدولہ ارادت خاں نے دلی کے بازار دریس میں سر راہ ایک مدرسہ ۱۲۵۷ھ میں تعمیر کرایا، اس مدرسہ سے مفت ایک مسجد بھی ہو، اس کی پیشانی پر یہ ایک منظوم کتبہ کندہ ہو، جس سے آخری شعر کا تاریخ نکلتی ہو:-

سال تاریخ بنا گفت خرد قبلہ حج ارادت کیشاں

۱۱۳۵

اسی طرح احمد آباد گجرات میں اسی زمانہ میں مولانا نور الدین احمد آبادی متوفی ۱۲۵۷ھ نے ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا، اور اس میں ان کی مسند درس بھی ہوئی تھی اور درس و تدریس کا فیض جاری تھا،

بہادر شاہ اول کے زمانہ میں ایک مدرسہ فرخ آباد میں فخر المراجے کے نام سے قائم تھا، اس کے بانی ایک صاحب علم مولوی ولی اللہ نامی تھے، مولوی علم الدین اور مولوی نعیم الدین نے اس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی،

اسی طرح اس دور کے چند دیگر مدارس کے تذکرے ملتے ہیں، جن کے نام گنانے کی چیز ان ضرورت نہیں، لیکن اسلامی سلطنت کے دور انحلال میں ہونے کی وجہ سے ان مدرسوں کا کوئی تعلق حکومت سے نہیں تھا، کیوں کہ جاہ پسند امر و مختلف صوبوں کی ولایتوں اور بڑے عہدوں پر قابض تھے، ان کے پیش نظر سب سے زیادہ ان کی

۱۲۵۷ھ آثار اہلشاہ باب سوم ۲۱-۲۲، سرسید رحم نے اس عبارت کا مفصل حال لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ مدرسہ احمد شاہ بدو شاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں تیار ہوا لیکن یہ صحیح نہیں، جیسا کہ اوپر گذرا، اس کے بانی غازی الدین فیروز جنگ محمد علی عظم بہادر شاہ اول کے دور میں دفاتر اپنے تھے، اور اسی مدرسہ میں فون ہو، ۱۲۵۷ھ آثار اہلشاہ باب سوم ص ۲۲، ۱۲۵۷ھ آثار الکرام ج ۱ ص ۲۱۱،

کی ذاتی سیاسی مصطلحتیں تھیں، ان مدارس کا سارا بار دیں دارالاباب ثروت اپنے اوپر اٹھائے ہوئے تھے، لیکن رفتہ رفتہ سلطنت کی اتہری کا اثر ملک کے تعلیمی نظام پر بھی طاری ہوا، چنانچہ سلطنت کے دوسرے زوال کے شروع ہونے کے کچھ دنوں بعد عمومی طور پر ہندوستان کے تعلیمی نظام اور اسلامی مدرسوں میں اختلال پیدا ہوا، اور اس دور میں اگر کسی فرماندار کے زمانہ میں کہیں کوئی مدرسہ تعمیر پایا یا تعلیمی وسیع جاری ہوئے، تو غالباً سلطنت کے بڑے بڑے تعلیمی اوقاف ضبط بھی کر لیے، چنانچہ مولانا غلام علی آزاد نے اس دور کی تعلیمی رفتار کا نقشہ موثر انداز میں کھینچا ہے، اور اسی سے اسے ہندوستان کے تعلیمی حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

مآں کہ بران الملک سعادت خان نیشاپوری در آغازه جس محمد شاہ حاکم صوبہ اودھ
شہر اکثر بلاد عمرہ صوبہ الہ آباد نیرشل دارالخیرہوں پور، بنارس، غازی پور، کرۃ
الکب پور، کوڑہ جہان آباد، وغیرہ ہاضیمہ حکومت گردیدہ وظائف و سیمورعالات
نہان دادا سے قدیم درجہ یک قلم ضبط شدہ و کارشرفا و پنجابہ پریشانی کشید و
اضطرار معاش مردم آں حارہ از کسب علم بازداشتہ در پیشہ سپاہ گری انداخت
در واج تدریس و تحصیل بہ آں درجہ نہانہ و مدار سے کہ از حد قدیم معدن علم و فضل
بود یک قلم خراب افتاد و انجمن ارباب کمال پیش تربہم خود ملہ

ان اللہ وانا الیہ راجعون

و بعد از تحال بران الملک نوربت حکومت بہ خواہر زادہ ابوالمنصور خان صفہ در
رسمیدہ و وظائف و اقطاع بہ دستور زیر ضبط ماندہ در اوامر محمد شاہ سلطہ
صوبہ داری الہ آباد نیزہ صفہ در جنگ مقرر شد، و تتمہ وظائف آں صوبہ کہ تا حال از
ضبط محفوظ ماندہ بود بہ ضبط درآمد در عہد احمد شاہ صفہ در جنگ بہ پایہ وزارت علی
معدود نمود و اسٹپ صوبہ کار بہار باب وظائف تنگ تر گرفت و تا معین تحریر کتاب این
دیار بہال حوادث روزگار است ملہ

باب ہندوستان کے دین دار علماء اپنے دینی اخلاص ، اصلاح و تقویٰ اور آثار
 سے ہندوستان کے قدیم اسلامی نظام تعلیم کی عمارت کو اپنے ہاتھوں میں نبھائے رہے ،
 مدرسوں کی بوسیدہ عمارتوں میں قال اللہ و قال الرسول کا درس جاری رکھا ، پھر
 اس دور سے اس زمانہ تک ایسے ارباب خیر بھی رہے ، جو مدرسوں کو چلاتے ، نئی عمارتیں
 بنواتے ، اور طلبہ کے مصارف کا بار اٹھاتے رہے ، جزا ہم اللہ ،
 (اکتوبر ۱۹۳۷ء)

بنگال و بہار میں عہد نظامت و دیوانی اور اس کا خاتمہ

اور برطانوی اثر و اقتدار کا آغاز

”صوبہ بنگال کی مال گزاری کی ابتدائی تاریخ کے عنوان سے مٹراپنٹ، ڈی، بی، کوکلی نے ڈھاکہ یونیورسٹی میں چند کچھ دیے تھے، ان میں انھوں نے پارلیمنٹ کی رودادوں، کمیشنوں کی رپورٹوں اور دوسری سرکاری یا دراستوں کے مستند اخذوں سے حکومت بنگال و بہار کے مختلف دوروں میں مال گزاری کے متعلق حکومت کی مختلف حکمت عملیاں دکھا کر نوبت دوامی پر لاکر اس بیان کو ختم کیا ہے، ان کچھوں کا مجموعہ کتاب کی شکل میں شائع ہوا ہے“

اس کتاب سے برطانوی عہد کے آغاز میں بنگال و بہار کے کسانوں کے معاشی حالات اور ان کے ساتھ حکومت کا طرز عمل اور زمینداری و کاشت کاری نظام کے رواج پورے ہونے کے اسباب پر روشنی پڑتی ہے،

مصنف نے اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پیشتر کتاب کا پہلا باب ”بنگال سلطنت مغلیہ کے صوبہ کی حیثیت سے اور مملکت برطانوی کا آغاز“ کے عنوان سے لکھا ہے، تاکہ اصل سمجھ کے سمجھنے میں آسانی ہو، مصنف نے اس میں بری جامعیت و اقتدار سے بنگال کے عہدہ نظامت و دیوانی کی سرگزشت اور برطانوی اثر و نفوذ کے آغاز کو دکھایا ہے، درآتم سطور کو اس کتاب کے اس باب کی جامعیت خیر معمولی طور پر سپہ آئی، اور اس کی تخلیص کو کہنے کی اشاعت کے لیے بھیج دیا، اس مجموعہ کی ترتیب کے وقت ہر تالیف کو ہر اثر بھی نگاہ کے سامنے آیا، اور اس کی افادہ حیثیتوں کی جہت سے اس نمبر عہد سے اس کو نیکو دہر رکھتے

پر طبیعت اہل نہ ہو سکی ، اس کو مصنف اور دارالترجمہ کے فکر کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

مغلوں کے عہد میں بنگال کا الحاق | مغلوں نے ۱۵۷۶ء میں پہلی مرتبہ اکبر کے عہد حکومت میں بنگال کو قطعی طور پر فتح کیا ، اور بنگال کا آخری خود مختار بادشاہ داؤد خاں مارا گیا ،

۱۵۷۶ء سے اورنگ زیب کے سال وفات ۱۶۵۷ء تک صوبہ بنگال کی نشو و نما خصوصاً اردو کی نگرانی میں جاری رہی ، اور یہ مرکزی حکومت کے نہایت زرخیز صوبوں میں شمار کیا گیا ، جہاں چھ اس کے محاصل دوسرے صوبوں کی بہ نسبت سبب چند تھے ، جاگیر داری تنظیم کے اصول پر (۱۵۸۰ء تا ۱۶۰۱ء) پیادہ فوج (۲۷۳۳) سوار (۲۷۶۰) توپیں اور اہل قیوں اور مسلح کشتیوں کی ایک بڑی تعداد مہیا رہتی تھی ، (آئین اکبری جی آرٹ ج ۲ ص ۱۲۹) ظاہر ہو کہ اس عہد میں اتنی قوت کا صوبہ دار ایک طاقت ور حلیف اور خطرناک غنیمت ہو سکتا تھا ، اس لیے ۱۵۷۶ء سے ۱۶۰۱ء تک بنگال میں جو ۲۷ صوبہ دار (گورنر) گزرے وہ یا تو بہ ذات خاص قابل اعتماد اکابر تھے ، یا مغل شہنشاہ سے ان کا قریبی تعلق تھا ،

بنگال کے صوبہ داروں کے دور | اکبر سے اورنگ زیب تک کے عہد میں بنگال کے صوبہ داروں کے لحاظ سے دو دور قائم کیے جاسکتے ہیں پہلا دور سال الحاق ۱۵۷۶ء سے اکبر کی وفات

۱۶۰۵ء تک کا ہے ، اس دور میں راجہ ٹوڈہ مل جلیل القدر راجہ رانیات (۱۵۷۶ء

۱۵۸۲ء) اور راجہ مان سنگھ (۱۵۷۶ء تا ۱۶۰۲ء) بڑے اہم صوبہ دار گذرے ہیں

۱۵۷۶ء سے ۱۵۹۲ء تک بنگال کا دارالسلطنت ، شمالی بنگال کا دارالسلطنت

شمالی بنگال کا مرکزی مقام ٹانڈورہ ، اور پھر ہیاں سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر راج

محل میں منتقل کر دیا گیا ، دارالسلطنت کا محل وقوع حکومت کے نظام کے لیے ایک اہم

نقشہ ہے ، کیوں کہ اس کی دوری اور نزدیکی کی وجہ سے ناہوں کا تقرب لازمی پڑتا ہے ،

جہاں چھ جب راجہ مان سنگھ ۱۵۹۹ء میں چار سال کے لیے ہار چلا گیا ، تو اس نے بیجان

کو اپنے نائب کی حیثیت سے ٹانڈورہ میں متعین کر دیا ،

بھراس دور کے یہ دو واقعے بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں، اول یہ کہ ۱۵۵۹ء میں دیوان یا وزیرِ مال کا عہدہ قائم کیا گیا، جس کے سرال گزاری کی جملہ امور کی ذمہ داری عائد کی گئی، اب صوبہ دار مالیات کے بند و بست کی ذمہ داری سے سبک دوش کر دیا گیا، دوسرا واقعہ یہ کہ ۱۶۰۵ء میں مرکزی حکومت کے سامنے صوبہ بنگال کی اہمیت اس وقت پہلی مرتبہ آشکار ہوئی، جب راجہ مان سنگھ سابق صوبہ دار نے اکبر کی وفات کے وقت اپنے ایک زیر حمایت شہزادے کو تخت نشین کرانے کی ناکام کوشش کی،

دوسرے دور ۱۶۰۵ء سے ۱۷۰۷ء تک میں ۱۹ صوبہ دار ہوئے جن میں شاہ جہاں ۱۶۲۶ء، ۱۶۲۵ء، سلطان محمد خجوع ۱۶۳۹ء، ۱۶۶۲ء اور سلطان محمد اعظم (۱۶۷۸ء - ۱۶۸۷ء) خاں وقت کے بیٹے تھے، عظیم الشان شہنشاہ وقت کا پوتا تھا اور قطب الدین ۱۶۸۷ء - ۱۶۹۷ء، ابراہیم خان (۱۶۸۷ء - ۱۶۹۷ء) شاہیہ خاں اپنی مرتبہ از ۱۶۸۷ء - ۱۶۹۷ء دوسری مرتبہ از ۱۶۸۹ء اور اعظم خاں (۱۶۷۷ء - ۱۶۷۸ء) کسی نہ کسی رشتہ سے خان وادہ شاہی سے وابستہ تھے، ان صوبہ داروں میں شاہ جہاں، سلطان محمد خجوع اور شاہیہ خاں نمایاں قابلیت کے اشخاص تھے، باقی دوسرے صوبہ داروں میں سے جن کی مدت حکومت ۲۷ سال ہوتی ہو، صرف اسلام خاں (۱۶۸۷ء - ۱۶۸۸ء) اور میر حلقہ (۱۶۷۶ء - ۱۶۷۷ء) قابل ذکر ہیں،

اس دور میں بنگال نے تدریجی ترقی کی، سرحدی علاقے وسیع اور مستحکم کیے گئے، اور بنگال سلطنت مغلیہ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور اہم صوبہ بن گیا، اس کی اہمیت دوبارہ ۱۶۸۷ء میں اس وقت ظاہر ہوئی، جب شاہ جہاں نے جہانگیر سے بغاوت کر کے اتریں بنگال، اور بہار کو فتح کر لیا، پھر ۱۶۸۷ء میں سلطان محمد خجوع نے بنگال میں علم بغاوت بلند کیا، اور ۱۶۸۷ء تک سلطنت مغلیہ کے تخت کا موجب رہا۔ اس کے بعد ۱۶۸۷ء یعنی اورنگ زیب کے انتقال تک بنگال سلطنت مغلیہ کا حقیقی حصہ بنا رہا۔ اس دور میں ذیل کے امور قابل توجہ ہیں،

۱۔ صوبہ کی وسعت اور اس کا دارالسلطنت

۲۔ دیوان کا عروج اور صوبہ دار سے اس کے تعلقات ،

۳۔ بنگال میں برطانوی عہد کا آغاز ،

صوبہ کی وسعت اور اس کا دار السلطنت | سنہ ۱۷۵۷ء تک بنگال ، بہار ، اور اڑیسہ صرف ایک ہی صوبہ دار کے

ستھ میں تھے ، سنہ ۱۷۵۷ء میں جب بنگال و اڑیسہ کی صوبہ داری پر جوائنٹسٹریٹس مقرر ہوئے ، تو اسی وقت سے بہار کو ایک علیحدہ صوبہ قرار دے کر اسلام خاں کو اس کا صوبہ دار بنایا گیا۔ یہ تقسیم سنہ ۱۷۹۶ء تک قائم رہی ،

اس تقسیم کے بعد ہی جب سنہ ۱۷۵۷ء میں اسلام خاں صوبہ بنگال کے صوبہ دار کو جانشین بنا تو اس نے بنگال کا مستقر راج محل کے بجائے ڈھاکہ کو قرار دیا ، کیوں کہ اس کا محل وقوع مرکزی تھا ، اور یہاں سے ساحل اور کان کی ٹرانزٹ کی جاسکتی تھی ، جہاں پورے بنگالی اور مراٹھی جنگی جہاز آکر روٹ مار جاتے تھے ، اس وقت سے عظیم الشان کی صوبہ داری تک بجز ہمس زمانہ کے جب کہ سلطان محمد شجاع (سنہ ۱۷۳۹ء - سنہ ۱۷۶۶ء) صوبہ دار تھا ، ڈھاکہ ، بنگال کا دار السلطنت رہا ، سلطان محمد شجاع کے زمانہ میں راج محل پھر صوبہ کا مستقر بن گیا تھا ،

اس کے بعد سنہ ۱۷۹۷ء میں شہنشاہ وقت کے پوتے عظیم الشان کی صوبہ داری کے زمانہ میں تینوں صوبے دوبارہ ملا دیے گئے ، اس نے ابتداً سنہ ۱۷۵۷ء میں شہنشاہ اورنگ زیب کے حکم کے مطابق راج محل کو صوبہ کا مستقر قرار دیا ، اور اس کے بعد بنگال کا دار السلطنت عظیم آباد پٹنہ قرار پایا ، پھر سنہ ۱۷۵۷ء میں شہنشاہ کا دوسرا فرزند ہوئی کہ عظیم الشان اپنے بیٹے فرخ سیر کو جو سنہ ۱۷۵۷ء سے بنگال کا نائب صوبہ دار بن کر ڈھاکہ میں مقیم تھا ، بنگال و اڑیسہ کی صوبہ داری کے لیے چھوڑ دے ، اور سر بلند خاں بہار میں نائب صوبہ دار بنایا جائے ،

ناظم و دیوان یا گورنر اور وزیر مال | آئین اکبری میں صوبہ کے حاکم کو مہطاحا

”سب سالار“ کہا گیا ہو ، گروہ و امیرائے کی

حیثیت سے کشوری و عسکری دونوں قسم کے جملہ امور میں شہنشاہ کی نمایندگی کرتا تھا، اس کے بعد اسے صوبہ دار کہا گیا، پھر ”نواب ناظم“ کی اصطلاح قائم ہوئی، الغرض اس دور میں ۱۶۹۷ء تک ایک ناظم صوبہ بنگال و آریسہ پر اور ایک بہار پر حکم ران رہا، البتہ شاہ جہاں اپنی باخیا نہ حکومت بنگال کے زمانہ (۱۶۲۲ء - ۱۶۲۵ء) میں ان تینوں صوبوں کا واحد حکم ران تھا، اور اس نے بنگال و بہار میں اپنے ڈوٹاؤں ناظم مقرر کیے تھے،

پھر ۱۶۲۵ء میں جب بہار خاں بنگال کی گورنری کے لیے نام زد کیا گیا، اور سپہ سالار اعظم کی خدمات کی انجام دہی کے لیے مرکزی حکومت ہی میں روک لیا گیا، تو خان زادہ خاں کو بنگال کے نائب ناظم کی حیثیت سے روانہ کیا گیا، اسی طرح سیف خاں نے ۱۶۳۹ء ناظم سلطان محمد شجاع کی آمد تک اس کی زیادت کی، اسی طرح ۱۶۹۷ء تک نائب ناظموں کا تقرر و تفتا ہوتا رہا، مگر انھوں نے اس وقت تک کوئی سیاسی اہمیت حاصل نہیں کی تھی، یہاں تک کہ صوبہ کے دیوان کو عروج حاصل ہوا،

دیوان کا عہدہ ۱۵۷۹ء میں اکبر نے قائم کیا تھا، وہ حکومت کا وزیر مال ہوتا تھا، جس کے فرائض میں مال گذاری کی وصولی، سرکاری رقم کے مصارف کی ذمہ داری، اور دیوانی مفدمات کا تصفیہ کیڑا دھل تھا، وزیر مال کا انتخاب صوبوں کے لیے بھی شہنشاہی کے فرمان سے ہوتا، اور وہ قانوناً صوبہ دار کے ماتحت سمجھا جاتا تھا، ناظم، صوبہ کے عام نظم و نسق کا ذمہ دار تھا، اور دیوان صوبوں کے مالی کاروبار کی دیکھ بھال کرتا تھا،

صوبہ بنگال و بہار میں ۱۵۸۷ء سے دیوان کے عروج کا زمانہ مرشد قلی خاں کے دیوان مقرر ہونے سے شروع ہوتا ہے، مرشد قلی خاں ۱۵۸۷ء میں ان تینوں صوبوں کے عہدہ دیوانی کے علاوہ بنگال و آریسہ کا نائب ناظم بنایا گیا، اور سید حسین علی خاں بہادر کا نائب ناظم مقرر ہوا، ان دونوں نائب ناظموں نے غیر معمولی اقتدار حاصل کر لیا، خصوصاً مرشد قلی خاں کے قبضہ میں مالیات کے ہونے سے اسے مزید تفوق حاصل ہوا، مرشد قلی خاں نے اپنا مستقر مرشد آباد کو قرار دیا، اس طرح اورنگ زیب کے انتقال کے وقت ۱۵۸۷ء میں ان تینوں صوبوں پر حسب ذیل عہدہ دار تھے،

صوبہ	ناظم	نائب ناظم	دیوان
بنگل	عظیم الشان	مرشد قلی خاں	مرشد قلی خاں
ہمسار	عظیم الشان	سید حسین علی خاں	مرشد قلی خاں
اڈیسر	عظیم الشان	مرشد قلی خاں	مرشد قلی خاں

بنگل میں برطانوی اثرات کی ابتداء | بنگال میں انگریزوں کا تعلق سنہ ۱۷۵۷ء سے پیدا ہوا، وہ پہلی مرتبہ ۱۷۵۷ء میں مدراس سے نکلا، ۱۷۵۷ء میں دو تجارتی کونٹیاں ہرنیش پور اور بالاسور میں قائم کیں، سلطان محمد شجاع اور خانیہ خاں کے عطا کردہ اجازت ناموں سے ۱۷۵۷ء تک تین صد روٹھیاں بنگالی، قاسم بازار، اور بالاسور میں قائم کر چکے تھے، انگریزوں کی نگرانی میں ڈھاکہ اور ریشم میں بھی کونٹیاں قائم ہوئیں، پھر ۱۷۵۸ء میں کمپنی نے بنگال کی اہمیت محسوس کر کے بنگال کو ولیم ہمیس کی گورنری میں دے کر اسے مدراس سے بے تعلق کر کے اسے مستقل تجارتی علاقہ قرار دیا، اس وقت سے بنگال سے کمپنی کے مستقل تجارتی انفرجن وابستہ ہو گئے، پھر ۱۷۹۱ء میں کفایت خاں دیوان ڈھاکہ کے نام شہنشاہ کے احکام موصول ہوئے، کہ انگریزوں کو تین ہزار روپیے ادا کرنے پر آزادانہ تجارت کا پروانہ دے دیا جائے، ۱۷۹۴ء میں کمپنی نے کلکتہ میں ایک قلعہ کی تعمیر کی اجازت اس وقت حاصل کی، جب بھاسنگو کی سرکشی جاری تھی، عظیم الشان کے صوبہ داری پر فائز ہونے کے بعد کمپنی کو پہلا ملکی علاقہ نصیب ہوا، اور ۱۷۹۵ء میں ناظم دیوان کی بارگاہ میں شایان خان نذریشی کرنے کے بعد انگریزوں کو اجازت دی گئی کہ وہ کلکتہ، شالوتی، اور گوبند پوران تینوں موضوعوں کی بیہ داری کا حق ان کے موجودہ مالکوں سے خرید لیں، اس طرح انگریزوں نے ایک ہزار ایک سو سچاؤ سے روپے چھ آنے سالانہ مال گزاری پر بنگال میں پہلی مرتبہ حقیقت زمینداری خرید لی،

بنگل کے ناظم و دیوان کے اختیارات کلی | اورنگ زیب کے انتقال کے ساتھ ہی حکومت مغلیہ کا شیرازہ بکھرنے لگا،

جب ۱۲۷۱ھ میں عظیم الشان جوہنگال و بہار و اڑیسہ کا برائے نام ناظم تھا، تاج و تخت کی رسیوں میں مارا گیا، تو ان تینوں صوبوں کے ناظم کی جگہ خالی ہو گئی، ۱۲۷۳ھ میں فرخ سیر کی تخت نشینی کے بعد مرشد قلی خاں نے ان تینوں صوبوں کی نظامت پر اپنا تقرر کر لیا، اب ناظم کا صدر دفتر قطعی طور پر مرشد آباد قرار پایا، بہار و اڑیسہ میں مرشد قلی خاں خود نظامت و دیوانی کے اختیارات سے کام لیتا رہا، اور بنگال اور کبھی اڑیسہ میں وقتاً فوقتاً سید اکرم خاں شجاع الدین خاں، سید رضا خاں، لطف العدا و سرفراز خاں نیابت نظامت دیوانی کے عہدوں پر سرفراز ہوتے رہے،

موروثی نظامت | اس دور میں پہنچ کر سلطنت مغلیہ میں اتنی طاقت باقی نہ رہ گئی تھی، کہ وہ دور دراز صوبوں پر اپنی نگرانی قائم رکھتی، پہلے نظامت دیوانی کے عہدہ داروں کا تقرر شہنشاہ کا اختیار ہی نہ مل تھا، اب مرشد قلی خاں کے زمانہ سے ناظم کا عہدہ موروثی قرار پایا، اور دیوان کا منصب مرحمت و توارش پر موقوف ہو گیا،

شجاع الدین خاں ناظم | جہاں جہ نواب مرشد قلی خاں کی وفات کے بعد بس کا داماد شجاع الدین خاں (۱۲۷۵ھ - ۱۲۷۹ھ) کا نام تھا، اس نے اپنے بیٹے سرفراز خاں کو اپنا دیوان مقرر کیا، مرزا لطف السدیر صلیب کے ساتھ جو اس کا نائب دیوان تھا، نائب ناظم کے عہدہ پر قائم رہا، پھر جب یہ دونوں اڑیسہ منتقل ہو گئے، تو سرفراز خاں کو دیوان کے عہدہ پر بحال رکھنے کے علاوہ اسے نائب ناظم بھی نام نہاد طور پر بنایا گیا، مگر دراصل غالب علی خاں، جو نائب راؤ نائب دیوان کے ساتھ منصرانہ طور پر کام انجام دیتا رہا،

سرفراز خاں ناظم | شجاع الدین خاں کے بعد اس کا بیٹا سرفراز خاں (۱۲۷۹ھ - ۱۲۸۲ھ) نے نظامت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی، اس کے زمانہ میں عہدہ دیوانی کے فرائض ایک مجلس جو حاجی احمد اور جگت سیٹھ پر مشتمل تھی، انجام دیتی رہی اور بہار کی نظامت پر علی دردمی خاں مامور کیا گیا،

علی دردی خاں مہابت جنگ ناظم | علی دردی خاں مہابت جنگ ناظم
 ۱۵۶۲ء) سر فرزا خاں کے بعد اس منہ
 پر بیٹھا، نوازش محمد خاں دیوان صوبہ جات اور نائب ناظم ڈھا کہ مقرر ہوا، اور حسین الدین
 خان اس کا نائب اور اس کے قتل کے بعد ۱۵۶۲ء میں راجہ راج بلہ کے توسط سے حکومت
 کی، اور صوبہ بہار میں نواب زین الدین خاں سہیت جنگ نے اس کی نیابت
 کی، اور اڑیسہ میں صولت جنگ نائب ناظم رہا،

سراج الدولہ ناظم | سراج الدولہ ۱۵۶۲ء-۱۵۶۳ء، علی دردی خاں کا
 نواسہ تھا، اس نے موہن لال کو اپنا دیوان بنایا، اور
 ۱۵۶۳ء-۱۵۶۴ء جسارت خاں ۱۵۶۴ء سے ۱۵۸۱ء تک ڈھا کہ کا نائب ناظم رہا،

برطانوی اثر کی ترقی | اس کے بعد صوبہ بنگال و بہار کی سیاسی تاریخ میں میر جعفر
 میر قاسم کی نظامت اور اس عہد کی مشہور رپڑائیوں اور
 اور پائی داری | شاہ زادہ عالی گمر (شاہ عالم بادشاہ) اور انگریزوں کی
 جنگ کے مشہور واقعات پیش آئے، جن کے بعد برطانوی طاقت ان صوبوں پر پورے
 طور پر مستولی ہو گئی،

انگریزوں نے مرشد قلی خاں کے زمانہ میں ۱۷۵۷ء میں شہنشاہ فرخ سیر سے کلکتہ کے
 قریب مزید ۳۰ مواضع کی خریداری کا فرمان شاہی آٹھ ہزار ایک سو اکیس روپے
 آٹھ آنے سالانہ شرح محصول پر حاصل کر لیا، مگر مرشد قلی خاں کی زبردست شخصیت ان
 مواضع کی خریداری میں خاطر خواہ مزاحم ہوئی، اس کی وفات کے بعد ایسٹ انڈیا
 کمپنی کی تجارت آسٹن کے دو جانشینوں کے زمانہ میں بغیر روک ٹوک کے چلتی رہی،
 پھر علی دردی خاں کے زمانہ میں وہ مرہٹہ حملہ آوروں کے ساتھ اور ایسٹ انڈیا کمپنی
 کے ساتھ کے معاملات میں مصروف رہے، جس کی وجہ سے بنگال کی تجارت اور ان دونوں
 قوتوں کے متضاد سیاسیات میں کسی قدر سکون رہا، سراج الدولہ کے زمانہ میں جو انگریزوں
 کا دشمن مشہور تھا، ان دونوں طاقتوں میں تصادم ہوا، ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ نے

کلکتہ پر قبضہ کر لیا، اس کے ایک سال کے بعد انگریزوں نے شہر کو دوبارہ چھین لیا، پھر ۹ فروری ۱۷۵۷ء کو سراج الدولہ نے کسی قدر دب کر صلح کی، اور معاہدہ کے رو سے کمپنی کے تجارتی حقوق متعلقہ بنگال کی توفیق کی گئی، اور ۲۸ مئی ۱۷۵۷ء کو ۱۷۵۷ء میں مرشد قلی خاں کے زمانہ میں شاہی فرمان کے بموجب انگریزوں کو مل چکے تھے، اور مرشد قلی خاں نے ان پر قبضہ نہ ہونے دیا تھا، ان پر انگریزوں کا قبضہ تسلیم کیا گیا، لیکن ماہ جون کے اوائل میں پھر مخالفت پیدا ہو گئی، میر جعفر میدان سیاست میں آیا، ۹ فروری کے معاہدہ کی تکمیل کے عوض اسے ناظم مقرر کیا گیا، پھر پلاسی کی جنگ، سراج الدولہ کی موت، ۲۹ جون کو ناظم بنگال دہار داسیہ کی حیثیت سے میر جعفر کی سر بلندی، یہ واقعات جلد جلد کیے بعد دیگرے پیش آئے، ۲۴ دسمبر کو میر جعفر سے ایک نیا معاہدہ کرایا گیا، جس میں ۹ فروری کے معاہدہ کی تصدیق کے علاوہ کمپنی کے حاصل کردہ رقبہ اور جزی میں ۸۸۲ مربع میل کا ایک ضلع جو ۲۴ پرگنوں پر مشتمل ہو، اور جو آج تک ضلع چوبیس پرگنہ ہی کے نام سے مشہور ہو، انگریزوں کی زمینداری میں دو لاکھ بائیس ہزار نو سو اٹھادون روپے سالانہ مال گذاری پر اضافہ کیا گیا، یہ گویا بنگال میں کمپنی کے اہم ملکی علاقہ کی ابتداء ہو، تاہم ابھی قانوناً نہیں کیا اختیارات حاصل نہیں ہوئے، بلکہ وہ ناظم کے زبردست، زمینداری کی حیثیت رکھتے۔

مگر اس وقت کمپنی ہی بنگال میں حکم راں طاقت تھی،

اس کے بعد ۱۲ جولائی ۱۷۵۹ء کو چوبیس پرگنوں کی آمدنی شہنشاہی خدمات کی بجائے آدری کے صلہ میں جاگیر کے طور پر کلائو کے نام لکھ دی گئی، پھر ۲۳ جون ۱۷۵۹ء کو اس عطیہ کی توسیع دس سال کی مدت کے لیے کی گئی، اور اس کے ساتھ طے پایا، کہ اس کے بعد کمپنی کے سارے حقوق مل جائیں گے، جو شاہی مطالبات مال گذاری سے مستثنیٰ رہیں گے،

پھر جب میر جعفر کی برطرفی کے بعد قاسم علی خاں ناظم مقرر ہوا، تو ۲۴ ستمبر ۱۷۵۹ء کو ایک نیا معاہدہ ہوا اور فوج کے مصارف کے نام سے ایک وسیع علاقہ مال گذاری کی

معافی کے ساتھ کمپنی کو خطا کیا گیا ، جو ردوان ، مدناپور ، اور چنگانگ کے اضلاع پر مشتمل تھا ، اس علاقہ کا رقبہ ساڑھے ہزار ایک سو اسی گھ مربع میل تھا ، ۶ جولائی ۱۷۶۲ء کو میر جعفر نے نظامت پر دوبارہ فائز ہونے کے بعد تصدیق کی ، اور ۱۲ اگست ۱۷۶۵ء کو آخر کار شہنشاہ نے بھی اس پر ہر تصدیق لگا دی ، اور کمپنی حکومت (۱۷۶۵ء) جو میں برگسہ (۱۷۵۷ء) ، ردوان ، مدناپور و چنگانگ (۱۷۶۰ء) کے اضلاع میں تاریخ حصول قبضہ سے تحصیل مال گزاری کے ساتھ امور انتظامی بھی اپنے خاص کارکنوں کے ذریعہ انجام دیتی رہی ،

اس کے بعد ۱۷۶۲ء میں کمپنی کی لڑائی میں شاہ عالم و نواب اودھ پر پیچ کرکٹ منرو کی فتح باپنی سے بنگال میں برطانوی سکھ پورے طور پر جم گیا ، جنوری ۱۷۶۵ء میں نظم کی وفات پر کمپنی نے اس کے بیٹے نجم الدولہ کی حاشینی اس شرط پر قبول کی ، کہ نظم و نسق ایک نائب ناظم یا صوبہ دار کے سپرد ہوگا ، جس کا انتخاب کمپنی کرے گی ، چنانچہ محمد رضا خاں اس خدمت کے لیے منتخب کیا گیا ، پھر ۱۲ اگست ۱۷۶۵ء کو شہنشاہ نے کمپنی کو صوبہ بنگال ، بہار ، اور اڑیسہ کا دیوان مقرر کیا ، اور کمپنی پر یہ قرض عائد کیا ، کہ وہ شہنشاہ کو ۲۶ لاکھ روپے اور ناظم کے عملے کے کل مصارف ادا کر کے ان تینوں صوبوں کے محاصل وصول کر لیا کرے ، اس کے بہ موجب ۲۴ ستمبر کو ناظم نے انگریزوں کو ان صوبوں کا دیوان تسلیم کیا ، شہنشاہ کی جانب سے اس عہدہ پر سناٹے کے بعد یہ پہلا تقرر تھا ، کمپنی نے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے محمد رضا خاں کو نائب دیوان مقرر کیا ، اسی وقت سے بنگال میں مال گزاری کے برطانوی نظم و نسق کی بنا پڑی ، اس وقت کمپنی ان صوبوں میں ویسی ہی خود مختار تھی ، جیسے اورنگ زیب کے انتقال کے وقت مرشد قلی خاں با اقتدار تھا ، دونوں کو قانوناً دیوان کا منصب حاصل تھا ، اور دونوں کو عملاً ناظم کے اختیارات حاصل تھے ، شاہی اقتدار کی وقعت و حیثیت بہ جو نمود و نمائش کے کچھ اور نہ باقی نہ تھی ، مرشد قلی خاں

کے عارضی شان و اردور کے مقابلہ میں برطانوی نظم و نسق کی مستقل کامیابی کا باعث زیادہ تر یہ تھا کہ ایک سند یافتہ جماعت کے لیے جو اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہو، ایک فرد پر فطری تفوق حاصل ہوتے ہیں، اور اس کے لیے کامیابی کے بہتر ذرائع پیدا ہو جاتے ہیں،

(جون ۱۹۲۶ء)

آب گلہ کا گورغریاں

آبگلہ شہر گلیا سے دو میل جانب مشرق سادات کی اجڑی ہوئی ایک قدیم بستی ہے، گو اس کی کوئی مرتب و مستند تاریخ محفوظ نہیں، لیکن اس کی عظمت و جلال کا اندازہ اس کے کھنڈروں اور ان کی ٹوٹی پھوٹی سنگی دیواروں سے ہوتا ہے، اس قصبہ کے مورث اعلیٰ حضرت مینا شہدی تھے، کسی تذکرہ میں نظر سے گذر اٹھا، نیز خاندانی روایات سے سننے میں آیا ہے، کہ یہ دو بھائی تھے، ایک ولی کی شاہی مسجد کی امامت پر سرفراز ہوئے، دوسرے یہ حضرت مینا شہدی کو طمانک پور ہوتے ہوئے پورب آئے، جہاں دربار شاہی سے چند گانوں نہیں معافی میں لے گئے، "نا کہ یہاں رشید و ہدایت کی خدمت انجام دیں، حضرت شاہ عطا حسین رحمہ اللہ انجی کنز الانساب (تصنیف سنہ ۱۲۶۶ھ) میں لکھتے ہیں :-

... .. رضوی ہشتند، بیارہر شہر داسمار و دیار یکہ اکثر اند ...
 دریا بدار و ساد ساکنان موضع آبگلہ کہ نسبت مصاہرت دارند، واضحاً
 در زمان قاضی سلاطین بزرگے بودند، شاہیر منصب تغداد ہشتند، قاضی سید
 عبدالحلہ عرف قاضی سید پڑے رضوی نسب بودند، فرزند شان قاضی
 احمد علی

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

واضح باد کہ از بزرگان مشایخان قدیم کہ آن را بالا از دو صد سال گذشتہ باشند
 از سادات شہدی تشریف آور و تہ در دی و یار ہاں موضع (آبگلہ) کہ دند سکونت

افتیاد، ہنوز اولاد شان وراں موضع ہستہ موجود، سابقین بودند امور

بہ منصب قضا و افتا باید دانست نام آن بزرگ بود
حضرت بیٹا مشہدی رضوی نسب

مرحوم حضرت شاد عظیم آبادی حیات فریاد میں لکھتے ہیں :-

حضرت فاضل محب اللہ کا شادی حضرت قاضی سید منصور کی پوتی سے ہوئی تھی،
جن کا مزار موضع آب گلہ میں متصل شہر گیا ہو، قاضی سید منصور، قاضی سید اسماعیل
مشہدی کی اولاد سے تھے، اور حضرت اسماعیل مشہدی کی پوتے تھے، جن کا تذکرہ
بہ جلالت قدر طابحی نے اپنی عجیب کتاب سلسلۃ الازہب میں کیا ہو، طابحی
نے یہ ای عبارت یاد کیا ہو،

گزیدہ چوں بہ مشہد رضا قاضی مشہد در شہاد پر حضور ہی امام عالی مقام شد
والعلم عند اللہ!

علامہ انور حضرت شہید رابع قاضی سید نور اللہ شوستری نے بھی حضرت ناصر
بہ جدائی کا ذکر اپنی کتاب مجالس المؤمنین میں کیا ہو،

خانوادہ آب گلہ کے مصاہرانہ تعلقات حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی صاحب
اوراد و فتیحہ سے بھی جن کا مزار وادی کشمیر میں مرجع خلافت ہو، نیز حضرت مخدوم الملک
شاہ شرف الدین بہاری قدس سرہ کا ایک مکتوب گرامی آب گلہ کے ایک بزرگ
کے نام سے مکتوبات صدی جلد دوم میں ہو، حضرت مخدوم الملک کی آمد و رفت
یہاں سے قائم تھی،

لیکن اب یہ قصبہ گویا عالم گم نامی میں ہو، اس کی تمدنی و علمی رفعت کے نشانات
مٹتے جاتے ہیں، مزار کے کتبات تک بر باد ہو چکے ہیں، قدیم کتبات میں صرف
ایک کتبہ زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہ سکا ہو، وہ قاضی سید احمد علی کی لوح

زار کا ہو،

قاضی سید احمد علی قاضی سید بڑے کے خلف اکبر تھے، جن کا تذکرہ کنز الانساب کی عبارت میں اور پر گزرا،

قاضی سید احمد علی کے بڑے صاحب زادے مفتی سید ارشد علی تھے، جو مرشد آباد میں منصب افتا پر مامور تھے، اور اخیر عہد میں نواب مرشد آباد کے ریڈنٹ کی حیثیت سے حکومت انگلشیہ کے دربار میں نمایندگی کرتے تھے، دوسرے صاحب زادے قاضی سید ارشد علی گیا ہیں اپنے آبائی منصب قضا پر مامور تھے، حضرت مخدوم معظم ڈاکٹر قاضی سید اکرم امام علیہ الرحمہ المتوفی ماہ محرم ۱۳۵۱ھ اور حضرت موصوف کے برادر بزرگ حضرت مخدوم و مطاع جناب قاضی سید مظاہر امام متعنا المدببول بقائہ اسی خان دادہ کے چشم و چراغ اور مورخ والد ۸۳ سال کے زار و شب زندہ ہیں، خداوند تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے، یہ کتبہ نہایت نفیس سنگ مرمر پر ہو، جس کا طول و عرض ۱۶ انچ اور دباڑ ۱۱ انچ ہو، یہ لوح مزار بھی بربادگی جانے والی تھی، ستم شعاروں نے اس پتھر کی مالیت سے فائدہ اٹھانا چاہا، شب کے وقت قبر پر سے اکھڑ لیا، لیکن قبرستان سے لے جانے نہ پائے گئے، کہ سپیدہ صبح نمودار ہو گیا، اور اس کو وہیں چھوڑ کر انہیں بھاگ جانا پڑا، اہل خاندان اس آبائی تبرک کو گھر پر اٹھا لائے، پھر اس کے دوبارہ نصب کیے جانے کا موقع نہ آیا، اور آج تک مکان کے ایک گوشہ میں کھڑا بزرگوں کی عظمت رفتہ پر آنسو بہا رہا ہو، اس کتبہ کی نقل ذیل میں درج ہو، کہ شاید آگے چل کر اس کا بھی نام و نشان

زار کا ہو،

سید قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے ۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء کو آنکھ میں وفات پائی،

اور انائی قبرستان میں قاضی سید احمد علی کے قریب قبرستان کے بلائی حصہ پر دفن کیے گئے، مزار صحیح طاق ہو، کیفیتہ العارفین و نسبہ العاشقین کہ ضمیمہ میں موصوف کے نیر و اکبر صاحب موصوف رحمہ کے مختصر سوانح حیات درج ہیں

باقی نہ رہ جائے ، والبقاء للہ الواحد القہار ،

کتبہ لوح مزار قاضی سید احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

الہم ارض عنہ

۱۲۳۲ھ

ای تن آب و گلہ گزشت با فانی
دودہ و گفتا جیف قاضی سید احمد علی

فادم شرع محمد دارش علم علی
سرفرد بردم پے تانیخ اتق بر کشید

(اکتوبر ۱۹۳۸ء)

EXP'DUE DATE 902
